

مختلفہ نسخہ

یا اللہ

حق پورا پورا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِکُلِّ شَیْءٍ اَعْلَمُ بِکَ مِنْ اَنْفُسِیْ

ہم سنی کیوں ہیں !

بجواب

میں شیعہ کیوں ہوا !

تالیف : حافظ مہر محمد میانوالوی



مکتبہ عثمانیہ  
نور باوا  
کوہستان







يا اللہ مدد  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

عرفان

البر صديق

سَنَعْنِي مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قُلُوبًا مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ حَسْبًا لِمَنْ خَوَّلْنَا  
عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي  
وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ - (المحدث) القرآن

# مم سنی کیوں ہیں؟

بجواب:

میں شیعہ کیوں ہوا؟

روافضی کے ۱۱ سوالوں کا جواب

تالیف: مولانا حافظ مہر محمد میاں والوی

جس میں بڑی محنت و جستجو شیعہ کے ۱۱ سوالوں کا علمی، تحقیقی،  
الزامی مسکت جواب فریقین کی معتبر و مستند کتابوں کے مرتب کر کے  
اتمام حجت کی گئی ہے۔ زبان سنجیدہ، دلائل زاری سے پاک  
علماء طلباء، مناظرین، مبلغین اہل سنت و جماعت کے لیے

خاص تحفہ

علی المرتضیٰ

عثمان بن النور

ناشر: مکتبہ عثمانیہ نور پور  
گوجرانوالہ پاکستان

قیمت

سوم

طبع دوم: ۱۱۰۰



## قارئین کی خدمت میں گزارش

حامداً، مصلیاً۔ کتاب ہذا ایک شیعہ انشاد پر داز عبد الکریم مشتاق کے رسالہ ”میں شیعہ کیوں ہوا؟“ معہ سنیہ پر سو سوال“ کا مفصل سنجیدہ جواب ہے جو جناب غلام مصطفیٰ آف ڈھٹیل (چکوال) نے بغرض جواب بھیجا تھا۔ اس میں مذہب شیعہ کے اصول و فروع پر ان کے مسلمہ اصول و روایت کی روشنی میں مدلل اصلاحی تنقید کر کے مذہب حق اہل سنت والجماعت کی حمایت اور ترجمانی کی گئی ہے۔ غیر سنی حضرات اگر تنقید پسند نہ کریں تو مطالعہ نہ کریں۔ لیکن جو حضرات تقابلی مطالعہ سے تحقیق حق کرنا چاہیں تو فریقین کے نظریات کی یہ کتاب ان کے لیے بڑی دلچسپ ثابت ہوگی خصوصاً اہل سنت حضرات اپنے مذہب کے تحفظ و تبلیغ کے لیے ضرور مطالعہ کریں۔

کتاب کا انداز بیان تحقیقی اور علمی ہے۔ فضولیات اور سو قیائے گفتگو ہم اہل سنت کے شایان نہیں۔ ہاں گنتی کے چند مقام اگر آپ کو تلخ نظر آئیں تو مہذرت خواہ ہوں کہ وہ سوال کی صدائے بازگشت ہوگی۔ قرآن کریم، منصب رسالت اور اصحاب رسولؓ کے دفاع میں غیرت کا تقاضا یہی تھا۔

حوالہ جات سنی و شیعہ کے معتبر مصادر سے بڑی محنت سے خود مطالعہ کے بعد فراہم کیے ہیں ضمانت دی جاتی ہے کہ وہ ہر محل اور درست ہیں۔ انعام بازی اور اشتہار فروشی اہل علم کے مناسب نہیں کسی حوالہ کو غلط ثابت کرنے والے کا ہم علمی لوہا مارتے لیں گے۔ اگر کوئی صاحب جواب کھلیں تو وہ ہماری طرح پورا اقتباس و حوالہ لکھ کر سنجیدہ تردید کریں۔ ورنہ جواب کے بجائے اس کی شکست کا اعتراف سمجھا جائے گا۔

کتاب میں ہر قسم کی سختیوں میں مشکل عالمانہ اور عام فہم۔ اگر کوئی صاحب علم علمی یا مسئلہ کا پس منظر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کہیں الجھ جائیں تو مراجع کتب کے صفحہ میں پڑتال کریں کہ شیعہ حوالہ ہے یا سنی تحریر ہے۔ اگر سنی حوالہ ہو یا میری تحریر ہو تو مجھے جوابی خط لکھ کر لکھی کریں ہم تو اصحاب افریاد نبیؐ کے غلام ہیں ہر دو کی محبت و حمایت پر جینا اور مرنا چاہا، میں۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان یخاکیا اہلسنت و محمدؐ میاں نوالوی ۲۲ رجب ۱۴۱۱ھ



## علماء کرام اور قارئین کی آراء گرامی

۱۔ مولانا محمد صاحب محتاج تعارف نہیں۔ اپنی فاضلانہ تحریروں اور تصنیفوں کے ذریعہ خوب متعارف ہو چکے ہیں خصوصاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب سے جو دفاع انہوں نے کیا ہے اور ان محترم حضرات کے کارناموں پر جو روشنی ڈالی ہے اس نے ان کے نام کو اور روشن کر دیا۔ از مولانا محمد اسحاق صدیقی (سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ) مدرسہ عربیہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵ مکتوب ۳ مارچ ۱۹۹۸ء

۲۔ بخدمت جناب مولانا محمد صنا زید مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ..... ہمارے بڑے بڑے علماء نے اب تک یہی سمجھا کہ شیعہ مسئلہ معمولی مسئلہ ہے۔ اب ساری عمر جو تفسیر حدیث اور فقہ پڑھاتے رہے ہیں انکو شیعہ مذہب سے واقفیت نہیں۔ حالانکہ شیعہ مذہب ہی اسلام کے نام پر اسلام کے مقابلہ میں مذہب کفر والحاد ہے جو گروہ اپنے من گھڑت کلمہ اور بے بنیاد آذان میں خلیفہ بلا فصل کے اعلان سے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بغاوت کرتا ہے اور سارے ملک میں انکی آذان گونج رہی ہے ان سے کس اسلام کی بات میں اشتراک ہو سکتا ہے۔ .... آپ عبد اکرم کے سالہ میں شیعہ کیوں ہوا؟ کا جواب ضرور لکھیں۔  
مخام اہلسنت، مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مزاحیر تحریک خدام اہلسنت چکوال۔ ۱۸/۴/۹۹ھ

۳۔ دیوبند کے اجتماع میں آپکی ملاقات سے بہت خوشی ہوئی اور آپکی علمی و تصنیفی سرگرمیاں معلوم ہو کر شکر الہی بجالایا کہ آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اس نعمت کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ بارک اللہکم و فیکم آج آپکا ارسال فرمودہ قیمتی بیدار بعد شکریہ وصول ہوا یعنی کتاب "مسئلہ عزاداری اور تعلیمات اہلبیت پیمانی اور دیکھ کر دل خوش ہو گیا اور دعائیں نکلیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ از مولانا محمد طاہر سیدین مجلس علمی ٹاؤن کراچی (۲۱ اپریل ۱۹۹۸ء)

۴۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "شیعہ حضرات سو سو آلا" نظر سے گزری بلا مبالغہ یہ ایک عمدہ کاوش ہے اور وقت کی اہم ضرورت، اس قینہ عظیم کا مقابلہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا درست انتخاب کیا ہے۔ از محمد حسین ایڈیٹر وکیٹ سوسائٹی کراچی ۲۰۸۔



۵۔ مثلاً آپ کا مطالعہ بندش عزا داری در مسئلہ عزا داری اور تعلیمات اہلبیتؑ کا پر خوب سے سنی حضرات کتب اسلامی ہی نہیں پڑھتے شیعہ لٹریچر پڑھنا ان کے پاس کہاں وقت ہے۔ اور سریہ پر تو رہاں بٹھا رکھا ہے۔ آپ کا شکریہ کن الفاظ سے ادا کروں خدا ہی آپ کو اس نعمت کا اجر عطا فرما سکتا ہے۔ اپنے عزا داری کے مسئلہ کو خوب لیا ہے۔ ملک شیر محمد ڈھڈی صدر جمعیتہ مجاہدین ص ۳۰ این جوہر آباد

#### ۶۔ از وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان

مکرمی السلام علیکم! آپ کا اسلہ مع کتابیہ تحفۃ الاخیار (دو کاپیاں) دفتر تہذیبی شکریہ کے ساتھ وصول کیا گیا۔ جذبہ تعاون کا شکریہ نیز مذہبی معاملات میں آپ کی گہری دلچسپی قابل ستائش ہے۔ والسلام۔ آپ کا مخلص عبد الرحمن قریشی۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر شعبہ قرآن اسلام آباد اور فروری ۱۹۸۰ء

۷۔ محترم المقام حضرت علامہ محمد صاحب السلام علیکم واضح ہو کہ آپ کی تصنیفات سے آپ کے وسیع علم اور دنیا کی کا پتہ چلتا ہے۔ جب تک آپ کی تصنیفات ہونگی مخالفین کو ہر میدان میں جو تے پڑیں گے فی الحال دو کتابیں مطالعہ کی ہیں ”شیعہ حضرات سے ایک سو سو والا“ اور ”تحفۃ الاخیار“۔ شیر جنگ حلفی بہقا وڈا کی نہ ماری فتح جنگ (ملک)

۸۔ .... آپ کی بھی ہوئی کتاب تحفۃ الاخیار پڑھی بیشک آپ نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے بالکل صحیح ہے لیکن افسوس کیسا تھکنا پڑتا ہے کہ یہی حضرات پہلے کہاں تھے جبکہ شیعہ .... اور منافقوں نے دین حق میں تحریف کر دی .... آپ پہلے شخص ہیں جس نے ان کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے جو ان کے سوالات کا جواب دیا ہے۔ آپ بیشک مجاہد ہیں مگر میرے بھائی آپ اکیلے یہ کام نہیں کر سکتے اس کے لیے آپ کو مومنوں کی جماعت بنانی پڑے گی۔ از محمد عبد السمیع کراچی

راقم مولف ان تمام احباب کی حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سب مسلمانوں سے یہ اپیل کرتا ہے۔

اِنْ تَنْصُرُوا لِلّٰہِ یَنْصُرْکُمْ وَیُخْرِجْکُمْ مِّنْ اَیْمَانِکُمْ  
اگر تم زور دے دے (میں نے) اللہ کے دین کی مدد کرے گا اور تمہاری مدد کرے گا۔

تمہارے قدم مضبوط کرے گا۔



# فہرست مضامین

۲۹	جانشین رسول کتاب سنت ہی ہے	۱	خطبہ حمد و صلوٰۃ
۳۰	اہل سنت کی ۱۱۲ احادیث	۲	کتا بچہ کے مضامین کا جواب
۳۱	جانشین کی حیثیت سے صحابہ کرام کی خدمات	۳	شیعہ مذہب کی تصویر
۳۲	ائمہ شیعہ کے نائب ہونے کی حقیقت	۴	شیعہ الزامات کے جوابات بسلسلہ
۳۳	دین اسلام کا خاتمہ	۵	۱۔ توحید باری تعالیٰ
۳۴	نائب رسول معصوم نہیں ہوتے	۶	صوفیاء پر الزام
۳۵	شیعہ کی مفروضہ امامت پر قرآنی آیات کا جواب	۷	اللہ عیب سے پاک ہے
۳۶ تا ۳۹	دس آیات کی بمقابلہ منہوی تحریف	۸	خدا کے متعلق شیعہ کے عقیدے
۴۰	شیعہ کے امام غائب کا تعارف	۹	۲۔ عدل
۴۱	آیت اولی الامر کی بحث	۱۰	شیعہ کی اصول شریعت میں دست درازی
۴۲	حدیث امامت کی حقیقت	۱۱	۳۔ نبوت و رسالت
۴۳	اہل سنت کی خدمات دین	۱۲	نبوت سے متعلق مطاعن کے جوابات
۴۴	اہل سنت کی نجات پر شیعہ حدیثیں	۱۳	مقام رسول (علیہ السلام) اور اہل سنت
۴۵	کتاب کا مقصود، حصہ دوم	۱۴	پیغمبر کیلئے معصوم ہونا کیوں ضروری ہے
۴۶	سنیہ پرسو سوال کے جوابات	۱۵	سہو و نسیان کا مسئلہ
۴۷	سوال ۱۰۔ اہل سنت و الجماعت کی وجہ تسمیہ	۱۶	معصوم کے سہو و نسیان پر شرعی لائبل
۴۸	قرآن سے ثبوت	۱۷	مسئلہ علم غیب
۴۹	سنی و شیعہ کی احادیث سے ثبوت	۱۸	علم غیب خاصہ خدائی ہے
۵۰	جماعت کی اہمیت	۱۹	۴۔ امامت
۵۱	بدعتی کون ہے؟	۲۰	اہل سنت کا معیار امامت
۵۲	نام نہاد سنیوں پر تنقید	۲۱	جانشین رسول کی انتہائی ضرورت کیوں ہے؟
۵۳	سوال ۲۰ تا ۲۱ بابت لفظ شیعہ کی تحقیق	۲۲	



- قرآن و تاریخ کی روشنی میں ۸۲
- مذمت شیعہ میں ۹ آیات قرآنی ۸۷
- حضرت علیؓ کے لشکر کی چار قسمیں ۹۲
- شیعہ، ناصبی اور رافضی کی تعریف (نعت) ۹۵
- شیعہ اور غداری ۹۷
- سوال ۱ تا ۳۱ بابت الہیات ۹۹
- اہل سنت کی توحید ۱۰۰
- شیعہ کی توحید ۱۰۱
- دوزخ کی وسعت پر اعتراض ۱۰۲
- مسئلہ تقدیر ۱۰۵
- عقلی دلائل ۱۰۷
- نقلی دلائل ۱۰۷
- رفقا اور مشیت میں فرق ۱۰۸
- کفر اور تبرے کا مفہوم ۱۰۹
- مسند رویت الہی ۱۱۱
- شیعہ حضرت علیؓ کو الہ مانتے ہیں۔ ۱۱۳
- دیدار الہی پر نقلی دلائل ۱۱۵
- سوال ۳۲ عدالت حضرات صحابہ کرامؓ ۱۱۷
- عصمت انبیاء علیہم السلام ۱۲۰
- شیعہ کے ہاں عصمت انبیاء مشکوک ہے ۱۲۲
- سوال ۳۳ تا ۳۵ بحث خلافت ۱۲۳
- سنی و شیعہ کی خلافت و امامت میں فرق ۱۲۵
- سوال ۳۶ تا ۳۷ مسلمانوں کے نعروں کی حقیقت ۱۲۷
- حق چار یار کا ثبوت ۱۳۲
- چار یاران نبیؐ کا احادیث میں ذکر خیر ۱۳۵
- سوال ۳۸ حضرت اہلبیت و خلفاء کے تحائف ۱۳۸
- سوال ۳۹ حضرت فاطمہؓ و علیؓ کی مباشرت ۱۳۹
- (شیعہ روایات کی روشنی میں) ۱۳۹
- حضرت علیؓ کا حلیہ فاطمہؓ کی زبانی ۱۴۰
- سوال ۴۰ تا ۴۲ بابت حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی ۱۴۱
- اتباع اکابر میں ایک نکتہ ۱۴۱
- حضرت ابو بکرؓ اور فاطمہؓ کا جنازہ ۱۴۳
- حضرت علیؓ پر فاطمہؓ کی ناراضگی (شیعہ روایات) ۱۴۵
- حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکرؓ سے خوش گئیں۔ ۱۴۵
- (رضنا مندی کی روایات) ۱۴۷
- سوال ۴۳ تا ۴۵ بابت شیعہ کے قرآن پر اعتراضات ۱۵۰
- جمع قرآن اور شیعہ کا صحت قرآن پر عدم ایمان ۱۵۱
- خلفاء راشدین قرآن کے حافظ تھے ۱۵۷
- حضرت علیؓ کے جمع قرآن کا افسانہ ۱۵۹
- مسئلہ سہوا نبیاء علیہم السلام ۱۶۲
- شیعہ یقیناً تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ ۱۶۵
- چھ قسم کے اقرار ۱۶۷
- اتقان کی روایات نسخ کا جواب ۱۶۸
- سوال ۴۵ تا ۴۷ تحلیل و تجویم کا اختیار کس ہے ۱۷۲
- خلاف شرع شیعہ مسائل ۱۷۳
- ۱۔ مسئلہ بدعت ۱۷۳



۲۱۴	متنہ اور شیعہ کے ذمہ دار حضرات	۱۷۴	۲۔ متنہ دوریہ
۲۱۵	متنہ نہ کر نیوالا امامی دین کا منکر ہے۔	۱۷۵	۳۔ تکفیر صحابہ کرام لعین برعمرہ دھوکہ کی اجازت
۲۱۶	متنہ کے فضائل اور تعریف	۱۷۶	تحقیقی جواب بابت تحلیل و تحریم
۲۱۷	تفسیر مظہری کی روایت کا تحقیقی جواب	۱۷۸	شیعہ کے لیے واجب الاتباع دو چیزیں
۲۱۸	س ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ حضرت ام کلثومؓ کا حضرت	۱۷۹	س ۵ متنہ کی بحث
۲۱۹	عمرؓ سے نکاح	۱۸۳	س ۵ تقیہ اور کتمان کی بحث
۲۲۰	س ۵ از واج مطہرہ اور اصحاب رسولؐ پر درود	۱۸۴	شیعہ کے تقیہ و کتمان اور اہلسنت کے
۲۲۱	س ۵ از واج پاک اور صحابہ کرامؓ بھی اہلبیت	۱۸۶	جبر و اکراہ میں فرق
۲۲۹	رسولؐ ہیں۔	۱۸۷	تقیہ کا معنی مذہب چھپانا جو اس دور میں فرض
۲۳۳	س ۵ تا ۹ خلافت کا انعقاد	۱۸۹	قطعی ہے۔
۲۳۴	خلافت کے متعلق بیانات نبویؐ	۱۹۲	مختار ثقفی کا تعارف (حاشیہ)
۲۳۷	سقیفہ میں حضرت صدیق کا انتخاب	۱۹۵	س ۵ تا ۹ چند فقہی مسائل
۲۴۰	خلافت صدیقی اور حضرت علیؓ	۱۹۶	کیا شیعہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے؟
۲۴۲	س ۸ صدیقین کون کون ہیں۔	۱۹۷	با وضو قرآن کا لکھنا چھوٹا
۲۴۳	س ۸ حضرت عمرؓ اور علیؓ	۱۹۸	سورۃ توبہ کی بسم اللہ کیوں نہیں
۲۴۵	حضرت عمرؓ کا علم	۱۹۹	بسم اللہ کی قرأت
۲۴۶	س ۸ شیخینؓ اور جنازہ رسولؐ	۲۰۰	شنا۔ الصلوۃ خیر من النوم
۲۴۹	س ۸ حضرت عائشہؓ و عثمانؓ	۲۰۱	نماز تراویح کا ثبوت
۲۵۰	حضرت علیؓ و فاطمہؓ	۲۰۳	نما میں تھکنا بندھنے کی ۹ توثیق شدہ صحیح احادیث
۲۵۱	س ۸ لشکر اسلامؓ کی روانگی اور شیعہ کا بہتان	۲۰۸	کیا مالکی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں؟
۲۵۲	س ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱		



۲۸۷	شہداء و حرمہ اور ہم	۲۵۹	جر جوار کی بحث
۲۸۸	سادات کے مظالم	۲۶۱	س ۹ ص ۹ بکرام کی منفرت
	ضمیمہ		س ۹۱ اہلسنت کو الزام دینے کے لیے چند
	دس ہزار روپیہ انعام کے دس سوال	۲۶۳	حبوٹے مصادر
	اور ان کے جوابات	۲۶۴	غزوہ حنین کا مختصر قصہ
۲۹۲	سوال ۱۔ خلفاء اربعہ سنی المذہب تھے۔	۲۶۶	صحابہ دشمنی پر عقلی گرفت
	سوال ۲۔ افعال قباہ پر مکملین	۲۶۷	شیخین کی ثابت قدمی
	سوال ۳۔ شیعہ اور رنگیلہ رسول پفلٹ	۲۶۹	بیعت رضوان کے ناقض کون؟
	سوال ۴۔ آیت استخلاف سے فاروق اعظم	۲۷۰	س ۹۲ ۹۳ خلفاء راشدین کے مجاہد
	کی خلافت پر حضرت علیؑ کا استدلال		(الطائف و نکات)
	حضرت ابو بکرؓ کا استدلال	۲۷۶	س ۹۴ ایک ناجائز اتہام
	سوال ۵۔ نماز میں دعائے قنوت	۲۷۷	س ۹۵ قاضی خان کا سوال
	سوال ۶۔ قرآن کریم کی صحت کا مطلب		س ۹۶ سر العالمین امام غزالی کی نہیں
	سوال ۷۔ امام مہدی اور شیطان میں	۲۷۸	رافضی کی کتاب ہے۔
	موازنہ؟	۲۷۹	س ۹۷ اجرت پر زنا میں بھی حد ہوگی۔
	سوال ۸۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی	۲۸۰	شیعہ کے ہاں انگی ہوئی فرج حلال ہے
	بیعت خلافت	۲۸۱	س ۹۸ حضرت عثمانؓ پر طعن
	سوال ۹۔ متغہ اور استمتاع قرآن		س ۹۹ حضرت معاویہؓ پر طعن
	کی روشنی میں۔	۲۸۲	س ۱۰۰ واقعہ اور حضرت زین العابدینؓ
	سوال ۱۰۔ ماتم شبیرؓ	۲۸۶	ترہ کے نقصانات



## حصہ اول

دکتر ایچ کے مضامین کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر قسم کی حمد و ثنا اس ذات پاک کے لیے زیادت ہے جس نے تمام مخلوقات کو ظلمتِ عدم سے نور وجود عطا کیا۔ ہر ایک کو روزی دے رہا ہے۔ ہر چیز کے حالات سے باخبر ہے تمام چیزوں پر ہر قسم کا اثر دل اور قدرت اسی کو ہے وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ وہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے جسو نیت سے منزه ہے وہ وعدہ لا شرک ہے۔ اس کی ذات میں اس کی عزت میں اس کے افعال میں اور اس کے کمالات میں مخلوقات اور بندوں میں سے کوئی بھی اس کا کسی قسم کا شریک و سہم نہیں اس کی کوئی اولاد نہیں نہ اس نے کسی کو اپنے نور سے نور یا حصہ عطا کر کے بطور اور دہنایا اور اسے کارخانہ قدرت پر عطائی طور پر شریک کیا نہ اس کا کوئی ماں باپ یا بزرگ ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہو یا کسی کی بات اور سفارش کے آگے وہ مجبور ہو۔ انبیاء علیہم السلام، صلیبہ کرام علیہم السلام، اولیاء ذی شان علیہم رحمۃ الرحمن اور دیگر تمام نوری ناری خاکی مخلوق اس کے بندے ہیں اور اسی کے رحم و کرم کے بردم محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کی برابری اور ہمسری کرنی والا کوئی نہیں۔ دعا پکار۔ استمداد۔ رکوع سجدہ۔ اذکار تلاوت قرآن طواف بیت نذر و نیاز قربانی روزہ حج وغیرہ ہر قسم کی عبادت کا وہی مستحق ہے۔ اس کی ذات کمالات اور حقوق میں کسی کو شریک کرنے والا مشرک اور دوزخی ہے۔

لاکھوں درود نامہ و ہزاروں برکاتِ لا محدود ہر دم ان نفوسِ قدسیہ پر ہوں جن کو انبیاء و رسل بنا کر خلق کی ہدایت کے لیے خلاقِ علیم نے بھیجا۔ اگر وہ تاتے یہ بھٹکی ہوئی دنیا خد کی معرفت تک رسائی نہ پاسکتی یہ ہادیانِ نلاق تمام عیوب سے پاک تھے۔ گناہوں سے معصوم تھے، پیغامِ رسالت پہنچانے میں امین تھے۔ وحی الہی کے ضبط اور شریعتِ خداوندی کے گہوارہ تھے۔ وہ پیغمبرِ ایمانہ فرانسس سرانجام دینے میں علانیہ دعوتِ توحید دیتے رہے۔ دشمنوں کے خوف سے چھپ کر غائب نہیں ہوئے۔ تبلیغ و تسلیم صدائے اور



واضح الفاظ میں کہ کبھی تقیہ بنانا نہ ہمیر سپرد و فی انضیم حیا نے سے کام نہیں لیا  
 جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پیروکاروں در امت مسلمہ کو نمونہ ہدایت بنا کر چھوڑے  
 جن کے علماء و مشائخ کتاب اللہ کے محافظ اور حدود شرعیہ کے نشاہ تھے۔ جلیسہ ارشاد ہے۔  
 إِنَّا نَزَّلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ  
 يُحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْمَوْا لِلَّذِينَ  
 هَادُوا وَالشَّيْبَانُونَ وَالْأَحْبَاسُ بِحَسَبِ  
 مَا حَفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ  
 شُهَدَاءَ (مائدہ ۴۴)

گواہ تھے۔ (مقبول ترجمہ)

یہ انتہا و رخصتیں اور برکتیں اس ختمِ رسل، فخرِ کل، سلالہ موجودات، برگزیدہ کائنات،  
 ہادی اعظم، رحمت مجسم، آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم پر ہوں جو  
 انبیاء سابقین کی ہدایت و اقتداء کے علمبردار بھی تھے اور تمام دنیا کے لیے عملاً ہادی مذہب  
 اسلام کے بان بھی جو اپنے مشن میں جانشین و وارث اپنی تعلیم و تربیت کے شاہکار تلامذہ  
 و اصحاب کو۔ مملکت امت ازواج مطہرات کو۔ ہادیان اسلام تمام صحابہ کرام کو۔ دنیا میں چھوڑ  
 کر گئے جو تبلیغ اسلام کے لیے چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔ کسریٰ و قیصر کے تخت سرنگوں کر  
 دیے اور کفر کی بساط الٹ کر۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پرچم اسلام چہار سو لہر ادا کر  
 نہ ہوتے۔ تو یورپ، ایشیا، افریقہ و اندونیشیا، عراق و ایران، روس و ترکستان،  
 ہندوستان کوئی خطہ بھی دولت اسلام سے ماہاں نہ ہوتا۔

ہزاروں ہزار مسلمان و برکات ہوں آپ کے خن رشتہ میں، اسلام کے فاتحین پر آپ  
 کی اولاد و اطہار۔ آپ کی اہل بیت ازواج مطہرات پر۔ آپ کی امت کے ہزاروں اولیاء  
 صالحین پر جن کی تبلیغ و مساعی سے ہم خدا و رسول کی معرفت اور نعمت اسلام سے بہرہ ور ہوئے  
 جو تمام کے تمام ہمارے سزناج، نگہوں کا ذرا، کامرور اسلام کی زینت، ایمان کی لذت  
 اور فکر و سوچ کا سرمایہ حیات ہیں کہیں کہیں قدسی صفات اکابر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ



علیہ وسلم کی تمام زندگی کا حاصل محنت کا ثمر و فکر و فکر کا نیشن اور امت تک بدو اسلئے  
ترجمان تھے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے اپنا بارغ نبوت سجا کر یہ دعائے گئے

پھل پھول لا رہے یارب چمن میری امیدوں کا

جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میرے پائے میں

جیسے آیت بالا میں انبیاء اور تورات کے وارث۔ محافظ اور شاہد بنی اسرائیل کے  
عام علماء اور ربانین بزرگان دین تھے اسی طرح مثیل موسیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم کے قرآن اور پوری شریعت محمدیہ کے وارث۔ محافظ اور شاہد امت محمدیہ کے عام  
ہزاروں علماء ربانین اور بزرگان دین ہیں۔ امتیوں سے الگ منصوص ائمہ کا سلسلہ  
ماننے کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ کے زیر مطالعہ کتاب جس میں شیعہ مختصر کے شاہکار جہالت پر از خیانت  
.. اسواول کے معقول علمی و تحقیقی اور ٹھوس مسکت والزامی جوابات دیے گئے ہیں ضرورت  
تو نہ رہتی کہ کتابچے کے مضمون کا جواب لکھا جائے کیونکہ اکثر باتیں سوالات میں آگئیں اور  
ان کا جواب ہو گیا تاہم چونکہ بعض باتوں کا بار بار تکرار کر کے اضافہ کے ساتھ سادہ لوح قارئین  
کے ذہن کو مسموم کیا گیا ہے اس لیے اس تحریری مقدمہ کا نوٹس لینا بھی ضروری ہے اہمیت  
پر ان تمام اکاذیب و افتراءات کے جواب میں ہم اسلام نبوی کے ترجمان مذہب اہلسنت کی  
سلیس و مربوط تقریر لکھ کر مضمون کو فویل نہیں کر سکتے۔ خطبہ مذکورہ کو کافی جانتے ہیں  
کہ محمد اللہ ہم خدا کو جسم، عیب اور شریک سے منزہ مانتے ہیں۔ انبیاء کو افضل المخلوق تمام  
عیوب سے پاک اور صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم مانتے ہیں۔ آپ کے بعد سلسلہ ہدایت  
مانتے ہیں وہ شیعہ میں کسی غار میں دفن نہیں ہوتا ہنوز قائم ہے اور تاقیامت جاری  
رہے گا۔ ان شاء اللہ

سائل کے تمام مطامع والزامات اس کے اپنے مذہب کی تصویر  
شیعہ مذہب کی تصویر | ہیں جو اس نے چابکدستی سے سواد اعظم اہل سنت والجماعت  
پر لگا دیئے ہیں اور مجھے رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ شروچ و جال کے اس مہید می زمانہ میں



ہمیں یہ رونا بھی دیکھنا پڑا کہ جو مذہب پورے ایک ہزار برس تقیہ کے نماں خانہ میں  
مستور رہا اور اب بھی اسے تقیہ میں رہنے کی تعلیم ہے وہ "عالمی مذہب" بننے کا  
دعویٰ کر رہا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر پانچ اثنی عشر بھی  
ہدایت یافتہ اور مومن تسلیم نہیں کیے جاتے اور آپ کی وفات کے بعد تو سنت نبوی یا تابع  
حضرت رسول مقبول کا صاف صاف انکار ہے۔ وہ سب مسلمانوں کو دھماکا دے کر حضور  
علیہ السلام کا گستاخ بتا رہا ہے۔ خود ان کی بے قدری و گستاخی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ  
وہ کبھی لفظ "رسول" کے ساتھ حضرت لکھیں گے نہ بولیں گے نہ "صلی اللہ علیہ وسلم"  
کہہ کر درود بھیجیں گے۔ بس رسول۔ رسول کی رٹ لگاتے جائیں گے گویا "رسول"  
ان سے بھی کمتر عام آدمی ہے۔ یا قوم کا بچہ ہے۔ اس ۸ صفحے کے کتابچہ میں بھی سینکڑوں  
مرتبہ لفظ "رسول" ہی لکھا گیا۔ تلاش کے باوجود "حضرت رسول یا رسول اللہ علیہ وسلم"  
اس سائل کے قلم سے راقم نے نہیں دیکھا حالانکہ حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے  
مطابق آپ کا اسم گرامی لینے یا سننے والے کو درود پڑھنا لازم ہے ورنہ اس پر لعنت برستی  
ہے۔ خدائے قدوس کو جو لوگ عملاً معطل اور بیکار رہتی مانتے ہیں۔ کائنات کے تمام امور کے  
بند و بست کو ۱۲ امہ موصوین کے سپرد مانتے ہیں۔ اور امہ نے ان کا نام مفوضہ رکھ کر  
ان پر لعنت برسائی ہے اور آج بھی ہر شیعہ یا علی مدد کہہ کر رزق اولاد و صحت فتح حاجت  
براری آپ سے چاہتا ہے۔ علم۔ توحید اور قبور امہ کے مثال و مجسمے بنا کر ان کے آگے  
جھکتا، دعائیں مانگتا، نذر و نیاز بانٹتا اور جبین نیاز ٹیکتا ہے۔ اور بت پرست مشرکوں  
کو اقدم پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ کہ وہ کم از کم سمندری سفر میں تو۔ دَعُوْا لِلّٰهِ مُخْلِصِيْنَ  
لَهُ الدِّيْنَ۔ برف خدا کو پکارتے تھے۔ مگر ان کے مذہب کی مبلغہ منخبہ صبح و شام ریڈیو  
پاکستان سے یہ ترانہ گاتی ہے۔

اے میرے مولا علی شیر خدا      میری کشتی پار لگا دینا، میری کشتی پار لگا دینا  
ایسے ننگ لہرام اور ننگ انسانیت و شرافت لوگ خدا کے فخلص پرستائے سنی مسلمانوں  
کو توحید و تہذیب کے متعلق بھی طعنہ دینے لگ گئے۔ جو لوگ قرآن کریم پر ہندوؤں عیسائیوں



کی طرح اعتراض کرتے ہیں۔ اور سوال ۲۵ تا ۵۳، ۹۰ سوال اسی مترشح کے آپ  
 پڑھیں گے۔ وہ عوام جہلاء کے سامنے اسی قرآن کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بزمِ عم  
 خود چند آیات اپنی مفروضہ امامت - قائلہ نبوت - پر پڑھنے کی جسارت کرتے ہیں۔ جو  
 لوگ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ایک داماد دونوں سے اور  
 ان کی اولاد میں سے افراد کے علاوہ - آپ کی تمام اولاد سے - ازواج مطہرات سے،  
 دامادگان سے، تمام ہاشمی شہزادوں سے، تمام صحابہ و تلامذہ سے، پوری امت سے  
 مکہ و مدینہ جیسے محترم نبی کے یادگار شہروں سے بلکہ آپ کی طرٹ خصوصی منسوب ہر چیز  
 سے علانیہ نفرت و بغض رکھتے ہیں۔ تبرے اور لعنتوں کے وظیفے پڑھتے ہیں۔ آقاؐ مدنی  
 کی یادگار ہر سنت کا مذاق اڑاتے ہیں وہ بزمِ خویش آلِ رسول کے جہلاء اور اہلبیت کی تعلیم  
 کے علمبردار بن کر مسلمانوں کو گویستے ہیں جو لوگ نجات اور نجات کا حصول صرف اور صرف  
 اسی میں منحصر مانتے ہیں کہ کوئی شخص علی ولی اللہ کا نیا کلمہ پڑھ لے، شیعہ کہلا کر غنہ و سرم  
 میں غم حسین میں دوچار آئسو بہا لے۔ پھر شریعت کا ترک و رگنا ہوں گا اگر کاب اسے کچھ  
 نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ قیامت کے ماننے کے دعوے دار۔ اور اس کا فلسفہ جزا و  
 سزا پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ جو لوگ خدا نے عز و جل کے متعلق یہ تاثر دیتے ہیں کہ اس نے  
 ۶۳ سالہ تعلیم و تبلیغ نبوی کے نتیجے میں کوئی انقلاب بدلت برپا نہیں کیا۔ سب دنیا نبوت سے  
 پہلے کی طرح نبوت کے بعد بھی گمراہ اور جہنمی بنی رہی۔ علی شہر خدا کے ہاتھ پر بھی بیپاس آدمیوں  
 کو خدا نے ہدایت اور معرفت امام نہ بخشی۔ اور جہاں کشی ص ۲، ابن زما و غیر کے متبادل سفر  
 ام حسین کو منظور نہیں کیا۔ حضرت زین العابدین کو ینہ بد کا غلام بنا دیا۔ (روصہ کافی) حضرت  
 باقر کو تین آدمی بھی کامل الایمان نہ دیئے۔ (اصول کافی) جعفر صادق کو سترہ وفادار بھی عنایت  
 نہ کیے۔ (اصول کافی) باقی سب ائمہ کے وفادار شیعوں کی تو خدا نے بڑی ہی کاٹ دی کہ کتبِ امامیہ  
 میں بھی خدا نے ذکر نہ کرنے دیا۔ مہدی امام العصر بارہویں تاجدار امامت کو تو خدا نے سب  
 وفاداروں سے محروم کر کے دشمنوں سے خوفزدہ کیا اور کسی غار میں چھپا دیا۔ (دینا کا لادی  
 قرآن - جو حضرت علیؑ نے تالیف و مرتب کیا تھا۔ ان کے ساتھ رہے و پوش کر دیا۔ (شیعہ عقیدہ)



غریب شیعہ کی اس تاریخ ناقابل تردید کے مطابق خدا تعالیٰ نے بندوں کے ساتھ ہدایت کے سلسلے میں جو معاذ اللہ عظیم فراڈ کیا۔ کہ امام و قرآن دونوں کو چھپا کر۔ امام کے شیعہوں سے کر دیا۔ نبی۔ انہ واج نبی۔ بات نبی۔ اصحاب نبی۔ قرآن نبی۔ امت نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سب کو خوب گالیاں اور لعنت و تبرے کر وارہا ہے۔ شیعہ اس خدا کو عادل کہتے ہیں بلکہ عدل کو اصول غریب ہیں شمار کرتے ہیں۔ (ایں چہ ہوا العجیبیت)

غریب شیعہ کا مختصر تعارف کرانے کے بعد  
رسالہ میں شیعہ الزامات کے جوابات | اب ہم شیعہ سائل کے چیدہ چیدہ معامین کو

ملفوظ یا خلاصہ نقل کر کے مختصر جواب دیں گے۔ اس کا اقتباس لفظ "قولہ" سے شروع ہوگا۔ آیات کا ترجمہ شیعہ مولوی مقبول کا ہے۔

توحید پاری تعالیٰ۔

قولہ:- "اسلامی فرقہ مجسمہ کے عقائد بھی ایسے ہیں... جیسا کہ علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے کہ ابو داؤد و ظاہری اور اس کے تابعین کا یہی مسلک تھا۔ نیز دیکھیے تقدیر الایمان مصنفہ اسماعیل دیوبندی خدا کے بوجہ سے عرش کا چہرہ پرانا۔"

جواب:- خدا کے لیے جسم۔ گوشت پوست خون۔ ہاتھ پاؤں۔ کان ناک وغیرہ تجزیہ کرنا اہل سنت کے ہاں درست نہیں وہ فرقہ مجسمہ کو گمراہ مانتے ہیں۔ ایسے کشتہ شیئ (اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں) اس کی شان ہے۔

کتاب الملل کا حوالہ ناقص و غلط ہے توجہ کے ساتھ قابل گمان مواقع میں تلاش سے ہمیں نہیں ملا۔ تاکہ ہم سائل کی خیانت ظاہر کرتے

حضرت شاہ اسماعیل محروف معنوں میں دیوبندی نہیں۔ نہ ان کے عہد میں وار العلوم دیوبند وجود میں آیا تھا۔ تیرھویں صدی کے آغاز میں وہ حنفی مسلک سنی تھے۔ چونکہ ہمارے دیوبند سابقہ تمام دین کے خدام علماء کی قدر کرتے ہیں اور یہی ان کے حق پرست و فلاح پسند ہونے کی علامت ہے لہذا ان کے مطاعین کا دفاع کرتے ہیں۔



اس لیے ان کو دایرہ بندی "متن لفظین" نے مشہور کر دیا ہے۔ نہ کہ جو جسے مراد اس کی عظمت و ہیبت ہے۔ اور "من سے چہ چہ پانا گویا" جنہی اور خشیت کا اعتبار کرنا ہے۔ دراصل یہ پیش بہہ حدیث کا ترجمہ ہے۔ جیسے قرآن میں متشابہ آیات ہیں۔ اور ان میں خدا کے ذات۔ چہرے۔ آمد۔ نزول۔ جو جسمانی خاصے ہیں۔ وغیرہ کا ذکر ہے۔ ایسی بعض احادیث متشابہات میں بھی ایسی چیزوں کا ذکر ہے اگر قرآن کا انکار کفر ہے۔ تو ایسی حدیثوں کا انکار کرنا یا مذاق اڑانا بھی کفر ہے کم نہیں ہے۔ لہذا ان کے متعلق اہل اسلام کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آیات و احادیث اپنے ظاہری مفہوم پر ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ مگر ہم اس کو کسی مخلوق کے اعتناء کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے حقیقت اور مفہوم و مراد خدا کے حوالے کرتے ہیں۔ محدثین۔ اشاعرہ اور غالباً ابوداؤد ظاہری بھی مسک رکھتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں خدا کی صفات سے مثلاً ہمت سے مراد قوت و سخاوت ہے۔ چہرہ سے مراد اس کی ذات ہے۔ آنے۔ اترنے سے مراد اس کی خصوصی توجہ ہے۔ وغیرہ۔ یہ عام حنفیہ اہل سنت علماء کرام اور ماترہ یہ یہ کامسک ہے۔ دونوں برحق ہیں کوئی غلط و گمراہ نہیں ہے۔

آیات تشبیہ یہ ہیں ۱۔ "بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ" بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ (مائدہ ۹۷) ۲۔ "كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللَّهِ بِوَجْهَةٍ" اس کے چہرہ کے بغیر ہر چیز کو فنا ہے۔ (پ ۱۲) ۳۔ "وَيَجْلُ عَرْشُ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ نَّاهِيَةً رَّحْمَةً" اور تمام پروردگار کے عرش کو اس دن اکٹھے فرشتے اپنے اوپر لیے ہوئے ہوں گے۔ (یعنی اٹھائے ہوئے ہوں گے) حملاً و زنی چیز کا ہوتا ہے۔ عرش جب لطیف ہونے کے بجائے وزنی ہوا تو اللہ کے متعلق بھی یہ وہم ہوتا ہے۔ تو یہ آیت متشابہات میں سے ہونی اسی کے مفہوم کو چہرہ پرانے و بی حدیث ہا میں ادا کیا گیا ہے۔ جس پر جابل شیعوں کو اعتراض ہے۔ ۴۔ "هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْقُرْآنِ"



کیا وہ اس کا انتظار کرتے ہیں کہ اللہ بادلوں کے سائے میں ان کے پاس آئے۔ ۵۔ فَمَنْ  
يَنْظُرْ إِلَّا إِنْ تَأْتِيهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِي رَبُّكَ (نعام ع ۳۰) اب کیا وہ اس کے  
منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمہارا پروردگار آئے اب جو لوگ ان متشابہہ  
آیات و احادیث کو نہیں مانتے یا نشانہ طعن بناتے ہیں وہ مومن نہیں گمراہ ہیں خدا کا فتویٰ

یہ ہے۔  
هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَيْنٌ لَكَابٍ مِنْهُ يَأْتِي  
مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْيَزَابِ وَ تُخَرُّ  
مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ  
زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ  
الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَرْغِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ  
تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَابْتِغَاءَ سَخُونٍ فِي الْعِلْمِ  
يَقُولُونَ سَنُذَكِّرْهُ كُلِّ مَنْ عِنْدَ رَبِّكَ  
(نعام ع ۳۰)

۵۔ وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی  
جس کی کچھ آیتیں تو صاف صاف ہیں اور  
وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ گول مول ہیں  
اب جن لوگوں کے ذہن میں کھوٹ ہے وہ  
فتنہ پھیلانے کی نیت سے اور اپنا مطلب  
نکالنے کی غرض سے ان گول مول آیتوں کی  
پیروی کرتے ہیں حالانکہ ان کا اصلی مطلب  
سوائے خدا اور ان لوگوں کے جو علم میں مضبوط

ہیں اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہر ایک (محکم و متشابہہ)  
ہمارے رب کی طرف سے ہے۔  
شبیہ بھائی غور کریں کہ وہ متشابہہ آیات کی اڑ میں فتنہ گرمی اور طعن تراشی سے  
کھوٹے ہونے کا مصداق تو نہیں بنتے۔

شبیہ میں سے فرقہ سالمیہ بصورت انسان چہرہ اور آنکھ کان، ناک، ہاتھ پاؤں  
سب ثابت کرتے ہیں۔ اور کلینی روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن حکم۔ جو شبیہ کا مرکزی نقطہ  
راوی ہے۔ نے کہا اللہ ٹھوس جسم ہے اس کی معرفت ضروری ہے۔ محمد بن حکم، یونس بن  
طبیان اور حسین بن عبد الرحمن یحیانی (شبیہ رواۃ) بھی یہی کہتے ہیں۔ (تمیز اشاعتیہ ص ۲۴)  
قولہ۔ بعض صوفیاء کا عقیدہ "ہمہ اوست" یعنی ہر چیز خدا ہے  
صوفیاء پر الزام  
عقیدہ حوالہ ہے۔ ... مثلاً منصور نے بھی اپنے کو انا الحق کہا یا نبیہ



بسطامی نے خود کو یزدان کہہ دیا مد ۴۔

جواب۔ صوفیاء کی اصطلاحات اور کلام محرفت نہ آپ کچھ جانتے ہیں نہ میں جانتے  
کا مدعی ہوں اس لیے ایسا اعتراض تو بد فہمی سے پیدا ہوتا ہے۔ صوفی چونکہ خود کو فنا فی  
ذات اللہ جانتے ہیں تو اپنے وجود کی طرح وہ سب کائنات کی نفی ہی کر دیتے ہیں کہ  
تمام کائنات اس کے وجود کا پرہ تو ہے۔ اس کی اپنی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ آیت کریمہ  
لَهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ أَسْمَنُ نُّورٍ ۖ اور زمین کا روشن کرنے والا ہے،  
پر غور کیا جائے تو یہ بات قریب الفہم ہو جاتی ہے وَلَهُ الْكِبَرُ يَأْتِي فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
پ ۲۵ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی بڑائی ہے، بھی کچھ یہی مفہوم ادا کرتی ہے۔ وَهُوَ  
اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ۔ (اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی)  
پ ۱ نام۔ اسی کے قریب المعنی ہے۔

گویا صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ کائنات نظر آتی ہے وہ خدا کے وجود کا پرہ تو یا کمال  
کی جلوہ گری ہے۔ چراغ کے طاقچہ میں ہونے کی طرح خدائی نور کی مثال تو اللہ نے خود  
دی ہے۔ موجودہ دور میں ہم بچوں مثال دے سکتے ہیں۔ کہ اصل روشنی اور پاور  
بجلی ہے۔ بلب میں چھوٹی تاروں کا گچھ اس کا منظر ہے۔ مگر ہمیں نہ بجلی نظر آتی ہے نہ  
وہ تاریں۔ ہم تو روشنی ہی دیکھتے ہیں۔ جو گچھ میں کرنٹ آنے کی وجہ سے چمک پڑی ہے  
اسی طرح تمام کائنات خدا کے وجود کمال کا منظر ہے۔ اسے وہ ”ہمہ اوست“ سے  
تعبیر کرتے ہیں۔ اگر آپ کو یہ توجہ نہ پسند نہیں آئی اور اسے شرک ہی کہیں گے تو لیجیے  
اپنے صادق عرفانی مدیر ”ہفت روزہ شیعہ رابور“ کو شرک کہیے۔

ہا علی بشر کیف بشر (بہ تجلی فیہ وظہر)

(دیباچہ نمج البلاغہ ص ۵ اردو)

اں علی! بشکل انسان تو ہیں مگر ایسے انسان ہیں کہ خدا نے اس میں اپنی تجلی ڈالی ہے  
اور بصورت علی انسان رب ظاہر ہوا ہے۔

اور رسول کا یہ عتیدہ تمام شیعوں کا ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ حضرت عزیر و عیسیٰ



کے متعلق اور ہندو اپنے اوتاروں کے متعلق رکھتے ہیں۔

منصور نے انا الحق کہا تو ظاہر بین علماء نے اسے پھانسی پر لٹکا دیا۔ یعنی اہلسنت عقیدہ حلول کے قطعی منکر ہیں وراصل صوفیاء مراتب میں سے ایک خاص مرتبہ منصور کو حاصل ہوا تو اس کا ظرف تحمل نہ کر سکا اور ظاہر خلاف شرع کہنے لگا۔ بایزید بسطامی کی بات کا جواب سوال ۲۲ میں پڑھیے۔

قولہ۔ بعض لوگ اس بات کے بھی قائل ہو گئے کہ پروردگار عالم معاذ اللہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ چنانچہ اس مطلب کی نفی میں مولوی عبداللہ ٹونکی پروفیسر اور ٹیٹل کالج لاہور نے ایک مستقل رسالہ لکھا کہ لوگوں کے نزدیک اللہ کو جزئیات کا علم ہی نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) جیسے فلاسفہ یونان کا مذہب ہے۔ اسلامی فرقہ اشاعرہ تو خدا کو محتاج مان لینے سے گریز نہیں کرتا۔ ص ۷۔

جواب۔ یہ جھوٹ والی بات تو نرمی شیوہ کبیرف

اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے | سے شرارت اور ان کی بنائی پھیلانی ہوئی بات ہے۔

اور اہل سنت کا ایک فرقہ اسے اپنا کراہل حق کو بدنام کرتا رہتا ہے۔ ہمارے اعتقاد میں خدا جھوٹ، ظلم، وعدہ خلافی وغیرہ عیوب سے قطعی پاک ہے۔ مسئلہ کی نوعیت صرف اتنی ہے کہ جہاں کو آن واحد میں زیر زیر کر سکنے والا خدا۔ خلاف واقعہ بات کہہ سکتا ہے یا نہیں۔ جسے جھوٹ کہتے ہیں۔ یا کسی نیک ولی پیغمبر کو دوزخ میں ڈال سکتا ہے یا نہیں۔ جو ظلم کا ہماری نگاہ میں مفہوم ہے۔ یا جس خدا نے کہہ دیا سَوَاءُ عِيبِهِمْ

ءَاَنذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (کہ کافر لوگ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ

ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے) وہ خدا ابو جہل و ابولہب کو ایمان دے سکتا ہے یا نہیں یا بحالت کفر ہی جنت میں داخل کر سکتا ہے یا نہیں۔ ان تمام عقلی احتمالات کا جواب

واضح ہے کہ ”اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“ ہم اگر چاہیں تو آپ سے وحی و نبوت

جہین لیں اور آپ کوئی اپنا وکیل نہ پاسکیں۔ چاہے فرامین والا رب قدیر ہر کام کر سکتا ہے۔ وہ عاجز نہیں۔ پس اسی قدرت کی تعبیر کو اعلیٰ خصلت لوگوں نے گند



افراط کیساتھ تعبیر کی ہے اور خواہ مخواہ اہل حق کو نشانہ طعن بناتے رہتے ہیں۔ ورنہ ابو داؤد کتاب السنن ج ۲ حدیث ۲۹ کی ایک حدیث میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام اہل آسمان و زمین کو عذاب دے تو وہ عالم نہیں۔ (کیونکہ اس نے اپنی ملکیت میں تصرف کیا ہے) اللہ تعالیٰ روافض کے شر سے تمام سنیوں کو محفوظ رکھے۔ ورنہ کوئی سنی بریلوی یا دیوبندی یہ نہیں کہتا کہ خدا یہ کام کرتا ہے یا کرے گا۔ (معاذ اللہ) خدا کے علم میں نقص کا قائل کوئی سنی نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف شیعہ کا خاصہ ہے کہ ”عقیدہ بداء“ کے ذریعے خدا کو جاہل کہتے ہیں۔ (کافی کتاب البداء) شیعہ کی سینکڑوں احادیث کا مرکزی تفسیر راوی محمد بن مسلم یہ عقیدہ رکھتا تھا۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ اللہ کی لعنت محمد بن مسلم پر مہر وہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو نہیں جانتے جب تک وہ موجود نہ ہو جائے۔ (رجال کشی ص ۱۱۱)  
احتیاج الہی کا الزام اشاعرہ پر بہتان عریض ہے۔

قولہ۔ ”علم خدا کی نفی“ بعض مسلمانوں کے نزدیک معاذ اللہ خدا خود بھی معذور اور دوزخی ہے۔“

ثبوت میں بخاری شریف کی یہ حدیث بتاتی ہے کہ دوزخ دوزخیوں کو اپنے اندر لے چکنے کے بعد اصل من مزید کہے گی۔ کیا اور بھی کچھ باقی ہے۔ تب اللہ اسے چپ کرانے کے لیے اپنا پیر رکھ دے گا۔ وہ مٹ جائے گی اور کہے گی۔ بس بس قسم ہے تیری عزت کی! ذرا غور کیجیے جس قوم کا خدا ہی دوزخی ہو گیا اس کے بندوں کے جنتی ہونے کا کیا امکان رہ گیا۔“ ص ۷۔

جواب۔ اس کا مفصل رد سوال ۲۳ میں کر دیا گیا۔ ذرا باری تعالیٰ کے متعلق ان شیعہ کی گندی ذہنیت اور بد فہمی کا اندازہ لگائیے۔ کیا آگ بجھانے والے کو یا اسے طرف میں محدود کرنے والے کو جلنے والا اور سوختہ کہا جائے گا۔ یا جہنم میں انتظام کرنے والے فرشتے دوزخی اور مغرب کھلاؤں گے؟

صفت ایمان مفصل میں والقدر بخیرہ وشرہ۔ کہ خیر و شر خدا کی تقدیر سے

سے یعنی کرنے اور کر سکنے میں فرق ہے۔ کرنا عیب ہے اور کر سنا تحت القدرت اور کمال ہے۔



ہے۔ کا تفصیلی جواب سوائے ۲۵ کے تحت دیا گیا ہے۔

اہل سنت کے مطابق خدا کی صفات حسنہ کا ذکر کر کے سائل لکھتا ہے  
قولہ۔ لہذا میں یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہوں کہ دنیا کے تمام مذاہب کو بخوبی  
جانچ لیا جائے۔ مذہب شیعہ جیسا درست، بے عیب اور مطابق عقل و فطرت مذہب  
کوئی نہیں مل سکتا۔ ص ۱۔

جواب۔ یہ دعویٰ محض ہے۔ اور غیر کا متاع  
خدا کے متعلق شیعہ کے عقیدے | پورا کر اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے۔ عقیدہ توحید

میں خلل کا ایک عملی پہلو تو تمہید میں گزرا۔ اعتقادی مزید ملاحظہ ہو۔ ۱۔ اہل سنت کے اعتقاد  
میں خدا جو کچھ کرتا ہے وہ خود مرضی و مختار ہے۔ کوئی چیز اس کے ذمے لازم و فرض  
نہیں ہے۔ شیعہ کہتے ہیں۔ خدا کے ذمے فرض ہے کہ وہ رزق دے اور ہدایت خلق کا  
بند و لبست کرے۔ ان کا یہ عقیدہ محتاج ثبوت نہیں ہے۔ مگر کس قدر خلاف عقل و  
نقل ہے۔ ارشاد ہے۔ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ۔ (خدا سے نہیں پوچھا جاتا کہ اُس  
نے کیوں کیا) بھلا عاجز بندہ کون ہے کہ خدا کے ذمے کوئی چیز لازم کرے اور کل خدا کے  
خلاف استغاثہ کرے کہ تو نے مجھے مقور ارزاق کیوں دیا اور مجھے ہدایت کیوں نہ دی۔  
۲۔ وہ کہتے ہیں کہ بندوں پر فرض ہے کہ وہ انبیاء آنے سے قبل محض عقل سے خدا کی معرفت  
حاصل کریں ورنہ ان کو عذاب دیا جائے گا۔

حالانکہ عقلی طور پر خدا کی معرفت فرض لازم نہیں کسی چیز کا لزوم تو حکم شرع  
سے ہوتا ہے۔ پھر عقل اتنی پاور نہیں رکھتی کہ خدا کو از خود صحیح پہچان سکے ورنہ دنیا میں  
شُرک و کفر نہ ہوتا۔ پھر اید انبیاء سے پہلے عذاب کا مستحق ہونا انص کے خلاف ہے۔  
ارشاد ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا  
اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ رسول  
نہ بھیجیں۔ (پارہ ۲)

۳۔ شیعہ اسماعیلیہ کا عقیدہ ہے۔ "خدا نہ موجود ہے نہ معدوم۔ نہ زندہ ہے نہ



مردہ۔ نہ سننے والا ہے نہ بہرا۔ نہ بینا ہے نہ نابینا۔ نہ عالم ہے نہ جاہل۔ نہ قادر ہے نہ عاجز۔ نہ ایک ہے نہ متعدد ہے۔ (تحفہ اشاعتیہ ص ۲۶) یہ عقیدہ ہزاروں آیات و احادیث کے خلاف ہے۔

۴۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صرف خدا کی ذات قدیم ہے باقی تمام اشیاء حادث اور نو پیدا ہیں۔ لیکن شیعہ میں سے کا ملیہ، زہرامیہ، عجلبیہ، قرامطہ اور زاریہ فرقے کہتے ہیں کہ آسمان و زمین بھی قدیم ہیں۔ ہمیشہ سے ہیں، ہمیشہ رہیں گے۔ یہ عقیدہ بھی ہزاروں آیات کے خلاف ہے۔

۵۔ اہل حق کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ مگر شیعہ کے ستون اعظم ابو جعفر طوسی شریف مرتضیٰ اور ایک جماعت کثیر اس کی منکر ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے مقدور اور ان کے افعال پر قادر نہیں۔

۶۔ ہر چیز کا خالق خدا ہے۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ بری چیزوں کا اور بری باتوں کا خدا خالق نہیں خود بندے ہیں۔ یہ مجوسیوں کا عقیدہ قرآن و حدیث کے بالکل مخالف ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم اس کے وجود سے پہلے رکھتے ہیں شیعہ کا فرقہ شیطان جو شیطان الطاق صاحب امام صادق کی طرف منسوب ہے وہ کہتا ہے لا یعلم الاشیاء قبل كونها۔ اللہ تعالیٰ چیزوں کو وجود میں آنے سے پہلے نہیں جانتا۔ اشاعتیہ سے متقدمین و متاخرین کا ایک گروہ بھیے مقدار صاحب کنز العرفان کہ جزئیات کو بغیر وقوع اللہ تعالیٰ نہیں جانتے۔

عدل | سائل نے اس عنوان سے دو صفحے تحریر کیے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ عادل ہیں ظالم نہیں۔

مگر کوئی مسلمان خدا کے عادل ہونے کا منکر تو نہیں ہے۔ یہ بھی اللہ کی ایک ذاتی صفت ہے اور ہم سب سنی مسلمان اللہ کو عادل و منصف تسلیم کرتے ہیں کسی قسم کے ظلم و زیادتی کو اللہ کی طرف نسبت نہیں کرتے۔ مگر شیعہ کا عقیدہ۔ ایجاب علی اللہ کہ



خدا کے ذمے بندوں کے کئی واجبات ہیں۔ اسے ختم کر دینا ہے۔ کیونکہ جب کسی نے یہ کہہ دیا کہ یا اللہ تو بادی تھا مجھے ہدایت دینا تجھ پر فرض تھا۔ تو نے مجھے ہدایت نہ دی اور یہ انصاف و عدل کے خلاف ہوا۔ میں جہنم میں کیوں پھینکا جاؤں جب کہ میری غلطی ہی نہیں ہے تو خدا کو شیعہ اصولِ عدل پر لاجواب ہونا پڑے گا۔ خدا کی صفات تو سینکڑوں ہیں ہر ایک کو ماننا ضروری ہے۔ کہ مثلاً وہ حی ہے۔ قیوم ہے۔ خالق ہے۔ باری ہے۔ مصور ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ۔ رحمن۔ رحیم۔ ملک۔ قدوس۔ سلام۔ مومن۔ مہیمن۔ عزیز۔ جبار۔ متکبر وغیرہ (حشر) ہے۔ ہمیں یہ فلسفہ سمجھ نہیں آتا کہ خدا کی صفت عدل کو ہی شیعہ نے اپنے اصولِ خمسہ میں کیوں چنا ہے باقی کسی کو اہمیت نہیں دی۔ کیا باقی صفات کے شیعہ منکر ہیں۔ حالانکہ یہ ترجیح بلا مرجح نظر آتی ہے۔ قرآن کریم میں ایمانیات کے مذکور اصولِ خمسہ تو ہیں۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ  
وِرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ  
ضَلَالًا لَّا يُعْرِضُ ۝۱ (نساء ۲۰۷)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید۔ فرشتوں۔ کتابوں۔ پیغمبروں اور قیامت کا انکار کرے وہ دور کی گمراہی میں بھاڑا۔

شیعہ حضرات نے ملائکہ اور آسمانی کتابوں کو اس سے نکال کر اس کی جگہ عدل اور مفروضہ امامت رکھ دی ہے۔ جو بالکل عقل و نقل کے خلاف ہے اور شریعت میں دست اندازی اور تصرف ہے۔ شاید اس سے غرض یہ ہو کہ رُسل کی سنت کی حجیت و اہدیت کے تو وہ قائل نہیں۔ آسمانی کتاب ہی دیر پا اور محافظِ شریعت ہوتی ہے۔ اس سے جان چھڑانے کے لیے امامتِ زکائی کہ امام براہِ راست خدا کے عابدین سے علم لدنی وہی سیکھ کر آتا ہے۔ اسے دنیا میں پیغمبر وقت اور کتاب وقت سے ہدایت پانے کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی۔ نتیجہ واضح ہے کہ کتاب و سنت رسول کے خلاف جو بات رواج دینا چاہو اسے امام کی طرف منسوب کر کے رائج کر دو تمہیں کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا۔ اور مرضی اپنی کر دے۔

اہل سنت نے آیتِ بالا پر ہی اپنے ایمانِ مفصل کی بنیاد رکھی ہے۔ البتہ اس میں ۵



باتوں پر عقیدہ تقدیر اور بعث بعد الموت کا اضافہ دیگر بہت سی آیات سے کیا ہے۔  
 مثلاً اَنَا كُلُّ شَيْءٍ خَقَقْتُهُ بِقَدْرِ (ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے بنایا) وَخَلَقْتُ كُلَّ شَيْءٍ  
 فَقْدَرَهُ تَقْدِيرًا (ہر چیز اس نے بنائی ہر ایک کی تقدیر مقدر کر دی) ثُمَّ يُجِيبُكُمْ ثُمَّ  
 اِيَّاهُ تُرْجَعُونَ (پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر تم اسی کی طرف پھرے جاؤ گے)  
 نبوت و رسالت۔ اس عنوان سے چھٹے تحریر کیے ہیں۔ اور اہل سنت پر اعتراض

کیے ہیں۔  
 قولہ۔ ”غیر شیعہ مسلمانوں نے ضرورت رسول کو تسلیم تو کیا ہے۔ مگر اس کو جائز  
 الخطاب بلکہ خاطی مانا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں۔

حضرت آدمؑ نے معاذ اللہ خدا کی نافرمانی کی اور جنت سے نکال دیے گئے۔  
 حضرت ابراہیمؑ نے معاذ اللہ تین جھوٹ بولے۔ حضرت یونسؑ کو معاذ اللہ ان کے گناہوں  
 کے سبب مچھلی کے پیٹ میں رکھا گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے معاذ اللہ غرور کیا اس کی سزا میں  
 کچھ دنوں سلطنت سے محروم رہے۔ امام بخاری نے کوئی لحاظ نہ رکھا کہ حضور سرور  
 کائنات کے متعلق لکھ دیا کہ (انہوں نے حضرت عائشہؓ کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے حبشیوں  
 کا گد کا کھیل دکھایا۔ محصلہ) ابراہیمؑ دختر نعمان بن شراحیل کے ساتھ نکاح منسوب کیا جب  
 آپ نے اس سے کہا اپنا نفس مجھے دیدے۔ اُس نے جواب دیا بادشاہ زادہ بھی بازاری  
 لوگوں کو اپنا نفس مہیہ کر سکتی ہے آپ نے سوچا کہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر تسکین دوں۔  
 وہ بولی میں سمجھ سے خدا کی امان مانگتی ہوں۔ آپ نے جواب دیا تو نے بڑے پناہ دینے  
 والے سے امان مانگی ہے۔ پھر اسے سفید کپڑے دیئے اور اطلاق دے کر رخصت  
 کر دیا۔ (ملخص) پھر کہتے ہیں۔ یہی وہ تو ہیں آمیز اور من گھڑت روایات ہیں جو کتاب  
 ”تکبیر رسول“ کی بنیاد بنیں۔ یقیناً عقل سلیم رکھنے والا کوئی شخص ایسے رسول کو ہرگز  
 تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا۔ جس کا کردار صحیح بخاری وغیرہ کی مذکورہ روایات کے  
 مطابق ہو۔ عقائد کی پاکیزگی صرف مذہب شیعہ ہی کو حاصل ہے کہ رسول کو ایسے تمام  
 نقائص و عیوب سے پاک اور معصوم مانتا ہے۔ ص ۱۳، ۱۴، ۱۵ ملخصاً۔



جواب۔ خطا بھول کو کہتے ہیں جو انسانی  
نبوت سے متعلق مطامع کے جوابات

گناہ پر ہے۔ گناہ کے لیے عمدہ و ارادہ شرط ہے ارشاد ہے۔ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ  
فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ، وَلَكِنْ مَّا تَقْصِدَاتُ قُلُوبُكُمْ۔ جس بات میں تم بھول چوک  
گئے اس پر تمہارے ذمے کوئی گناہ نہیں لیکن اس پر ہے جو بارادہ قلب کیا ہوا اعتراض  
۱۔ حضرت آدم بھول گئے ان کا ارادہ ہم نے نہ پایا (ظاہر) ان آیات کے مطابق ہمارا  
عقیدہ ہے۔ قرآن میں مذکور وقوع خطا و نسیان کا انکار کیوں کریں جنت سے  
عقیدہ تقدیر اور خدا کے ازلی فیصلہ کے مطابق نکلے۔ و ان کھا نا تو بہا نہ بنا دیا گیا ہم  
کبھی یہ نہیں کہتے نہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت آدم نے "خدا کی نافرمانی کی اور جنت سے  
لکال دے گئے" یہ بہتان محض ہے۔ البتہ اس آیت کا ترجمہ آپ بھی کرتے ہوں گے الفاظ  
قرآن کا انکار کفری ہے۔ البتہ ظاہر کے مطابق ہم عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ سن ادب سے  
توجہ دیتے ہیں۔

وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ۔ اور آدم نے اپنے رب کے خلاف کیا لہذا ناکام ہے  
(ترجمہ مقبول)

۲۔ حضرت ابراہیم کے قصہ میں کذب تو رب کے معنوں میں آیا ہے۔ یا ان کے  
جلالت شان کم کچھ اعمال کو حضرت ابراہیم سے بڑے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ناقذانہ ذکر فرما دیا۔ جیسے آیت عصى آدم میں خدا نے تنقید کی۔ اپنے سے بڑے کی تنقید جائز  
ہوتی ہے اس پر اعتراض کیوں۔ اعتراض تو تب ہو کہ ہم ایسے ذکر کریں۔ البتہ شیوہ اسے  
صریح جھوٹ کہتے ہیں کیونکہ کافی باب تقیہ میں امام صادق نے تقیہ کی تعریف کرتے ہوئے  
فرمایا ہے۔

فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ وَاللَّهِ مَا كَانَ سَقِيمًا۔ ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں حالانکہ  
وہ بیمار نہ تھے۔ (توجہ جھوٹ خلاف واقعہ کہنے کا نام ہے۔)

۳۔ حضرت یونس کے متعلق بالاعبارت صریح جھوٹ ہے ہم ایسا اعتقاد نہیں



رکھتے۔ اگر کسی غیر فہم دار مفسر نے لکھا ہو تو اس کا قصور ہے۔ مجموعی مسلک پر کوئی اعتراض نہیں۔

۴۔ حضرت سلیمان کا بالاقصد غالباً انٹھری کے گم ہو جانے کے سلسلہ میں ہے۔ سو یہ اسرائیلی خرافات میں سے ہے۔ ہمارے مستند مفسرین ابن کثیر۔ قرطبی۔ روح المعانی بیان القرآن وغیرہ نے اس کی تردید کی ہے۔

۵۔ گد کا کھیل دیکھنے پر اعتراض ایک بد فہمی اور سو بطنی کا نتیجہ ہے خواہ راجپال ہندو کرے یا شیعہ بھائی!۔ یہ عیشہ کے لوگ تھے۔ مسلمان ہو گئے تھے۔ گد کا۔ جو ایک قسم کی جنگی تربیت ہے۔ کاکھیل جانتے تھے آپ نے صحابہ کرام کو تربیت دلانے کے لیے مسجد نبوی کے صحن میں ان سے یہ کھیل کھلایا۔ یہ تیر اندازی کی طرح جہاد کی تربیت و تیاری کا شعبہ تھا۔ حکم رسول علیہ السلام کے تحت کاتب ثواب تھا۔ آپ کے مکان کا دروازہ پاس ہی تھا۔ آپ کو اڑ بند کر کے اس میں کھڑے ہو گئے۔ آپ کے پیچھے حضرت عائشہؓ کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ نہ آپ کی بے پردگی ہوئی نہ مقصودی طور پر ان کے بدن دیکھے بلکہ ان کے اس فعل کو جو فی نفسہ ثواب کا کام بن گیا تھا۔ دیکھا تھا۔ اس میں گناہ یا توہین کی بات کیا ہوئی۔ مہارودوں کو باجماعت نماز پڑھتے یا طواف کرتے۔ جہاد کرتے قبل عبادت دیکھنے کی نیت سے یہی جائے تو کوئی گناہ ہے؟ جنگ احد میں حضرت عائشہؓ، فاطمہؓ ام سلمہؓ وغیرہ خواتین زخمیوں کو پانی پلاتی اور مرسم پٹی کرتی تھیں۔ ایک خاتون نے مسجد نبوی میں۔ فرسٹ ایڈ۔ کے طرز پر زخمی مجاہدوں کی مرسم پٹی کے لیے خیمہ لگایا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ جہاد اور اس کے متعلقات کے سلسلے میں عورتوں کے اختلاط پر وہ پابندی نہیں جو عام حالات میں ہے۔

۶۔ میمہ دختر شریل سے باقاعدہ آپ کا نکاح ہوا تھا۔ وہ نووارد آداب سے ناواقف تھی آپ کے خلاف مزاج حملہ بول دیا تو شرفِ زوجیت سے محروم ہو گئی جس سے واضح ہو گیا کہ آپ با اصول اور لطیف طبع تھے محض شہوانی مزاج نہ تھے تو اس میں توہین نبوی کا کیا پہلو نکلا؟۔ ممکن ہے ہندو وغیرہ غیر مسلموں نے تعددِ ازواج کے مسئلہ پر طعن کرتے



ہوئے اس ناکام شادی کو موصوفہ سخن بنایا ہو مگر شدید تو مسلمان کہلاتے ہیں تو ازدواج کے قائل ہیں وہ تو اپنے نبی اور اپنی مسلمان کی لاج رکھیں۔ غیر مسلموں کو دندان شکن جواب دیں۔ نہ یہ کہ وہ اچال ہندو کی ہاں میں ہاں ملا کر ”رنگیلہ رسول“ کو مدلل بتائیں اور اپنے پیغمبر کے فعل نکاح پر اعتراض کر کے کافر بنیں۔ آخر نکاح آپ نے خدا کے حکم سے کیا۔ اور متعدد نکاح اللہ نے خصوصاً آپ کے لیے حلال کیے۔

سورہ احزاب میں چھ قسم کی رشتہ دار غیر رشتہ دار عورتوں کی حلت کے بعد اللہ

نے فرمایا۔

وَأَمْرًا مُّؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا  
لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا  
خَالِصَةً لِّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ۔  
اور ہر مومن عورت اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے حوالے کر دے بشرطیکہ نبی کا بھی ارادہ ہو کہ اس سے نکاح کرے خالص تمہارے لیے

لیے حلال کر دی ہیں۔ یہ حکم خالص تمہارے لیے ہے مومنوں کے لیے نہیں (مقبول)  
یہ نکاح غالباً اسی زمانے کا ہے۔ لَا يَجِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ إِنْ يَتَذَكَّرَ  
بِهِنَّ مِنْ أَنْزَاكِ (اس کے بعد نہ تمہارے لیے اور عورتیں حلال ہیں اور نہ یہ بات کہ  
تم موجودہ ازدواج کے بدلے اور ازدواج کر لو (ترجمہ مقبول) سمجھئے نکاح پر پابندی اور موجودہ  
ازدواج کو نہ بدلنے کا حکم بعد میں نازل ہوا۔

جب یہ باتیں فی نفسہ طعن نہیں تو شیعہ بھائی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دشمنی کا کتنا شدید مظاہرہ کر رہا ہے۔ کہ عقل سلیم رکھتے ہوئے آپ کو رسول تک ماننے کو تیار نہیں  
منصبِ سالت کے متعلق یہ ان کا خیالی غیر واقعی تصور و عقیدہ ہے۔ کہ انسانی خاصہ بھول  
چوک اور رغبت الی الحلال سے بھی پاک ہو۔ جیسے مشرکین مکہ کا بطورِ ادب یہ تصور تھا کہ رسول  
و نبی نور می اور فرشتہ ہونا چاہیے۔ خاک کی انسان کھانے پینے کا محتاج، بیوی بچوں والا، بازرگ  
میں چلنے پھرنے والا کیسے منصبِ نبوت کا اہل ہو گیا؟ حضرت رسول پاک علیہ التحیات کے متعلق  
جو معیار اور عقیدہ قرآن نے شانِ نزول کی آیات کے ضمن میں بتلایا ہے۔ وہی برحق ہے۔  
اس میں نہ آپ کی توہین ہے نہ گنہگار ہونا لازم آتا ہے۔ اس کے برعکس محض خیالی سو و نظا



سے معصوماً معتقدہ مشرکین و شیعہ کا من گھڑت معیار ہے جس پر قرآن و سنت اور اجماع امت سے کوئی سند پیش نہیں کی جا سکتی۔

مقام رسول اور اہلسنت لشکرِ سامیہ کی تیاری میں نیت کی خرابی کا گناہ نفاق شیعہ نے آپ کے ذمے لگایا۔ (جلاء الجیون)

سنی عقیدہ میں آپ زائد و پرہیزگار تھے۔ البتہ شیعہ نے حضرت فاطمہؓ کو فدک کی وسیع و عریض جائیداد مہربہ کرنے کا الزام لگا کر آپ کے زہر کو داغدار کیا۔

ہم کبھی لذات دنیا کی طرف آپ کو راغب نہیں مانتے۔ البتہ شیعہ اعتقاد میں آپ تازیست متمنی رہے کہ اپنے داماد کو تخت و تاج کا وارث بنائیں۔

آپ مؤید من اللہ تھے کہ کبھی سہو و خطا سرزد ہوئی تو وحی کے ذریعے اصلاح ہوگئی آپ کو خطا پر قائم نہ رکھا گیا۔ مگر شیعہ نے ایسی آیات کا ہی انکار کر دیا۔ آپ خدا کے احکام کے پابند تھے۔ لہذا کوئی شادی محض اپنی خواہش سے نہیں کی جن پر شیعہ بھی کفار کی طرح جل رہے ہیں۔

آپ کا کوئی قول رفتائے الہی کے خلاف نہیں ہوا۔ لہذا آپ کی سنت کو معیار ایمان اور حجت نہ ماننے والے شیعہ ملت اسلامیہ سے خارج سمجھے گئے۔

آپ واقعی اشرف المخلوقات اور سید الانبیاء تھے۔ لہذا درج ذیل حدیث کی مطابقت آپ کے برابر آئمہ کو ماننے والے رسول اللہ کی شان کے منکر و دشمن ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ما جاربہ علی اخذہ و ما نفی عنہ انتہی عنہ جری لہ من الفضل ما جری لمحمد و لمحمد الفضل علی جمیع من خلق اللہ..... و کذا لک یمحی ائمة الہدی و احد البعد و احد

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں جو شریعت علیؑ لائے ہیں۔ میں تو وہ لیتا ہوں اور جس سے وہ روکیں رکھتا ہوں۔ آپ کی وہی شان ہے جو محمدؐ کی شان ہے اور محمدؐ کو اللہ نے اپنی تمام مخلوق پر (ما سوا ۱۲ آئمہ کے) فضیلت بخشی ہے۔۔۔ یہی شان و منصب



(اصول کافی ضابطہ لکھنؤ) یکے بعد دیگرے باقی آئمہ بدعی کا ہے۔

ذرا سوچئے کہ شریعت محمدیہ اور ختم نبوت کا صفایا نہ ہو گیا۔ جبکہ ۱۲ آئمہ وہی شان اور منصب پا کر مستقل شریعت کے ساتھ دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث مانے گئے۔ اور کیا خط کشیدہ پاکیزہ، چلے چرانے میں شیعہ کی عیاری واضح نہ ہو گئی کہ دراصل یہ اعتقادات اہل سنت کے ہیں شیعہ ان کے عملاً و اعتقاداً مخالف ہیں مگر جاہل عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ان کو اپنا عقیدہ اور اہل سنت کو ان کا مخالف بتایا۔ شیعہ باتم سے خدا سمجھے۔

پیغمبر کے لیے معصوم ہونا کیوں ضروری ہے؟

اس عنوان کے تحت موصوف لکھتے ہیں۔ ”نسیان یعنی بھول چوک مان لینے میں ان کی شریعت سے اعتقاد ہی اٹھ جاتا ہے اور ممکن ہو جاتا ہے کہ بھول جانے کی وجہ سے اصل احکام کی بجائے کچھ اور ہی سنادے یا کسی اہم حکم کو بہت پانا یاد ہی نہ رہے۔“  
 ص ۱۶ پر لکھتے ہیں۔ ”انہی لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسولؐ دینی معاملات میں بھی بھول جاتا کرتے تھے اور وہ بھی یہاں تک کہ ایک روز بھولے سے نماز میں بتوں کی صفت ثنا کرنے لگے (معاذ اللہ) کبھی کبھی نماز بھی غائب کر دیتے تھے۔ اور قرآن مجید کی آیات بھی غوٹا یاد نہ رہتی تھیں جیسا کہ صاحب بخاری شریف لکھتے ہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے بوقت شب ایک مرد کو قرآن پڑھتے سنا پھر فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت جو کہ فلاں فلاں سورت کی بھلا دیا گیا تھا یاد دلادی۔“

جواب۔ شیعہ نے یہ مسئلہ مخالفہ انگریزی کے طور پر مطلب سہو و نسیان کا مسئلہ | برآری کے لیے بیان کیا ہے۔ سوال ۵۲ میں اسے دہرایا

ہم وہاں مفصل جواب دے چکے ہیں۔ یہاں چار اجزاء میں تجزیہ کے ساتھ جواب پیش خدمت ہے۔ ۱۔ شریعت کے کسی حکم کی تبلیغ میں سہو و نسیان کا کوئی قابل نہیں یہ الزام اور بناوٹی تقریر محض جھوٹی ہے۔ البتہ عیر اسم اور غیر تبلیغی امور میں امکان عقلی ہے مگر یہ سنی و شیعہ کا اتفاقی مسئلہ ہے۔ متاخرین شیعہ جو قرآن کے منکر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ منکر ہیں۔ ورنہ



علامہ طوسی صاحب تہذیب الاموال اور الاستبصار جیسے شیعہ مذہب کے ستون اس کے قابل ہیں۔

وہ آیت کریمہ **وَإِنَّمَا يُنِيسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدَ بَعْدَ الذَّكْوَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ**۔ اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ ترجمہ مقبول کی تفسیر میں تفسیر البیان پ میں لکھتے ہیں۔

”جبائی مستزنی نے کہا ہے کہ یہ آیت شیعہ پر حجت ہے کہ وہ سہو و نسیان پیغمبر کے قابل نہیں۔ مگر شیعہ پر یہ (لفظی سہو و نسیان پیغمبر کا) الزام صحیح نہیں کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ان پر سہو و نسیان ان باتوں میں جائز نہیں جو وہ اللہ کی طرف سے پہنچاتے ہیں۔ ان کے ماسوا امور میں شیعوں کو جائز کہتے ہیں۔ کہ آپ وہ بات بھول جائیں یا چوک جائیں جب تک کہ کمال عقل میں خلل کا شبہ پیدا نہ ہو اور سہو و نسیان ان پر کیسے جائز نہ ہو حالانکہ وہ سوتے ہیں بیمار ہوتے ہیں ان کو غشی و بیہوشی ہوتی ہے۔ بنید بھی سہو ہے اور وہ بہت سے اپنے کیے ہوئے کام اور زمانہ ماضی میں اپنی آپ بیتی بھول جاتے ہیں۔ (تفسیر البیان ج ۲ ص ۴۷۱) و مجموع البیان طبرسی مقام ہذا۔

شیعہ بھائی کو چاہیے کہ یہ متفقہ عقیدہ پڑھ کر سیدہ کو بی شروع کر دے یا پھر محقق طوسی اور تاملین نسیان کو منکر شریعت بنا کر تبیان اور تہذیب و استبصار جیسی تمام کتب شریعت کو آگ لگا دے۔

۲۔ نماز میں بھول کر بتوں کی تعریف کرنے کا الزام محض جھوٹا ہے تبھی تو حوالہ نہیں دیا۔

البتہ اس سے متعلق بات مفسرین نے اس آیت کے تحت لکھی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَحْنُ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى الْفَلَقُ الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكُمُ اللَّهُ آيَاتِهِ (پہ انبیاء ص ۷۷)

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ جس وقت اس نے کوئی خواہش کی شیطان نے اس کی خواہش میں کوئی دہ کوئی دخل دیا پس شیطان جو دخل دیتا،

اللہ اس کو مٹ دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔ (ترجمہ مقبول)



اہل سنت صحیح ترین تفسیر اس آیت کی بہ کرتے ہیں کہ تمنیٰ کا معنی قرآن پڑھنا ہے۔  
 کیونکہ لفظ احکام آیات اس کا قرینہ ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی پیغمبر تلاوت آیات  
 کرتا ہے شیطان ان کے ہم آواز ہو کر اپنی بات ملاتا ہے۔ مگر اللہ اس کی بات کو جلدی مٹا  
 دیتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے سورت نجم کی آیت اخرا یم اللات والعزیٰ ومن  
 التالۃ الاخرا یم۔ (آیات تم نے لات وعزیٰ کو اور ایک اور تیسرے منات کو دیکھا؟) پڑھی  
 تو شیطان نے ان کی مدح میں حضور کے ہم آواز ہو کر یہ کلمات بولے تھو الغرابیق  
 العلیٰ و انما شفاعتھن لئن تجی۔ (یہ بت بڑی شان والے ہیں ان کی شفاعت کی امید  
 ہے)۔ مگر کہیں نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سمجھا اور خوب پرہیزگیا۔  
 جیسے ان کا تابعدار شیعہ بھی آج کر رہا ہے۔ تو مسلمانوں کی پریشانی دور کرنے کے لیے اللہ  
 نے آیت نازل فرما کر حقیقت حال واضح کر دی۔ شیعہ کی بددیانتی اور خیانت پر بار بار تعجب  
 آتا ہے۔ بات کیا ہوتی ہے اور کیسے بنگڑ رہا کر اپنا الوسیدھا کر لیتے ہیں۔ چوں ندیدہ  
 افسانہ زدند۔

شیعہ کی تفسیر پر یہ الزام مضبوط ہوتا ہے کہ وہ ترجمہ کی روشنی میں تمنیٰ کی تفسیر  
 خواہش سے کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر پیغمبر کی خواہش میں شیطان کچھ نہ کچھ دخل دیتا  
 ہے۔ اب بتائیے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات اور افعال قلبیہ پر شیطان  
 حاوی ہو گیا۔ تو ان کے کسی قول و فعل پر اعتما کیا رہا۔ گو خدا اس دخل شیطان کو مٹا ہی  
 دے۔ مگر شیعہ مزاج تو اسے قبول نہیں کرتا وہ تو گاتا پھرے گا جس نبی کی خواہش میں  
 شیطان کا دخل ہوا اس کا کیا اعتبار؟ تو اعتراض شیعہ حوں کا توں ان کے گھر میں باقی  
 ہے۔

۳۔ آپ کبھی کبھی نماز بھی غائب کر دیتے تھے۔ "گو اس محض ہے ایسے لوگوں پر  
 اللہ کی ہزار لعنت ہو۔ دراصل یہ ایک ہی مرتبہ کالیلۃ التحریس کا قصہ ہے کہ ایک بہاد  
 واپسی پر رات بھر آپ بمبہ لشکر سفر کرتے رہے۔ سواری کے وقت تھکاوٹ سے چوراہ  
 نیند سے مجبور ہو کر سو گئے۔ حضرت بلالؓ کو پہرہ دینا پڑا کہ جب صبح روشن ہو آذان دیکر



جگا دینا۔ وہ اونٹ کے پلان سے ٹیک لگا کر بیٹھے تو سو گئے۔ کوئی بھی نہ جاگ سکا حتیٰ کہ سورج کی گرمی سے سب حضرات جاگے۔ آپؐ نے استغفار کرتے ہوئے نماز کی تیاری کی اور فجر کی قضا نماز باقاعدہ آذان و اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھائی۔  
یہ قصہ کتب اہل سنت کے علاوہ خود شیوخ کتابوں میں بھی ہے۔ نئی سے اٹھنا انسان کے بس میں نہیں۔ اللہ حبیب اٹھائے اس کی مرضی ہے۔

یہاں امت محمدیہ کو قضا نماز کی تعلیم دلانے کے لیے سب کو سلا دیا۔ تو اللہ کے اس فضل پر اعتراض کیسا۔ جیسا کہ فروع کافی ج کتاب الصلوٰۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جیسے امر دین میں بھولنے کی صریح احادیث ہیں۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا رکعت کی نماز میں دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا۔ ایک مقتدی نے پوچھا کیا نماز میں تبدیلی ہو گئی؟ آپؐ نے فرمایا وہ کیسے؟ صبح پڑھنے عرض کی۔ آپؐ نے تو دو رکعت پڑھائیں۔ تو آپؐ نے پوچھا اے ذوالبدین جیسے ذوالشمالین کتنے تھے کیا ایسا ہی ہوا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ پھر آپؐ نے بنا کی اور چار رکعتیں پوری کیں۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ یہ خدا ہی نے آپؐ کو پہلایا تاکہ امت کے لیے رحمت ہو۔ اور ایسی ایک روایت امام ابو الحسن الاول سے بھی مذکور ہے۔ (فروع کافی ج ۱ ص ۳۵۷-۳۵۸)

اب تو کتب شیعہ ہی سے امور دین میں سہو و نسیان کے علاوہ آپؐ کے علم غیب کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ کاش شیعہ امام صادق کو صادق سمجھ کر مانتے اور من گھڑت مذہب سے توبہ کرتے۔

ہم حضرت عائشہؓ کی روایت میں کسی سے سن کر ایک روایتوں کا ذہن میں عود کرانا اتفاقی بات ہے۔ انسان کے ذہن سے ایک چیز اوجھل رہتی ہے۔ (بالکل فراموش کر دینا روایت میں مراد نہیں) پھر کسی کے پڑھنے سننے سے ذہن میں تازہ عود کر آتی ہے یعنی ذہن اس کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اس میں اعتراض کا کوئی پہلو نہیں۔

معصوم کے سہو و نسیان پر شرعی دلائل بکثرت آیات و احادیث میں سے چند



حاضر خدمت ہیں۔ ترجمہ: تیرا کیا ہے۔

۱۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ  
مَخَشْيَیْ وَلَمْ یُخْلِ عَمَّا دَرَطَ

پختگی نہ پائی۔

۲۔ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّی لَنُکْمِلُنَّ النَّارَ حِجِّینَ  
فَدَلَّهُمَا بِغُرُورٍ (اعراف)

طرح دھوکے میں ان کو ڈانواں ڈول کر دیا۔

۳۔ وَادْكُرْ تَرَاتُکَ إِذَ النَّسِیْتَ

۴۔ وَإِنَّمَا یُلْسِیْکَ الشَّیْطٰنُ فَلَآ

تَقْعُدُ بَعْدَ الذِّکْرِی (پ ۱۴)

۵۔ فَإِنِّی لَنَسِیْتُ الْحَوْتَ وَمَا

النَّسَیْنِیْہُ إِلَّا الشَّیْطٰنُ اِنْ اَذْکُرَ

(کہف)

۶۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْکَ لَمْ اَذْنَبْ لَهُمْ

حَتّٰی یَلْبِیْنَ لَکَ الذِّیْنَ صَدَقُوا

وَلَعَلَّکُمْ اُنْکٰذِبِیْنَ (توبہ ۱)

کھل جاتا کہ کچے کون ہیں اور تیرے کو بھی آپ جان لیتے۔

۷۔ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ رَہْ سَرَادٍ

حَتّٰی اُتٰی بِخَبْرٍ فِی الْاَرْضِ فِیْ رُیُوسِ

عَرَضِ النَّبِیَّاءِ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ

(الفال ۹)

۸۔ وَاَمَّا مَنْ جَاءَکَ یَسْعٰی وَهُوَ

یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْہُ تَلْہٰی کَلَامَہٗ

اور آدم کو ہم نے پہلے ہی ایک حکم دیا تھا  
پس وہ اس کو بھول گئے اور ہم نے ان میں

ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں ضرور  
تمہارے خیر خواہوں سے ہوں اور اس

اور عیب بھول گئے ہو تو اللہ کو یاد کر لو۔

اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آجائے

کے بعد ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔

تو میں مچھلی کو بھول گیا تھا اور شیطان

ہی نے مجھے یہ بات بھلا دی تھی کہ میں اسے

یاد رکھتا۔

خدا آپ کا بھلا کرے آپ نے ان کو ارہ

جانے کی اجازت دے کیوں دی۔ اور

لاتنا توقف کیوں نہ کیا کہ آپ پر خود بخود

کھل جاتا کہ کچے کون ہیں اور تیرے کو بھی آپ جان لیتے۔

نبی کے پاس جب تک کہ وہ ملک میں غالب

نہ آجائے قیدیوں کا ہونا مناسب نہیں

ہے تم سامان دنیا کے خواستگار ہو۔ اور

اللہ آخرت چاہتا ہے۔

اور وہ جو تیرے پاس نیکی کی غرض سے

آتا ہے اور وہ خدا سے بھی ڈرتا ہے۔



تذکرۃ - (عس پ) تو اس سے تو اعراض کرتا ہے بحق یہ ہے کہ یہ قرآن کا سورہ (تو ایک نصیحت ہے)۔

۹۔ حضرت علیؑ نے صفین میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا مجھے ٹھیک اور حق بات بتانے سے نہ کرنا اور منصفانہ مشورہ دینے سے پہلو تھنی نہ کرنا کیونکہ میں اپنے نفس میں غلطی کرنے سے بالا نہیں ہوں اور نہ مجھے اپنے کاموں پر بھروسہ ہے بجز اس کے کہ مالک درست کر دے جو مجھ سے زیادہ مجھ پر اختیار رکھتا ہے۔ میں اور تم سب رب کے مملوک غلام ہیں وہ ہماری جانوں کا اتنا مالک ہے کہ ہم نہیں اسی نے ہم کو نادریستی سے نکال کر درست کاموں میں لگایا اگر اسی کے بعد ہمیں ہدایت میں بدل دیا۔ اندھے پن کے بعد ہمیں دل کی روشنی عطا فرمائی (کافی کتاب الروضۃ ص ۳۵۷ ایرین جدید) نہج البلاغۃ ج ۱ ص ۳۶ خطبہ صفین)

آیات بالا نے انبیاء کرامؑ کے سہر و نیان اور علم غیب کا مسئلہ حل کر دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خطبہ عابدی نے ان مسائل کے علاوہ - عقیدہ عصمت امۃ - پیدائشی اسلام و ہدایت اور امۃ سے مختار کل ہونے کے شیعہ باطل عقیدے کو تفسیر میں مذہب - اب جو شیعوں کے ذمہ دار لوگ - ان تمام آیات و احادیث سے اعراض کر کے عمدتاً تلمذ کر رہے ہوئے عقیدہ عوام کار انجام کو مفاد دنیا کی خاطر گمراہ کرتے ہیں - ملحد بھی ہو چکے ہیں وہ خدا و رسول اور امۃ کو کیا جواب دیں گے؟

علم غیب - قدر - قرآن مجید میں تمام علوم و فنون و حیرت میں نہاد کوئی علم یا نبی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم ہوں - دوم یہ کہ آیت قرآن ہے کہ "اسے رسول جو تم نہیں جانتے تھے وہ سب ہم نے سکھا دیا۔ پچ لسنار آیت ۱۳" اب سوال کرتے جائیے کہ رسول غیب جانتے تھے؟ اگر جانتے تھے تو پیکر انبیاء تو خدا نے بلا دیا لہذا عالم الغیب ہوئے۔

جواب۔ ہم ان منت حننہ اور عقیدہ تزلزل ملک و دیر بند کا یہ عقیدہ ہے کہ مردہ کائنات علیہ فتنہ و اضطرابات تمام مخلوقات جن والنس و درجہ سے بڑھ کر عالم تھے۔ زمین و آسمان کے مدبر آپ کو دیئے گئے۔ تیر - تیر جنت - دوزخ و صفات الہی - بعض



مکونے امور کے متعلق ہزاروں باتیں جو پردہ غیب میں تھیں۔ بذریعہ وحی و اختار آپ کو بتادی گئیں۔ جن کو خدا نے یوں تعبیر فرمایا۔

زَنَّاكَ مِنْ أَنْبَاءِ غُيُوبٍ نُوحِيهَا إِلَيْكَ  
مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا هُوَذَا

نہ تمہاری قوم۔

تو ہم یوں کہتے ہیں کہ آپ کو انباء غیب۔ اخبار غیب حاصل تھیں۔ بہت سی غیبی باتوں کو آپ جانتے تھے۔ مگر یوں ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ عالم الغیب تھے۔ یا کائنات کے تمام غیب جانتے تھے یا آپ کو یہ ملکہ حاصل تھا کہ جب بھی کوئی بات جانا چاہتے دعا الہامہ اور وحی کی آمد کے بغیر جان لیتے۔ کیونکہ یہ چیز قرآن کریم کی سینکڑوں آیات کے مخالف ہے۔ علم غیب کلی رکھنا یا عالم الغیب ہونا خاصہ خداوندی ہے۔ یا قادر علی الغیب فی ای صحن ہونا خزانہ غیب میں رخنہ ڈالنا ہے۔

**علم غیب خاصہ خدائی ہے | چند آیات پر غور فرمائیں۔ ترجمہ مقبول کا ہے۔**

۱۔ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (پ ۱ ع ۱)  
جانتا۔

۲۔ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ (انعام ع ۱)  
آگاہ ہے۔

۳۔ إِنْ أَرَادَ اللَّهُ عَارِضَ غَيْبٍ سَمَوَاتٍ وَآرَضٍ إِنَّهُ عَالِمُ بَدَائَتِ السُّرُورِ  
بے شک اللہ آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ یقیناً وہی دور



(فالمع ۴)

۴۔ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنِ امْتَدَّ يَدَهُ مَسْ دُوًّا عَلٰی  
اِسْتِفَاقٍ لَا تَعْلَمُهُمْ خَنَ تَعْلَمُهُمْ۔

(توبہ مع ۱۳)

۵۔ قُلْ لَا اَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ  
اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا اَقُولُ لَكُمْ  
بَنِي مَلَكُوتٍ۔ (انعام مع ۵)

فرشتہ ہوں (لفظ یہ کہ شیعہ مترجم نے غلط بڑھایا ہے)۔

۶۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَ كَ عِلْمُ اسَّاعَاتٍ وَ  
يُنْزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ  
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ  
غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِمَا يَأْتِي اَرْضَ  
تَمُوتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔

(لقن آخری آیت)

بڑا جاننے والا اور باخبر ہے۔

۷۔ قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا  
نَفْعًا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ  
الْغَيْبُ لَا سْتَكُنْتُ مِنَ الْخَيْرِ  
وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْعُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيرٌ  
وَلَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔

(اعراف ۲۳۶)

ایمان رکھتے ہیں فقط ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

آیات بالکل واضح اور قطعی المفہوم ہیں کہ علم غیب نہ صمد خداوند اور نہ بشر کہ

کے حمل سے (لوہ پور) کا ہ ہے۔

اور بعض اہل مدینہ سے بھی لفاق پڑے  
ہوئے ہیں۔ اسے رسول اتم ان کو نہیں جانتے  
ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔

تم کہہ دو میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے  
پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں  
غیب دان ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں

بے شک قیامت کا علم تمہاری پاس ہے  
اور وہی مدینہ برساتا ہے اور وہی یہ  
جانتا ہے کہ حمل میں کیا ہے اور کوئی شخص  
یہ نہیں جانتا کہ کل اس کے نصیب میں  
کیا ہے اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کس  
سرزمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ

تم یہ کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے لیے نہ کسی  
نفع کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی نقصان  
کا سوائے اس کے جو اللہ کو منظور ہو اور  
اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر و  
خوبی اکٹھی کر لیتا اور خرابی تو مجھ کو چھو بھی  
نہ جاتی۔ اللہ میں تو ان لوگوں کے بے خبر



امام الاولین و الآخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت الہی میں نہ شریک ہیں نہ آپ کو عالم الغیب کہا جائے گا گو آپ بعض اخبار غیب جانتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پندہ بنانے پھونک مار کر اڑانے سے خالق اور محی نہ کہا جائے گا۔ کوئی شخص کسی کو بظانے الہی کھلا پلا دے اسے "رازق" نہ کہا جائے گا۔

شیعہ کی احادیث بھی اس کی نفی کرتی ہیں۔ مثلاً معراج والی حدیث کافی میں ہے۔ کہ جب آپ واپس آئے تو مشرکین نے تکذیب کی انہوں نے مسجد بیت المقدس کی چیت دروازوں کے متعلق سوالات شروع کیے آپ پر لیشان ہوئے تو اللہ نے بیت المقدس سامنے کر دیا جو وہ پوچھتے آپ جواب دیتے جلتے تھے۔ (محصلہ)

در حقیقت شیعہ اپنے ان کو خدائی صفات میں شریک اور عالم الغیب مانتے ہیں۔ کافی میں باب ہے۔ ان لا ائمة یعلمون الغیب کلا۔ تو انہوں نے سخت مٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہ عقیدہ بنا دیا۔ پھر یہ جہلا اہل سنت کو دسے دیا۔ صدی پہلے سے ان کے بعض علماء نے اسے اپنا لیا۔ اب وہ قرآن کی صاف صاف نفی علم غیب پر کئی آیات سے بھی انکار کرتے ہیں یا مانند انکا تاویل کرتے ہیں اور یہ نہیں مانتے کہ اس عقیدہ سے حضور علیہ السلام کے مرتبہ عالی میں ترقی تو نہیں ہوتی۔ کہ آپ کا مرتبہ ہمارے عقائد کا محتاج و تابع نہیں۔ ہاں شیعہ کا عقیدہ گمراہی پر مبنی ہے یا وہ اس کے ذریعے اہل سنت کے دو گروہ بنا کر ان کو آپس میں لڑا کر مڑو کرتے اور اپنی کشتی سلامت ترقی کے ساحل پر لے آتے ہیں۔ فوا اسفاء۔ یلیت قومی یعلمون ہمکائد المشیعة الرافضة۔

سورة نساء کی آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کا مطلب وہ لیا جائے گا جو دیگر آیات کثیرہ کا مخالف نہ ہو۔ یا موصولہ عموم و خصوص دونوں کے لیے آتا ہے (جامی) اور عموم بھی کبھی حقیقی ہوتا ہے۔ جیسے خدا کی طرف علم کی نسبت ہو۔ اور کبھی اضافی ہوتا ہے۔ جب انسانی معلومات کی انسان کی طرف نسبت ہو کہ وہ بہر حال محدود و ناقص ہیں۔ یہاں خصوص مراد ہے یعنی منافق طلحہ بن ابیرق کے چور ہونے کی حقیقت بت



کو بتلا دی۔ اور آپ کو غلط فیصلہ دینے سے بچایا۔

امامت۔ اس عنوان سے اہل سنت پر گرفت کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں۔  
عالمین کے رسول کے جانشین کے لیے یہ لازم نہیں سمجھا کہ اسے عالم، پاک نفس، سخت  
پابند احکام ہونا چاہیے بلکہ عملاً یہ تسلیم کیا کہ کیسا بھی کوئی شخص ہو جاہل ہو یا عالم خود رائے  
ہو یا پابند شرع۔ بخیل ہو یا غنی سب جانشین پیغمبر ہو سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ) یہی وجہ ہے  
کہ یزید بن معاویہ جیسے فاسق و فاجر شخص کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چھٹا  
خلیفہ تسلیم کیا (شرح فقہ اکبر) اور عبداللہ بن عمر بن خطاب نے مسجد نبوی میں یزید  
کی حمایت و وکالت کرتے ہوئے کہا۔ ہم نے یزید کی بیعت خدا اور رسول کی بیعت پر کی  
ہے۔ (بخاری کتاب الفتن)

جواب۔ یہ نرا بھونڈا استدلال اور جھوٹ محض  
اہل سنت کا معیار امامت ہے کہ ہم شرائط خاصہ سے قطع نظر کر کے ہر شخص  
کو خلیفہ شرعی اور جانشین رسول مان لیتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء  
میں خلیفہ کی شرائط یہ بتائی ہیں۔

۱۔ مسلمان ہو۔ ۲۔ عاقل بالغ ہو۔ ۳۔ مرد ہو۔ ۴۔ متکلم اور سمیع و بصیر ہو۔ ۵۔  
مجتہد ہو۔ اس میں علم دین کا کمال آگیا۔ ۶۔ عادل ہو۔ اس میں امتی و پرہیزگاری کی  
شرط بھی آگئی۔ ۷۔ قریشی ہو۔ ۸۔ علی قول اصح کتابت بھی شرط ہے۔  
یزید جمہور علم و کسے نزدیک خلیفہ شرعی نہیں تھا۔ ملا علی قاری نے بعض کا قول  
نقل کیا ہے۔ مجموعی مساب مختار نہیں فرمایا۔ البتہ جو لوگ یزید کو خلیفہ جائز بتاتے ہیں۔  
وہ شرائط بالا میں ترمیم نہیں کرتے بلکہ اسے غیر فاسق اور عادل قابل خلافت مان کر  
تسلیم کرتے ہیں۔ اب ہا اس کا فسق و فجور تو قرآن میں تو اس کا ذکر نہیں۔ احادیث  
صحیحہ صریحہ میں بھی نام کی تعین کے ساتھ مذکور نہیں۔ صرف تاریخ کا بیان ہے۔ اور  
اس بیان فسق کا آغاز تخت خلافت پہنچنے کے بعد نہیں ہوا۔ بجز اہل کوفہ کے انہی  
لگانے کے۔ سیدنا حضرت حسینؑ منہدم کی شہادت کے بعد بھی نہیں ہوا کہ ہر کسی نے



اہل کوفہ کو علامت کی کہ ابن بنت رسول کو بلا کر بن زیاد سے مل گئے اور قتل کر دیا اب محرم کے لیے مکھی اور جوں مارنے کا مسئلہ پوچھتے پھر سترہ (بجاری) اس کا نماز سب سے پہلے ۶۳ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے و غیروں کی طرف سے ہوا۔ جبکہ معاشرین میں کی تروید بھی کرتے رہے۔ پھر حرہ کے سانحہ کے بعد اسے پانی بلا۔ پھر خلیفہ عباسیہ کے دور میں سیاسی مخالفت کی وجہ سے ایسی باتوں کی زید وغیرہ کے متعلق خوب تشہیر ہوئی۔ درودہ تاریخ کا جزو بن گئی۔ پھر علم کلام والوں نے اسے مافقوں کا تسلیم کیا۔ پھر رفتہ رفتہ افکار تشیع کے فروغ اور پروپیگنڈہ نے اسے گھر گھر پھیل کر گالی بنا دیا۔ اب شیعہ کو اپنے میں کارنامے پر بڑا فخر بھی ہے۔ نام زید سے نفرت اور زیدیت سے پیار ان کا امتیازی شہادت ہے۔ الغرض جن علماء نے اسے بنا بر شہرت یا احادیث میں مبہم اشارات کی بنا پر فاسق جانتا ہو نے ہرگز اسے خلیفہ نہ مانا۔ جمہور علماء دیوبند بھی نہیں مانتے۔ اور جنہوں نے اپنی منفرد گہری تحقیق اور دیانتدارانہ رائے سے اسے خلیفہ تسلیم کیا جن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور علی بن زین العابدینؓ۔ شیعہ کے امام چہارم (جیسے بزرگ بھی ہیں۔ انہوں نے اس کے فتنے کو تسلیم نہ کیا نہ بغاوت کو جائز سمجھا۔ وَلِكُلِّ وَجْهٍ مِّنْهُ مَوْجِبَةٌ تُوَابِلِ سُنَّتِ كَا "مِیاءِ خلافت" قابل طعن نہ ہوا۔

### جانشین رسول کی انتہائی ضرورت کیوں ہے؟

قولہ کیا سرکار رسالت نے دنیا سے رحلت کے بعد امت کو یونہی عمارت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا؟ ہرگز نہیں۔ آپؐ نے اپنے پیچھے نظام زندگی ایک منظم و مربوط اور مکمل دستور حیات قرآن کی صورت میں چھوڑا۔ یہ امر مسلم ہے کہ تعلیمات معلوم کی تفسیر و تشریح کی محتاج ہوا کرتی ہیں۔ جو شخص لوگوں سے یہ چاہتا ہے کہ مفہوم قرآن کو رسول کے ارشادات سے سمجھنے کی بجائے وہی مفہوم تسلیم کر لو جو میں کہوں تو وہ شخص یقیناً گمراہ اور مریشیں جہل مرکب ہے۔ تفسیر بالراے کرنے سے ایسا ہی کہتے ہیں ائمہ

جواب۔ محترم یہی تو ہمارا اصول ہے جسے آپؐ پر کر پناہ طلب لگانا چاہتے ہیں۔ کہ حلیت رسول مقبول کے بعد قرآن کریم مکمل دستور حیات ہے۔ مفہوم قرآن کی تشریح



رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال سے ہی متبر ہے جسے سنت کہتے ہیں۔ اور اس سنت نبوی کی بجائے ۱۲ اشخاص کو امامت کے نام سے (یہ اختیار دے دینا کہ وہ جو کہیں تسلیم کر لیا جائے۔ تو یہ یقیناً گمراہی اور تفسیر بالرائے ہے۔ ارشادات رسول کو عملاً منسوخ جان کر اس عقیدہ امامت کو حضور علیہ السلام کی جانشینی اور بدل ماننے والے اور اقوال آئمہ ہی کو تفسیر قرآن یا سب کچھ جاننے والے شیعہ حضرات اپنے اصول و فتویٰ کی۔ دسے جہل مرکب کے مرض بنے اور اپنے آئمہ کو بھی غیر شعوری طور پر گمراہ بتایا۔ حضور علیہ السلام نے امت کو حالات کے رحم و

جانشین رسول کتاب سنت ہی ہے | کرم پر نہ چھوڑا بلکہ شد و مد سے تاقیامت

قرآن و سنت کو اپنانے کی تعلیم دی۔ گلے از گلزار سے، نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان کو تھا ہو گے گمراہ نہ ہو گے

کتاب اللہ اور سنت نبوی (موطا امام مالک ص ۳۶۳)

۲۔ لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں خلیفہ چھوڑی ہیں۔ ان پر عمل کرنے کے بعد

گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گی حتیٰ کہ حوض پر پہنچیں

گی۔ (سنن دا قطنی ص ۵۲۹)

۳۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حجة الوداع میں خطبہ دیا تو فرمایا

... اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم اس سے تمسک نہ کرو گے

کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور سنت نبوی (مسند رک حاکم ج ۱ ص ۹۳)

۴۔ بروایت انس بن مالکؓ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے اپنے بعد تم میں وہ چیز چھوڑی

ہے کہ جب تک تم اس کو پکڑو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور تمہارے نبی کی

سنت۔ (اخبار اصعبان لابن نعیم ج ۱ ص ۱۲۱)

۵۔ میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تمہارے سنا۔ کتاب اللہ اور میری سنت

یہ اس وقت تک جدا نہ ہوں گی جب تک کہ حوض کوثر پر نہ پہنچیں۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۱۲۱)

بحوالہ ابی النضر سجزی و حیدر آباد دکن،



۶۔ اے لوگو! میری بات سنو۔ میں نے تبلیغ کر دی اور تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان سے اعتصام کرو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت (تاریخ طبری از ابن ابی نجیح ج ۳ ص ۱۶۹)

۷۔ بروایت ابو سعید خدریؓ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ لوگو! میری بات پلے باندھ لو۔ میں نے تبلیغ کر دی ہے اور تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم اس سے تمسک کرو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ ایک واضح بات ہے۔ اللہ کی کتاب اور سنت نبویؐ۔ (سیرت ابن ہشام خطبہ حجة الوداع)

۸۔ بروایت ابو سعید خدریؓ حضور نے مرض و فات میں ایک صبح کی نماز میں فرمایا۔ میں تم میں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تم میری سنت کے ذریعے قرآن کی تشریح کرو۔ تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی۔ تمہارے قدم نہ پھسلیں گے۔ تمہارے ہاتھ کوتاہ نہ ہوں گے جب تک ان دونوں کو پکڑے رہو گے۔ (صواعق محرقة از ابن ابی الرضا ص ۷۷)

۹۔ بروایت ابن عباسؓ حضور نے حجة الوداع میں فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک ان پر عمل کرو گے گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۱۰ ص ۱۰۷)

۱۰۔ اسی صفحہ پر ابو ہریرہؓ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے۔  
۱۱۔ ”میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان سے تمسک کرو گے گمراہ نہ ہو گے۔ (جامع بیان العلم و فضلہ)

۱۲۔ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۹۲ کتاب العلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی یہی روایت ہے۔ (کلمہ از رسالہ حدیث ثقلین مولانا محمد نافع جہنگ)

شیعہ حضرات کو یہی یہ اصول ماننا پڑا کہ بدرحلت رسول منقبوا کتاب و سنت ہی خلیفہ ہیں۔ جن سے اپنا اختلاف رفع کرانا ہو گا۔ چنانچہ کافی ہیں باب ہے۔ باب الردالی الکتاب والسنۃ۔ اور یہ کہ حدال و حرام یا انسانی ضرورت کی کوئی چیز بھی



ہو اس میں کتب و سنت کا فتویٰ موجود ہے۔ پھر امام باقر کی یہ حدیث ہے۔

ان الله تبارك وتعالى لم يدع  
شیئاً یحتاج الیه الا انزلہ فی  
کتابہ و بینہ لرسولہ صلی اللہ علیہ  
وسلم (کافی ج ۵)۔

اور خود اللہ پاک نے بھی تاقیامت یہی واجب رہنمایا ہے۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى  
اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِنَّهُ لَمُتَوَكِّلُونَ  
پس اگر تم میں اختلاف ہو تو اس کے رسول (نساء ۵۹)

لوٹو۔ فیصلہ چاہو، اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر قیامت کو مانتے ہو۔ (غیر مقبول)

جب قرآن و سنت کا بعد از پیغمبر مرجع  
جانشین کی حیثیت سے صحابہ کی خدایات  
ہونا ظہر من الشمس ہو گیا تو اب صرف دو باتوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ کہ اس  
کی روایت امت تک کون کرے۔ دوم یہ کہ اجتماعی نظام میں بطور حکومت اسے نافذ  
کر کے عملدرآمد کون کرائے۔

پہلا کام تمام اصحاب رسولؐ، تلامذہ نبوت نے سنبھالا۔ جیسے کسی کامیاب معلم کے  
شاگردان رشید اپنے استاد کی امانت دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اور ہمارے اعتقاد  
میں یہ لوگ عاقل راست گو، جھوٹ اور افتراء علی رسول سے میرا اور امت کے افضل  
تر ہیں لوگ تھے۔ منصف مزاج شیعہ بھی یہی کہتے ہیں۔ مدائش ہو۔ منتہی الدعاں شیخ عباس  
قمی ص ۲۔ آج قال رسول کی سنہری ڈالی کے ساتھ ہزاروں ہزار فرامین نبوت، ہماری  
صحاح ستہ، مسند احمد، مستدرک حاکم، بیہقی، دارقطنی، کتب مسانید، کتب معاجم،  
کتب نہوائہ، صحاح وغیرہ میں مذکور ہیں۔ باقاعدہ علم۔ جہاں مدوان سب سے نیچے سند میں  
کسی راوی کی پڑتال کرنی ہو تو اسی ہزار رجال حدیث میں سے اس کا حال معلوم کیا جاسکتا



ہے شیعہ مؤلفین میں سے صاحبِ علم و دستِ علامہ محمد حسین ڈھکوا اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ ص ۱۲ پر رقمطراز ہیں۔

”اصحابِ ائمہ کا دینی امور میں اہتمام“ چونکہ دین اور بالخصوص اصول دین کا معاملہ بڑا ہی نازک ہے۔ اصول عقائد میں معمولی سی لغزش انسان کو ابدی ہلاکت کا شکار اور آتشِ جہنم کا ایندھن بنا کر رکھ دیتی ہے۔ اس لیے ائمہ طاہرین کے تہریت یافتہ مومنین باتمکین اس امر کی نزاکت سے واقف و آگاہ تھے اس لیے وہ اس سلسلہ میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ وہ دین کے ہر ہر معاملہ میں ذاتی رائے و قیاس پر عمل کرنے کی بجائے اپنے ائمہ اطہار سے استصواب کرتے اور اصلاح لیتے تھے۔“

پس انصاف اور پیغمبرِ معصوم کی جلالتِ شان کا تقاضا یہ ہے کہ ایسا یا اس سے زیادہ مقامِ ثقاہت تلامذہِ نبوت کو دیا جائے۔ ان کی عظمت و عدالت کا بھی اصحابِ ائمہ سے بڑھ کر تحفظ ہو۔ ان پر ازیں پیش اعتماد ہو۔ اگر عن ابی بصیر قال ابو عبد اللہ علیہ السلام شیعہ بھائیوں کے لیے سب سے بڑا ذریعہ دین ہے۔ تو عن ابی ہریرۃ و عائشہ و ابن عباس و ابی سعید و ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی امتِ محمدیہ کے لیے دین کا سب سے بڑا ثقل و راجحہ ماننا چاہیے۔ اگر تعلیماتِ نبوت کو گھر گھر پہنچانے والا یہ طبقہ حجت نہیں۔ تو ڈیڑھ صدی بعد ائمہ کے اصحاب کا طبقہ کیسے حجت ہو گیا۔ کیا خدا نے رسول کی تعلیمات کو منسوخ یا باطل کر دیا کہ ان کے راوی منافق اور غیر معتبر ہو گئے۔ اور حضرت صدیقِ کونئی نبوت اور ہدایت بخشی کہ ان کی تعلیمات کے تحفظ و فروغ کے لیے ان کے اصحاب کو مومنین باتمکین اور ثقل بنا دیا۔ فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُونَ ؟ -

تو ماننا پڑے گا کہ خلیفہ رسول ”سنت“ امت تک صحیح پہنچا۔ اور آج بھی ارشاداتِ نبوت۔ رسول کی جانشینی اور قرآن کی تشریح کر رہے ہیں۔ جبکہ شیعہ کے ائمہ نے قل الرسول کے عنوان سے۔ ا فیصد ارشاداتِ نبوی بھی پیش نہیں کیے۔ جس کا جی چاہے کافی و بخاری کا یا تہذیب و سلم کا تقلید کر دیجئے۔ (دوسرا) قرآن و سنت کے نفاذ کا کام خلیفہ راشدینؓ نے سرانجام دیا۔ حدیث جاری کیں جہاد کیے۔ قرآن و سنت کے مدارس و جامعات



قائم کیے۔ لشکر اسلام کے ذریعے دشمنوں کو زیر کیا۔ اس دم کو چہار سو پچھپنیا۔ عامر مسلمین  
 میں روحانیت اور فکر آخرت پیدا کی۔ کروڑوں مربع میل دھرتی پر عبادت الہی کا  
 وہ منظر چشم فلک کو دکھایا جس کی اللہ تعالیٰ نے ان تمام خصوصیات کیساتھ بصورت وعدہ  
 پیشینگوئی فرمائی تھی۔

وَعَدَ لَهُ بَنِيَّ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا  
 الصّٰلِحٰتِ لِيَسْتَخْلِفَ فِي الْاَرْضِ  
 مِمَّنْ سَخَّلْنَا لِلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ  
 وَلِيَمْلِكُنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمْ يٰۤاٰدِىْ اَرْضٰى  
 لَهُمْ وَلِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ  
 اٰمَنًا يَعْبُدُوْنِىْ لَا يُشْرِكُوْا بِيْ  
 شَيْئًا وَّمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ  
 هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (نور)

ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے  
 اور جنہوں نے نیک عمل کیے اللہ نے یہ  
 وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین سے  
 میں جانشین بنائے گا جیسا کہ ان پہلوں  
 کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے  
 دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کر لیا،  
 ان کی خاطر سے پائدار کر دے گا اور ضرور  
 ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا اس

وقت وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو  
 اس کے بعد شکر ہی کرے گا پس نافرمان وہی ہیں۔ مقبول،

تو یہ دو طبقے جانشین رسول کی حیثیت سے کامیاب و ممتاز ہوئے۔ آج یا تاریخ کے  
 کسی دور میں اگر نفاذ شریعت کرنے والے طبقہ کی کمزوری یا غیر موجودگی کا سوا اٹھایا  
 جائے تو ہم کہتے ہیں کہ شیعہ کے یہاں تو یہ طبقہ سرے سے ہوا ہی نہیں۔ دوسرے طبقہ رواق  
 حدیث دوسری تیسری صدی میں ان کے بتوں پر مگر ان کو ہزار برس تک تفتیہ و کتمان  
 میں رہنا پڑا۔ اور آج بھی تعلیم مٹہ ہی ہے کہ غلبت کبریٰ کے اس دور میں مذہب شیعہ اور  
 اس کے خصائص کو انتہائی صیغہ راز اور کتون میں رکھا جائے۔ تو اہلسنت کے اکابر صحابہ  
 کرم، خلفاء اور ائمہ دین ہی اس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح سائنٹفک نظریہ  
 و باطنی۔ مادی و روحانی۔ دینی و دنیوی جانشین و وارث بنے۔ جو رحلت کے وقت  
 دنیا جدار رسالت بھی تھا اور دنیا کا قائد و حکمران بھی۔ امام غائب بننے اور دین کا تفتیہ و



کتمان کرنے کی اسے کبھی ضرورت نہ پڑی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ و  
خلفاء کا اجماع۔

اس تقریر سے اہل سنت کے واقعی معیارِ خلافت اور شیعہ حضرات کے ذہنی و  
خیالی معیارِ امامت کا فرق واضح ہو گیا۔ ضرورت نہیں ہے کہ جانشین کے مسئلہ پر  
مزید روشنی ڈالی جائے۔ تاہم شیعہ حضرات اپنی مضر و فساد امامت پر بہت ناز کرتے  
ہیں۔ بزرگم خویش تحریفِ قرآنی کا ارتکاب کر کے۔ اس پر کیا تڑپتے ہیں۔ لہذا مختصر ان  
کے درجہ کے تانے بانے کی پیمائش بھی ضروری ہے۔

قولہ۔ لہذا ایسے نائبِ رسول، شخص کے لیے صفاتِ نبوی کا حامل ہونا ضروری اور  
علومِ پیغمبر کا وارث ہونا ناگزیر ہے وہ نائب یا متولی بعد از ختمِ نبوت۔ اصطلاحِ شرعی میں  
”امام“ ہوتا ہے اور بعد از رسول امت کی دینی قیادتِ عظمیٰ کی اہم ذمہ داریوں کے منصب  
کو بیانِ شرع میں امامت کہا جاتا ہے۔ ایسے امام امت اور قائدِ شریعت کا منصوبہ من  
اللہ ہونا بھی ضروری ہے اور لازم ہے کہ شریعتِ اسلام نے اس کے تفصیل منجانب اللہ کا  
نود اعلان فرمایا ہو۔ یعنی اس کی امامت اللہ اور رسول کی نصوصِ صریحہ سے ثابت و  
معلوم ہو ص ۲۔

جواب۔ نائبِ رسول کے لیے تمام صفاتِ نبویہ  
نیابتِ اکملہ شیعہ کی حقیقت تمام علومِ پیغمبر کا وارث ہونا دعویٰ بلا دلیل ہے اور عقل  
و نقل کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ پیغمبر کے ساتھ بربر ہی ہوئی۔ وہ پیغمبرِ خصوصیات اور نبوت  
کا ملو و تفوق باقی نہ رہا۔ لہذا یوں کہنا چاہیے کہ نائبِ رسول نہ ملے گی کے برعکس میں صفات و  
کمالاتِ نبوی کا پرتو ہو کر کامل مطیع و فرمانبردار ہو۔ یہ ”امام“ اور ”امامت“ تو نہ اصل  
شیعی اصطلاح ہے۔ اس کے مفہوم خاص پر قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہیں جیسے  
عنقریب آئے گا۔ علومِ پیغمبر کا وارث وہی ہو سکتا ہے جس نے آپ سے یہ علوم حاصل  
کیے ہوں۔ اور وہ آپ سے تلمذ و تعلم پر فخر کرتا ہو۔ شیعہ کے اعتقاد میں حضرت علیؓ وہی  
مسلمین پر پیشانیِ ہدایت یافتہ علمِ لدنی کے تاجدار اور پیدا ہونے سے پہلے ہی عالمِ روح



میں چاروں کتب سماوی کے حافظ و عالم تھے۔ (جلد العیون ص ۱۶۹) اور وہ معلم کائنات  
 پیغمبر آخر الزمان کے کسی بھی پیڑیوں محتاج نہ تھے۔ تو وہ علوم پیغمبر کے وارث کیسے ہوئے۔  
 حضرت حسنینؑ تو علوم پیغمبر سیکھنے کی عمر میں بھی نہ تھے۔ باقی ۹ ائمہ نے تو آپؐ کا عہد  
 حیات پایا ہی نہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ علوم پیغمبر کے وارث تلامذہ نبوت صحابہ کرام ہی  
 ہوئے اور شیعی اصول پر ہی ان کے ائمہ علوم پیغمبر کے وارث اور حقدار خلافت ثابت  
 نہ ہو سکے۔ قائد شریعت کا منصوص من اللہ ہونا۔ ایک دعویٰ محض ہے۔ میں شیعہ حضرات  
 کو چیلنج دیتا ہوں کہ جیسے حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسول بنانے۔ بھیجئے ان  
 کی ابتداء کرنے کی بیسیوں آیات سرچھ ہیں۔ ۲۔ ائمہ کے یہ ایک ہی نص قرآنی پیش کریں۔  
 جیسے صرف حضرت علیؑ کے لیے ہی صریح نص قرآنی کہ ان کو میں نے امام بنایا۔ تمہاری طرف  
 ہادی بنا کر بھیجاں کی اتباع کرو ان کی مخالفت حرام ہے۔ "پیش کریں۔ هَاؤُا بُرْهَانُكُمْ  
 اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" جب ایسی کوئی آیت نہیں ہے نہ کوئی شیعہ آج تک پیش کر سکا نہ  
 قیامت تک کر سکے گا۔ تو خدا سے خوف کریں۔ اور بعد از ختم نبوت، پیغمبر کے ہم منصب، ہم  
 رتبہ، معصوم، حدائق و آئمہ میں مختار، واجب اتباع اماموں کا عقیدہ مان کر ختم نبوت  
 کی بڑے کاٹیں کہ اس امامت کا دور شروع ہوتے ہی تمام امت محمدیہ کا فرد ناقص ہو  
 گئی۔ آپؐ کی ازواج و بنات بھی ایمان و عظمت سے محروم ہو گئیں۔ قرآن بھی منسوخ و  
 متغیر ہو گیا۔ کلمہ اسلام بھی بدل گیا۔ ارشادات رسولؐ بھی منسوخ اور ناقابلِ اتباع ہو گئے۔  
 اب صرف یہ صورت رہ گئی کہ سب لوگ تعلیمات نبویؐ کو ذہن سے نکال کر منصوص من اللہ  
 علم الہی والے امام کو ہی اپنا سب کچھ سمجھیں۔ شیعہ کے نام سے ایک نئی امت بنے۔ نئی شریعت  
 اور نئے احکام بنام فقہ نام جیسے آج کل فقہ جعفری مشہور کی جا رہی ہے۔ ہوں بیا کلمہ  
 ہو۔ صرف امام کے پاس رہتے دارینا قرآن ہو حضور علیہ السلام کے تمام متعلقین کو سب و  
 شتم کرنے کی نئی رسم بدو وغیرہ۔ کیا خدا نے ایسی ہی امامت کو قرآن میں منصوص کرنا مقاب  
 نہیں۔ خدا بہ گراں ایسا کرنے والا نہ تھا۔ کیونکہ وہ فرما چکا تھا۔ وَمَا كُنَّا لَنَكُونَنَّ لِيُضَيِّعَ اِيْمَانَكُمْ  
 اِنَّ اللّٰهَ يَنْتَظِرُ لِكُذِّبُكَ وَحَسْبُكَ اللّٰهُ تَعَالٰی تمہارا سہارا ایمان (اعمال) کو ضائع



نہ کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں (اصحاب رسول و امت رسول) پر بڑا مہربان اور شفیع ہے۔

اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے پاؤں پہ کھانا مارنے والے اور تمام عمر کی محنت کماٹی (لاکھوں صحابہ مومنینؓ) پر پانی پھیرنے والے نہ تھے کہ ایسی امت کُشن اور منافق ساز امامت کا اعلان کرتے۔ آپؐ نے حجۃ الوداع کے آخری خطبہ میں صرف قرآن و سنت کو خلیفہ بنانے اور اتباع کرنے کا اعلان کیا۔ جیسے پہلے گذرا۔ اور کسی بھی روایت اور مختصر کتاب میں یہ نہیں کہ اس آخری خطاب الوداعی میں یا حرم کعبہ میں یا مسجد نبویؐ کے منبر پر ہزاروں افراد کو یہ کہا ہو ”کہ علیؑ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے میں ان کو تمہارا امام بنا کر رہا ہوں۔ تم سب ان کے شیعہ بن جاؤ“ آج تک کوئی شدید مؤلف ایسی روایت پیش نہ کر سکا۔ غیر صحاح کی ایک حدیث غدیرہ پیش کی جاتی ہے۔ ”کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولیٰ ہیں۔ اے اللہ! تو اس شخص سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔ پھر اسے خلافت پر نص جلی و صریح کہا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ارشاد حضرت علیؑ کی شکایت کے ازالے اور حمایت کے سلسلے میں ایک کنوئیں پر پڑاؤ کے دوران آپؐ نے فرمایا کہ کسی شخص نے حضرت علیؑ کی یوں شکایت کی انہوں نے فلاں باندی سے تعلق قائم کیا ہے۔ آپؐ نے حضرت علیؑ کی برأت کی اور شکایت کی مذمت کی۔ کہ ان کا تعلق میرے ساتھ خصوصی ہے جس کا دوست اور پیارا میں ہوں۔ علیؑ بھی اس کے پیارے ہیں۔ مجھ پر تمہیں شکایت کی برأت نہیں تو علیؑ کی شکایت کیوں کرتے ہیں؟ مولا کا معنی مالک، ساتھی، دوست، محبوب، غلام، آقا، سردار، مددگار وغیرہ ۲۰، ۲۲ معنی کتب لغت میں لکھے ہیں۔ دیکھو مصباح اللغات ص ۹۶۹۔ مگر خلیفہ بلا فصل“ اس کا معنی کسی نے نہیں لکھا۔ تو ایسے ذوالوجہ مشترک المعانی لفظ سے حضرت علیؑ کی یہ حمایت۔ ”امام منصوص من اللہ کے لیے نص صریح نہیں کیسے تبدیل ہو گئی۔ کچھ تو انصاف اور غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ یہاں محبوب کے معنی ہی درست ہیں کہ بصورتِ دعا حدیث اس پر دال ہے۔ اگر ایسی کفر و اسلام میں حدیث اصل امامت کا وجود ہوتا خدا قرآن میں نام کی تعیین کے ساتھ اعلان



فرماتا۔ یا اپنے پیغمبر کو فرماتا کہ حجۃ الوداع میں لاکھوں امتیوں کے سامنے علی اور ان کے اولاد کی امامت کا نام بنام اعلان کرو تا کہ اختلاف کا اندیشہ نہ رہے۔ یا ہرم کعبہ و مسجد نبوی میں کرایا جاتا۔ اور وہ چیز پھر متواتر منقول ہوتی۔ مگر بارہ لوگوں نے تو خدا پر بھی تفتیہ کا یہ الزام لگا دیا۔ کہ اگر خدا نام بنام آئمہ کا اعلان کرتا تو منافقین اسے قرن سے نکال دیتے اس لیے اللہ نے۔ نہ مبہم کر دیا (احتجاج طبری)۔

پھر کافی باب امکان کی۔ روایات کے مطابق۔ جو آپ سوال ۵۸ تفتیہ کی بحث میں پڑھیں گے۔ امامت خدا کا راز سرستہ تھا۔ حضور نے بھی صرف حضرت علی کو پوشیدہ بتایا تھا۔ پھر کیسے اس راز کو آپ خیمہ خیمہ وغیرہ کے موقع پر اعلان سے فاش کر کے خدا کی نافرمانی کرتے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ ایسا کوئی اعلان آپ کرنے کے حجاز ہی نہ تھے۔

قرۃ۔ نائب رسول کا بھی رسول کی طرح معصوم ہونا ضروری  
نائب رسول معصوم نہیں ہوتے ہے۔ تاکہ لوگ پورے پورے پختہ لعین اور اطمینان کے ساتھ اس سے احکام اخذ کریں اس کے حکم کو حکم رسول تسلیم کریں اور اسے بدل جان مانیں۔  
 جواب۔ یہ بھی دعویٰ محض ہے۔ کیونکہ سنی و شیعہ کی متفقہ حدیث ہے۔

ن لعلماء وراثۃ لانبیاء ان لانبیاء  
 لم یورثوا دینہم و اولادہم و ہما و لکن  
 وراثۃ العلم فمن اخذ منه اخذ  
 بحفظہ و اشد (کتاب فتن العلم صول کافی) ۲۵۵

بلاشبہ علماء ہی انبیاء کرام کے وارث ہیں انبیاء  
 دینم و دینار و داور جانشینان کی وراثت نہیں  
 چھوڑنے بلکہ وہ علم دین چھوڑ کر جاتے ہیں  
 جو وراثت علم لیتا ہے وہ بہت بڑی دولت

وراثت میں پاتا ہے۔

جب علماء و نائب رسول اور وارث ہیں ان کی عصمت کا کوئی قابل نہیں تو شیعہ اصول غلط ہو۔ خود بارہ آئمہ بھی اپنے متعلق یہ عقیدہ نہ کہتے تھے۔ جیسے نہج البلاغۃ اور روضہ کافی ص ۲۵۹ سے حضرت علی کی تشریح گزری۔ آئمہ کے پیروکار بھی ان کو معصوم نہ جانتے تھے بلکہ نبی علی دین سے جانتے تھے۔ اس کے باوجود آئمہ ان کو مومن جانتے تھے۔ جیسے حق ائین میں علامہ نجفی لکھتے ہیں۔ "احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ زیدیوں کی حجت



جو ائمہ علیہم السلام کے زمانے میں ہوئی۔ وہ ان کی عصمت کا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ ان کو نیکوکار علماء میں سے جانتے تھے۔ جیسے رجال کشی سے ظاہر ہوتا ہے مع ہذا ائمہ علیہم السلام ان کو مومن و عادل کہتے تھے۔

۴۔ اس اصول کے مطابق پھر ائمہ معصومین کے نائبوں اور جانشینوں کو بھی معصوم ماننا چاہیے۔ وجہ تفریق کیوں؟ معصوم کا جانشین غیر معصوم کیسے؟ تو پھر شیعہ کے مراجع شریعت مدار قسم کے علماء بھی معصوم ہوں حالانکہ ان کی عصمت کا کوئی قائل نہیں۔ اور شیعہ ان کو نائب امام لیا، مانتے ہیں کہ آج دین کا آخری مرجع وہی ہیں۔ شیعہ سکھ میں سونا چاندی اور زمینی عشر کے علاوہ چونکہ باقی اموال اور فاضل آمدنی میں عبادت زکوٰۃ نہیں مانتے۔ حالانکہ آج ۹۰٪ دولت یہی ہے۔ وہ خمس کے قائل ہیں۔ پھر خمس میں سے امام کا حصہ لگان کر ان علماء کو دیتے ہیں اور وہ تبلیغی امور کے علاوہ امام باڑوں، متعانی عشرت گاہوں کی تعمیر پر صرف کرتے ہیں۔

۵۔ پختہ یقین اور اطمینان اصول میں عند الشیكہ دیکار ہے۔ تبھی تو وہ اصول میں تنہید کے قائل نہیں بلکہ یہ یقین قرآن و سنت پر مہر کر براہ راست حاصل کرتا ہوگا۔ نہ افروغی، حکم اخذ کرنے میں عصمت کی شرہ لگانا ایجاد بندہ اور بدعت ہوئی۔ (ملاحظہ ہو شیعہ رسالہ توضیح المسائل کا دیباچہ اصول دین کی بحث ص ۷)

قولہ۔ حضور نے اپنے بعد نہ صرف ایک نائب کا اعلان فرمایا بلکہ قرآن و اہل بیت سے تمسک کا حکم دے کر امت کو قیامت تک کے لیے بتا دیا کہ قائدین امت صرف اہل بیت ہیں۔ ص ۲۔

جواب۔ جس حدیث سے یہ استدلال ہے وہ اندرونی الفاظ و معنی درست نہیں آپ نے قرآن و سنت کا تمسک واجب فرمایا (ملاحظہ ہو رسالہ حدیث ثقلین از مولانا محمد نافع) شیعی اصول پر اہل بیت و امام کے قائد ہونے نہ ہونے کی بحث ہم بار کر چکے ہیں پھر ملاحظہ فرمالیں۔

منصوصہ امامت پر قرآن و آیات مع جوابات۔ ان نیز مربوط اور مسئلہ امامت







سے ایسے امام مقرر کیے جو ہمارے حکم کے بموجب ہدایت کرتے تھے۔ (ترجمہ مقبول)  
 (جعلنا کا ترجمہ بنانے کے بجائے مقرر کرنا شیعہ ذہن سے ورنہ وجعلکم ملوکاً کا  
 کیا یہ مطلب ہوگا کہ بادشاہ ہی خدا مقرر کرتا ہے ہم)

قولہ۔ اگر امت محمدیہ کے امام خدا کے مقرر کردہ نہ ہوں تو قوم موسیٰ امت مسلمہ  
 سے افضل قرار پائے گی۔ تو ماننا پڑے گا کہ امت رسول کے آئمہ کا تقرر بھی سنت اللہ  
 کے مطابق منجانب اللہ ہونا چاہیے اور ہوتا رہا۔ ص ۲۳

جواب۔ یہاں نقطہ آئمہ، کلام صدق انبیاء ہیں۔ کیوں کہ اس قوم میں ایک  
 روایت کے مطابق ستر ہزار اوصیاء ہیں کی روایت سے کہ مطابق کم از کم چار ہزار انبیاء کرام  
 علیہم السلام تشریف لائے۔ انبیاء کو آئمہ سورت انبیاء میں فرمایا گیا وجعلناکم  
 ائمةً یہدٰون بامرنا وَاَوْحٰیْنا الَیْہِمْ فَعَلَ الْخَیْرَاتِ الایۃ۔ یہاں اس پر  
 یہدٰون بامرنا نا قرینہ ہے۔ کہ خدا کے امر رومی و حکم سے ہدایت تبلیغ انبیاء  
 ہی کا منصب ہے۔ اگر عام ہادی اور پیشوا یا ان دین مراد ہوتے تو بنا کر دیا جاتا۔  
 یعنی ہماری شہادت کی طرف رہنمائی کرتے۔ دوسرا قرینہ اگلی آیت میں اِنَّ اَبَدَکَ خُوَافِیْ  
 بَیْنَهُمْ۔ آپ کا رب ان کے درمیان قیامت میں فیصلہ کرے گا ہے اور یہ جملہ  
 عموماً انبیاء سے اختلاف رکھنے والوں کو وعید بنا کر فرمایا گیا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل  
 ہی کے قصہ میں ہے۔

اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور  
 قوت فیصلہ اور نبوت عطا کی تھی....  
 اور ہم نے امر دین کی کھلی کھلی دلیلیں  
 عطا کی تھیں۔ پس انہوں نے باہم اختلاف  
 نہیں کیا مگر ان کے پاس علم پہنچ جانے  
 کے بن محض آپس کی سرکشی کے باعث  
 (حاشہ ص ۲۴)

بے شک تمہارا پروردگار امت کے دن ان کے مابین ان تمام چیزوں میں جو ہیں



وہ اختلاف کیا کرتے تھے فیصلہ فرمادے گا۔

اگر غیر نبی ہدایت کے پیشوا سرزد ہوں تو بنائے کہ مطلب تقریر کرنا نہیں جس کا حاصل بقول شیعہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی کتاب میں ان کا نام بنام ذکر نہ پائی ان کا نام لے لے کر لوگوں کو ان کی اتباع کا حکم الہی سنائے اور یہ چیز محتاج ثبوت ہے اور کوئی شیعہ ان کے اسناد کی تعبیر اور فردا فردا تقریری قرآن و حدیث سے نہیں دکھا سکتا۔ تو بنائے کہ مطلب یہ ہے کہ ان کو تعلیم دین۔ صبر اور یقین کے ساتھ آراستہ کر کے تبلیغ و ہدایت کی توفیق دینا ہے اور لوگوں کو ان کا قبیح بنا دینا ہے۔ بعض مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ تو اس مفہوم میں شبہ بھی مکمل ہو جائے گی کہ قوم بنی اسرائیل میں جیسے لاتعداد علماء و دیان پیشوا تھے اسی طرح امت محمدیہ میں بھی لاتعداد علماء ائمہ ہدایت کے لیے خدا بنا دے گا۔ اور یقیناً ائمہ نے کیا تو وہ ائمہ نہ منصوص فی التورۃ تھے نہ بارہ میں منحصر تھے۔ اسی طرح امت محمدیہ کے پیشوایان دین نہ منصوص فی القرآن و السنۃ ہیں نہ بارہ میں منحصر جیسے وہ آزاد و ظاہر تھے۔ اسی طرح یہ بھی یقینہ میں نہیں نہ غائب ہیں۔ تو امت محمدیہ کی فوقیت بھی اسی مسلک اہل سنت پر برقرار رہی۔

تفسیر فتوحات البیہ المعروفہ بتفسیر محل ج ۳ ص ۱۹ میں ہے۔ قوله آئمۃ۔ وہم الانبیاء مذین کافو فی بنی اسرائیل و قیل ہم تبع الانبیاء۔

بائے حق خدا کے بنائے ہوئے ائمہ غائب یا رہی یا نہ جائیں تو جیسے حضرت زکریا کی ذریت اور مسنور کی ختم نبوت میں مماثلت نہیں ان طرح دونوں کے جانشینوں میں تشریک کے لحاظ سے مماثلت ضروری نہیں۔ اذ ب و انہما ان بطل الاستدلال۔ و اصل شیعہ ایسی کیات میں جعل کا ترجمہ۔ تشریک بنا اور ناسرک بنا لے کر دھوکہ دیتے ہیں۔ ان کے جعل کا یہ ترجمہ ایسا و بندہ اور مخربیت ہے۔ صحیح ترجمہ بنانا اور پیدا کرنا ہے۔ مذہب

ذیل آیات کے ترجمہ میں غور کریں۔

اسی خدا نے تم کو نبیوں میں بنائیں

بنایا۔

ایضاً:



۲۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلِيفَةً فِي

اسی خدا نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

الْأَرْضِ (فاطر)

۳۔ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ قر

قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا لَحْمًا لِّبَقَرَةٍ

بولے کیا آپ اس میں فساد کرنے والے پیدا

کریں گے۔

۴۔ اِذْ جَعَلْنَا فِيكُمْ اَنْبِيَاءً وَجَعَلْنٰكُمْ

خدا نے تم میں انبیاء بنائے اور تم کو بادشاہ

مُلُوكًا (مائدہ)

۵۔ وَجَعَلْنَاهُمْ اُيُمَةً يُّدْعَوْنَ

ہم نے فرعونوں کو جہنم کی طرف بلانے والے

اِلَى النَّارِ (قصص)

اس قسم کی تمام آیات میں جعل کا معنی مقرر کرنا، نامزد کرنا کہنے کی بالکل ضرورت نہیں نہ گنجائش ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جعلنا ہم ائمہ کا ترجمہ ائمہ مقرر کرنا بالکل غلط اور بد عقیدہ چلانے کی ناکام کوشش ہے۔ (مساذ الشد)

۳۔ وَلَقَدْ اخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ بَنِي

بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور

اِسْرَآئِيْلَ وَلَبَّسْنَاهُمْ اَثْنَى عَشَرَ

ان میں سے ہم نے ہارہ سروار بھیجے اور پھر

نَقِيْبًا وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمْ

اللہ نے یہ فرمایا کہ بے شک میں تمہارے ساتھ

الصَّلٰوةَ وَآتَيْتُمْ الزَّكٰوةَ وَآمَنْتُمْ

ہوں اگر تم نماز پڑھو گے اور زکوٰۃ دو گے

بِسُورَتِي وَعَمَّيْتُمْ مَوْاهِمَهُمْ وَاَقْرَضْتُمُو

اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان

اللّٰهُ قَرٰ صَاحِبًا حَسَنًا لَا كُفْرَانَ عَنْكُمْ

کی مدد کر دے اور اللہ کو قرمن حسنہ دیتے

مِيَّاتِكُمْ اِلَى فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ

رہو گے تو ضرور میں تمہاری برائیاں تم میں

دیکھا مائدہ ۱۳: ۲۴

سے دو کر دوں گا اور تمہاری ایسی جنتوں

میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں داخل کروں گا۔ پس اس کے بعد جو تم میں سے منکر ہو گا وہ

ضرور سیدھے راستے سے ہٹ جائے گا۔ (ترجمہ تفسیر)

جواب۔ اس آیت میں جابل شیعہ ۱۲ سردار کا انکار کیا گیا ہے کہ یہاں



سائل نے بھی ایسا ہی کیا اور اپنا ترجمہ غلط کیا۔ صحیح تفسیر اور ان بارہ اماموں کی حقیقت درج ذیل ہے۔

”نقیباتِ مطلب ہے وکیل، کفیل، امین اور ہر گروہ کا گواہ جو اپنی قوم کے احوال سے مطلع ہو کر تفتیش کرتا رہے اور ان کے نیک و بد کو پہنچاتا ہو۔ روایت میں وارد ہے کہ ہلاکت فرعون کے بعد خدا نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ تم ملک مصر کو چھوڑ دو اور ارضِ شام میں زمین اریحہ میں چلے جاؤ۔ جس میں اس وقت جبابرہ آباد تھے۔ خدا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے اس کو تمہارے لیے بجائے پناہ قرار دیا ہے۔ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ تم بنی اسرائیل کے ہر سبط میں سے ایک ایک نقیب مقرر کرو کہ وہ اپنے اپنے گروہ کی وفاداری کا ذکر کرے اور وہ ان کا سردار اور رئیس بھی ہو اس لیے کہ وہ جبابرہ کے جہاد پر مامور کیے گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نقیبوں کا انتخاب کیا اور کل بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان نقیبوں کو اپنائے عہد کا ذمہ دار قرار دیا اور آپ سب کو ساتھ لے کر چلے۔ جب اس زمین کے قریب پہنچے تو حضرت موسیٰ نے ان نقیبوں کو بطور جا موسیٰ کے بھیجا انہوں نے بڑے بڑے قوی ہیکل لوگ دیکھے حضرت موسیٰ کو اگر اس کی اطلاع دی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھنا ظاہر نہ کرنا مگر اس کی تعمیل صرف کالب بن یوقنا نے جو سبط یوذا سے تھے اور یوشع بن نون نے جو کہ سبط انراہیم بن یوسف سے تھے کی اور باقی لوگوں نے اپنی اپنی قوم سے اس واقعہ کا ذکر کر دیا۔ اسی پر خدا نے فرمایا۔ فَبِمَا نَفَقْنَاهُمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ۔ ہم نے اسی طرح ان کے عہد توڑنے سے ان پر لعنت کی (حاشیہ ترجمہ مقبول پ: ۱۳۰)

اگر تفسیر کے پیش میں مرنے اور بارہ نقیب بنی اسرائیل پر ناز ہے تو اپنے امم کو ان آیات پر پیش کر کے فتویٰ لے لیں۔ سند رس ہے گا۔ آیت ہذا کا غلط ترجمہ کرنے کے بعد سائل نے یہ بہت غلط لکھا ہے۔ ”اس میں خداوند تعالیٰ نے ان بات کا اعلان فرمایا ہے کہ قوم موسیٰ میں نقیب کی تعداد بارہ تھی بنی اسرائیل سے ان کی پیروی کا عہد لیا گیا تھا۔ یہی صورت ہیں جنت کا وعدہ کیا گیا اور مخالفت پر ہلاکت کا پیغام دیا۔“



حالانکہ یہ خطاب اور نیک و بد انجام کا وعدہ ان نقباءِ دہی سے ہے امت سے نہیں  
۲ کے سوا البقیہ سب نقباءِ نقضِ عہد کی وجہ سے مستحقِ لعنت ہوئے۔

گستاخی معاف! اگر کوئی نا صبی آپ کے ناجائز استدلال سے موقعہ پا کر یہ کہہ  
کہ اس امت کے ۱۲ منصوبہ شیعہ آئمہ میں سے صرف دو (علی و حسین) جنگ کرنے کے  
عہد پر قائم رہے لقیہ و من نے لقیہ کر کے نقضِ عہد کیا۔ اور ان پر فتویٰ قرآنی (لعنتم)  
چسپاں ہوا تو آپ کیا جواب دیں گے؟

۱۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ  
وَجَعَلْنَا زَكَرِيَّا إِخْلَاقًا هَادٍ  
وَنُورًا (مناقبات) ص ۱

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی  
اور ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر  
مقرر کیا تھا۔

معلوم ہوا حضرت موسیٰ کے وزیر اور خلیفہ اہل ان کے بھائی ہارون تھے کوئی بیانیہ  
امتی نہ تھے۔ اس لیے امت محمدیہ کے خلیفہ اہل بھی حضرت علی ہی قرار پائے جو برادرِ مصطفیٰ  
ہیں اسی لیے حضور نے جناب امیر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یا علی انت منی بمنزلة  
ہارون من موسیٰ الا انه لا بنی بعدی۔ اسے علی! تیری منزلت مجھ سے وہی  
ہے جو ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ص ۲۵

جواب۔ حضرت ہارون علیہ السلام واقعی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور  
وزیر تھے۔ وزیر کے معنی۔ مددگار۔ مشیر اور مددگار ہیں ہاتھ بٹانے والے کے ہیں یہ کام  
اصل بادشاہ یا نبی کو زندگی میں درکار ہیں۔ اس عہد سے کالبدانہ وفات خلافت جانشینی  
سے ذرا بھی تعلق نہیں۔ وزیر اور خلیفہ اہل ایک ہی زمانہ میں متصادم بات ہے۔ تو نتیجہ  
کا استدلال تام نہ ہوا۔ ایک نبی یا بادشاہ کے وزیر متعدد ہو سکتے ہیں۔ جیسے وزیر کی حیثیت  
سے حضرت علیؑ زندگی میں آپ کے مشیر اور معاون رہے۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی  
وزیر و معاون رہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی آپ نے اپنا محبوب یا ساتھی اور بھائی  
فرمایا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۸) آپ کو تنصیبِ حکیم الہی ملا تھا کہ ابو بکرؓ کو اپنا مشیر  
(وزیر) بنائیں۔ (الریاض النضرہ ص ۱۳۳)



ترمذی شریف کی روایت ہے کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمانی ہوئے ہیں۔ دو زمینی۔  
 میرے آسمانی وزیر تو حضرت جبریل و میکائیل ہیں۔ اور زمینی وزیر ابوبکر و عمر ہیں۔  
 ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہذا ان اسمع  
 والبص۔ کہ یہ ابوبکر و عمر میرے لیے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶)  
 آپ نے جو حضرت علیؓ کو بمنزلہ ہارون کے فرمایا۔ اخوت و وزارت میں حضرت صدیق  
 اکبرؓ کی کما حقہ شرکت کے باوجود اس کا ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جیسے ہارون زندگی  
 میں حضرت موسیٰؑ کے معاون اور عاضی طور پر خلیفہ ہوئے تھے۔ جب آپؐ کو ہر طور پر گئے  
 اسی طرح تم زندگی میں ہی میری غیر موجودگی میں میرے قائم مقام ہو کہ میں تم کو اپنے گھر  
 والوں کا جانشین بنا کر تبوک کی مہم پر بارہا ہوں اور دراصل یہ اسی غزوہ تبوک کے موقع  
 پر آپؐ نے اس وقت فرمایا جب آپؐ علیؓ کو سچوٹ کر چلے گئے۔ منافقین نے طعنہ دیا کہ نہیں  
 بوجہ سچوٹ کر چھوڑ گئے۔ حضرت علیؓ تنگ دل اور پریشان ہو کر لشکر سے جا ملے آپؐ نے وجہ پوچھ  
 کر یہ تسلی دی کہ واپس جاؤ۔ میری جانشینی کرو۔ جیسے ہارون نے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام  
 کی کمی تھی مگر حضرت ہارونؑ تو اس وقت نبی بھی تھے تم نبی اور صاحب اوصاف نبی نہیں  
 ہو کہ یہ عہدہ مجھ پر ختم ہے۔ حدیث کا سیاق اور شان نزول ہی یہی بتا رہا ہے کہ زندگی میں  
 عارضی طور پر جانشین بنو گے۔ مگر بعد از وفات نہیں۔ کیونکہ مشبہ بہ حضرت ہارونؑ حضرت  
 موسیٰؑ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ (قصص القرآن ج ۵ ص ۵۳) اور خلیفہ حضرت یوشع  
 بن نون ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہوا۔ الا اِنَّهٗ لَا نَبِيَّ  
بعدہ۔ اس کا یہ مفہوم غلط لیا جاتا ہے کہ میری وفات کے بعد نبی کوئی نہ ہوگا تو خلیفہ  
 ہوگا۔ کیونکہ جب مشبہ بہ ہارونؑ بعد از وفات موسیٰؑ ہوں گے ہی نہیں تو مشبہ بہ حضرت علیؓ  
 سے نفی نبوت کا کیا فائدہ ہوا۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو عطا نبوت کے  
 بعد آپ کے سوال پر حضرت ہارونؑ کو وزارت و نبوت دونوں مل گئیں۔ مگر مجھے نبوت ملنے  
 کے بعد تجھے وزارت و اخوت تو ملی ہے نبوت نہیں مل سکتی۔ کہ مجھے عطا نبوت کے بعد نبی  
 کوئی نہ بنے گا۔ تو یہ ابدیت زندگی میں بھی پائی گئی۔ اسود غلسی۔ طلیحہ مسیلمہ جیسے جن لوگوں



نے اور آخر عہد نبوت میں نبوت کے جھوٹے دعوے کیے وہ بھی لاپنی بعدی کی تلوار سے قتل کر دیئے گئے اور تاقیامت بعد از نبی نیا پیغمبر نہ ہوگا۔ حدیث متزلزلت اور حدیث موافقہ فقہین کے درمیان مسلم سہی۔ مگر صاحب آپ کا چیلنج گزشتہ سے زیادہ نہیں۔ یہ وزارت و اخوت کے دونوں منصب حضرت البرکبر صدیق کو بھی حاصل رہے۔ زید بن حارثہ کو آپ نے اپنا بھائی فرمایا۔ (بخاری) تو حضرت علی کی خصوصیت نہ رہی۔ بعد از رحلت نبوی خلافت بلا فصل پر استدلال درست نہ رہا۔

اور اسے رسول ابو کتاب ہم نے تمہاری طرف بذریعہ وحی کے بھیجی ہے وہ بحق ہے اور اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرنیوالی ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے واقف اور ان کا نگران ہے۔ پس ہم نے اپنی اس کتاب کا وارث ان کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا تھا پس انہ

۵۔ وَالَّذِي أُوحِيَنا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مِمَّا قَالِ الْمَائِينَ يَدَّيْهِ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ثُمَّ أَوْسْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ (فاطر ۵۶)

دبندوں میں سے کچھ تو اپنے اوپر ظلم کر نیوالے ہیں اور کچھ میانہ روی ہیں اور کچھ حکیم خدا سے تمام نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں۔

لفظ اصطفا ہی وہ مخصوص لفظ ہے جو ہمیشہ خدا کی جانب سے مقرر شدہ ہادیوں

کا پتہ دیتا رہا۔

بالتحقیق اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالموں سے برگزیدہ کیا۔

۶۔ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (آل عمران)

یہ لفظ اصطفا دم خدا کے انتخاب خاص کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی لفظ کے ذریعہ خدا نے ان افراد کا پتہ دیا ہے جو امت رسول میں سے اللہ نے منتخب فرمائے۔ اور قرآن مجید کا وارث بنایا۔ ملاحظہ ہو حدیث ثقلین۔ (میں شیعہ کیوں ہوا؟)



جواب۔ یہ بالکل غیر معقول اور لغو استدلال ہے۔ آیت اَوْ لَنَا الْكِتَابُ میں بندوں کے چناؤ سے مراد مطلق امت محمدیہ مراد ہے۔ جو فی نفسہ معزز سابقہ اہم پر مصطفیٰ اور برگزیدہ ہے۔ جیسے حیات القلوب ج ۲ ص ۱۳۵ پر حضرت موسیٰ کاظمؑ کی حدیث ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام پیغمبروں پر فضیلت دی۔ (مقام مصطفیٰ) بنشائری طرح آپؐ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی۔ (مقام اصطفیٰ) بنشائری چنانچہ فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (کہ تم سب اہم سے بہترین امت ہو کہ لوگوں کی ہدایت کے لیے تم کو بنایا گیا اور جبار العیون ص ۱ پر ہے کہ آپؐ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے) اگر کس جملہ داپنے بندوں میں سے ہم نے جن کو چنا، سے مراد شیعہ کے ۱۲ امام ہوں تو یہ یوں وانکو ہنکا پڑے گا کہ اللہ نے ظالم، میانہ رو اور سابق بالآخر تین جماعتوں میں ان کی تقسیم کر دی، حالانکہ شیعہ ان کو معصوم مطلق مانتے ہیں۔ تبھی تو خائن پیشہ مصنف نے آیت کے خط کشیدہ جملے لکھے نہیں تاکہ پوری سینہ زوری اور ناجائز استدلال قارئین پر کھل نہ جائے۔ تو اس اصطفیٰ کا آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی اٰدَمَ سے کوئی ربط نہ ہوا کہ یہاں حضرت آدم۔ نوح۔ آل برہیم (یعقوب و اسحاق) آل عمران (یعنی عیسیٰ) سب کے سب انبیاء کرام ہیں جو عالمین سے ممتاز ہیں اور نیک و بد کی تقسیم ان میں نہیں ہے۔ آخر حق اللہ نے اس امت کے کوئی خاص اثر نہیں چنے جن کو کتاب کا وارث بنایا ہو اور وہ اسے لے کر امت کو اس سے محروم کر کے تفسیر میں بد میں غائب ہو گئے ہوں بلکہ وارث سے مراد وہ لوگ ہیں جو شب و روز قرآن پڑھتے پڑھاتے اس پر عمل کرتے اور دشمنوں کے اعتراضات سے دفاع کرتے ہیں وہ سنی المسلک امت محمدیہ ہی میں تینوں قسم کے لوگ ان میں پائے جاتے ہیں۔

۲۔ قول کسی نبی و رسول و مہر ملت کے بعد اس کی جانشینی کا مقدم حق اس کی اولاد ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے۔

وَلَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی۔ ان کی اولاد کو بھی ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے۔ اور ان کے



أَمْ رِئُوسُ الْمَلَأِ الْكَاسِبِ الرَّهِيْبِ وَ أَمْدُ دُنَا  
بِهَا كَلِمَةٌ وَلَحْمٌ مِّمَّا يَشْتَهُونَ

(سورہ طہ آیت نمبر ۲)

اعمال (نیک) میں سے کچھ ابھی کم نہ کریں گے۔  
ہر شخص اپنے کیے کی جو مدد ہی میں گرفتار ہوگا۔  
اور ہم ان کو میوؤں سے اور گوشت سے تو (جو)

کچھ وہ چاہیں گے مدد دیں گے۔

جواب۔ اس آیت کا دنیا میں جا نشینی سے ذرا تعلق نہیں تبھی توحید نے خط کشیدہ حصہ  
نہیں لکھا۔ جس سے آخرت کے متعلق ہونا یقینی نظر آتا ہے جنت میں نعمتوں کے بیان میں یہ ذکر  
فرمایا کہ نیک اولاد کو نیک والدین کے ساتھ جنت میں ایک مقام دیا جائے گا کہ خودی رشتے اور

اعمال و ایمان میں اتباع کا تقاضا بھی ہے۔

۸۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ  
وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ  
فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ

اور یقیناً ہم نے نوح کو اور ابراہیم کو بھیجا اور ہم  
نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت و کتاب کو  
قرار دے دیا پس ان میں سے کوئی رکوئی تو

مذہبیت یافتہ ہے۔ اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ نوح اور ابراہیم کی جائ نشینی ان کے بعد ان کی ذریت کو عطا ہوئی  
جو بحیثیت نبوت تھی۔ اب نبوت ختم ہو گئی۔ لیکن کتاب باقی رہی۔ اس لیے تسلیم کرنا پڑتا ہے  
کہ کتاب میں جا نشینی کا حق صرف ذریت ہی کو حاصل ہے اور کسی غیر کو نہیں۔ ۲۹۵۔

جواب۔ حضرت نوح علیہ السلام تو آدم ثانی ہیں اور آج تمام ذریت ابنس ان کی اولاد  
ہے جن میں کفار و غیرہ سب شامل ہیں۔ تو یہ اکثر شیعہ کو مفید نہ ہوا۔ حضرت ابراہیم بھی حضرت نوح  
کی اولاد سے ہو کر پھر ایک عظیم دنیا کے جدِ خاص ہیں۔ تفسیر الجمل ج ۴ ص ۲۹۵ میں ہے۔

ونوح هو الاب الثاني لجميع البشر  
وابراہیم ابو العرب والروم وبنی  
اسرائیل۔  
تمام انسانوں کے دوسرے باپ حضرت نوح ہیں  
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام رومیوں۔ یورپ  
اور عبرانیوں کے باپ ہیں۔

تو پتہ چلا کہ حضرت ابراہیم کی اولاد بھی اکثر دسے زمین۔ تہہ اعظم ایشیاء۔ یورپ اور افریقہ  
پر پھیلی ہوئی تھی اب بنس قرآنی ہر معنی اسی قوم میں سے ہوتا ہے۔ تو ان کے انبیاء بھی انہی میں سے



ذریت ابراہیم۔ تھے۔ کَثِیْرٌ مِّنْهُمْ قَاسِمُوْنَ۔ جسے تسبیح نہیں ملا کر کرتے۔ نے ان کی  
 اکثریت کو فاسق رکافر و گنہگار بتا دیا۔ یہ حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام کی خصوصی عزت کی  
 گئی کہ سب دنیا یا آخر کو ان کی اولاد بنایا۔ ان میں سے بعض انبیاء علیہم السلام بنے اور ان پر  
 کتاب ہر زمانہ میں اترتی رہی۔ یہ ظاہر ہے کہ اس ذریت اور کثر کا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی ذریت سے یا ان کو نبی کتاب سننے سے تو کوئی تعلق نہیں۔ آخر وہ شبہ اور علت ارتباط کیا ہے؟  
 اگر لفظ ذریت ہی ہے تو ان کے ہزاروں اولاد انبیاء اپنی اپنی مخصوص قوموں کے رہنما اور کتاب اللہ  
 کے معلم و قسیدہ و دے کے لیے تھے۔ یہ ہر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم نبوت کی وجہ سے تمام دنیا کے  
 یہ امام اور ان دس کے لیے تاقیامت ہادی اور پیغمبر ہیں تو ان کی ہمدی الناس کتاب ان  
 کی ذریت میں سے صرف بارہ میں منحصر کیوں ہے؟ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ذریت رسول کے ہزاروں  
 رسول افراد علم و عمل سے آراستہ۔ قابل اتباع نمونہ بن کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچیں اور تعلیم و  
 و ہدایت خلق کا کام کریں۔ مگر اس کثرت اور شان و شوکت کے ساتھ ذریت رسول بولی ہی نہیں۔  
 گو ہم اجسنت سینکڑوں سادات کو علماء و فضلاء اور قابل اتباع مانتے ہیں مگر شبہ اسے کبھی نہیں  
 مان سکتے۔ وہ تو اپنے عقیدہ کے علاوہ ذریت رسول کو عدنیہ بدتر کہتے اور کتے سے بھی کتس  
 جانتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مجالس المؤمنین شومتری۔ انتخاب طبری وغیرہ) تو کتاب اللہ کا ذریت رسول  
 میں بند ہونا اور ہر قریہ و بستی و اول کا ان سے دین حاصل کرنا۔ تاکہ حجت الہی بندوں پر  
 تمام ہو۔ ناممکن اور دلیل مشاہدہ غیر واقعی ثابت ہوا۔ تو یہ ماننا چاہیے گا کہ ذریت رسول کو  
 ذریت نوح و ابراہیم سے کوئی شائبہ نہیں۔ ان کی بزرگی تو ان کے غیر انبیاء افراد پر نمایاں  
 ہے۔ مگر کتاب اللہ عرب ہدی للناس ہے اور ذریت کے ساتھ خاص نہیں تو اس کی تعلیم  
 نہ ریس عملی تشریح بھی ذریت کے ساتھ خاص نہ ہوئی بلکہ ذریت و غیر ذریت امت  
 منقطعاً ہیں عام رہی کہ ان سے لاکھوں کروڑوں افراد کو اللہ نے کتاب اللہ کا وارث  
 بنا کر علم و عمل سے آراستہ کیا اور وہ دنیا کے کونے کونے میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے  
 ہیں اور یہی جانشین رسول ہیں جو سنی المسلك ہیں اور تسبیح کے خیال میں اصل وارث  
 ذریت قرآن کو اپنے ساتھ یہ دنیا سے غائب ہے۔ اور امت محمدیہ ان کی زیارت۔



ہدایت، تعلیم و تبلیغ سے یکسر محروم ہے۔ جس دن ہم بلائیں گے ہر گھر وہ کو ان کے  
 ۹۔ یَوْمَ نَذَعُ مَا كُلَّ النَّاسِ  
 بِمَا كَانُوا عَمَلًا۔ ۱۰

ثابت ہوا کہ ہر دور زمانے میں کوئی نہ کوئی امام ضرور ہے۔ (مختصاً)  
 جواب۔ یہاں امام سے مراد مطلقاً پیشوا ہے۔ خواہ نیک ہو۔ جیسے انبیاء کرامؑ  
 اور ان کے متبوع متبعین۔ خواہ بد ہو۔ جیسے فرعونیوں کے متعلق فرمایا ہم نے ان کو  
 امام بنایا۔ وہ لوگوں کو آگ کی طرف بلاتے تھے۔ قیامت کے دن بد شکل ہوں گے  
 (مختص ع) اس کا قرینہ اگلی آیت ہے کہ جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملیگا  
 وہ خود پڑھیں گے۔ ان پر ذرہ ظلم نہ ہوگا (اور جس کو بائیں ہاتھ میں ملا وہ دنیا میں اندھا  
 تھا آخرت میں بھی اندھا ہو گا یا اس سے بھی زیادہ گمراہ ہوگا) معلوم ہوا کہ اس آیت کا  
 بھی شیعہ کی امامت سے ذرا تعلق نہیں۔

۱۰۔ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً  
 وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ  
 وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔

اور اسی طرح ہم نے تم کو بیچ کا گروہ مقرر  
 کیا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول  
 تم پر گواہ رہیں۔

(البقرہ)

معلوم ہوا کہ یہ اثنی عشر جو لوگوں کے ساتھ بلائیں جائیں گے وہ ہیں جو رسول کے  
 ماتحت اور تمام امت کے حاکم و ولی ہیں۔ اور انہیں کو امام کہا جاسکتا ہے، انہی کی تائیدی  
 کا ہر زمانہ والوں کو حکم دیا ہے۔ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور عاقلین کے  
 ساتھ رہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ مانہیں البتہ جو باقی رہتا ہے جو صدق فی قول  
 و فعل کے ساتھ جتنی معنی میں معسر ہوگا۔ پھر فرمایا۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنَادٍ لِّقَوْمٍ هَادٍ۔  
 تم ڈانسنے والے ہو اور نسل انسانی کے ہر  
 طبقے کے لیے ایک راہنما ہے۔

ثابت ہوا کہ ہر طبقہ انسانی کے لیے رہنما حقیقی کا وجود یقینی ہے۔ (میں شیعہ کیوں ہوں؟)



جواب۔ اس نام خولی استدراں اور سنن سبائی کا لچرہ چھ ہونا ہر عامی پرچس ظاہر ہے۔ جب آیت امت وسط کو آیت گذشتہ یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنْسٍ اِیَّاكَ لِیُخْبِرَکَ بِمَا تَعْلُقَ بِہِیَا پھر جَعَلْتُ کُمْ اُمَّةً وَاسْطًا اَتَمَّ کَیْ مَعْتَدَلِ امت بنایا کا جواب سب امت محمدیہ کو ہے۔ صرف بارہ امام کیسے بن گئے؟ یہ قرآن کی صریح تحریر ہے۔ پھر ان تقویٰ اور صادقین ہر زمانے میں ہیں اور وہ ہزاروں لاکھوں افراد خاص و عام ہیں اور دنیا ان کی اتباع کر رہی ہے۔ یہ تو نہیں کہ ہر زمانے میں صرف ایک ایک فرد وہ بھی تقیہ میں مستور اور گمنام ہو کر رہا۔ اور شدہ سے امام محمد کے غائب ہونے سے وہ بھی ختم ہو گیا۔ کیا عقل سلیم کی روشنی میں ایسے صادقین کی محبت کسی کو میسر آسکتی ہے۔ پوری امت میں صرف ۵۰۰ افراد ہی کی فہرست درکار ہے جن کو ان کی محبت مع سند ایمانی نصیب ہونی ہو۔ دیدہ باید آیت اَدْعَا اَنْتَ مُسْتَدْرَا کے دو مطلب ہیں کہ اسے پیغمبر آپ ہی اس دور کے مندر ہیں۔ اور تمام اقوام عالم کے لیے ہادی ہیں۔ یا یہ کہ آپ مندر و پیغمبر ہیں اور ہر قوم کے لیے پیغمبر و ہادی ہوتا رہا ہے۔ الخضر اس آیت کا بھی شیعہ امامت سے کوئی تعلق نہیں۔

قاریین کرام! ہم نے شیعہ مؤلف کی امامت پر پیش کردہ تمام آیات مع شیعہ استدلال کی حقیقت الم نشرح کر دی۔ ہر آیت میں ان کی لفظی جوڑی اور سنوی تحریر اور بالکل غیر متعلقہ سخن سازی واضح کر دی۔ غور کیجیے کہ ”مسند امامت“ ان کے دل اتنا اہم ہے کہ کاہلیہ کا ہزوس ہے۔ اور اس میں شک کرنے والی تمام امت مسلمہ بھی بے ایمان اور منافق ہے۔ مگر دلیل میں قرآن کریم کی ایک آیت بھی صریح یا ظنی مفہوم کی نہیں ہے۔ ہرگز نہیں ہے۔

ع۔ لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔

لیجیے اب موصوف امام غائب علیہ السلام کے عنوان سے قرآن کا خون کرتے ہیں۔ غیب کے معنی نظر نہ آنا ہے نہ کہ معدوم ہو جانا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ امام کا ہر زمانہ میں ہونا یقینی ہے تاہم اگر ظاہر اس کا سراغ نہ ملے تو وہ غائب ہے۔ اور پردہ قدرت میں مستور ہے۔ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ۔ (غیب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ تم انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کرتا ہوں) من لحد قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ غیب



کی کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ  
بِالْغَيْبِ  
بابت سے پرہیزگاروں کے لیے جو غیب  
پر ایمان رکھتے ہیں۔

اگر غیب سے مراد اللہ تعالیٰ لیا جائے تو ظاہر ہے کہ ایمان باللہ کے بغیر متقی قرہی  
نہیں پاسکتے۔ اگر قیامت مراد لی جائے تو اس کا ذکر بالیوم الآخر میں عیسیٰ و موجود ہے لہذا غیب  
کوئی اور ہی چیز ہے جس پر ایمان لائے بغیر متقین ہونے کے باوجود قرآن سے ہدایت نصیب  
نہیں ہو سکتی ۲۹۔

الجواب۔ "ماروں گھٹنا پھوٹے کلمہ" کا مسدوق اس راجحی استدلال کا میں کیا تہ  
دوں جوہ قرآن کی صحیح تخریف کر رہا ہے۔ اور اس کی سزا حکومت اسلامی۔ پاکستان جو کہ کراچی  
میں سولی لٹکا کر دے تو بجا ہے۔ سورت یونس کی آیت اِنَّمَا الْغَيْبُ "کہ غیب کا علم صرف  
خدا کو ہے۔ کفار کے اس مطالبہ کے رد میں ہے کہ کوئی معجزہ۔ سب کی طرف سے کیوں نہیں آتا۔  
بقبرہ کی شروع کی آیت میں غیب سے مراد صفات الہیہ۔ نبوت ایدیہ۔ قبر۔ دوزخ۔ جنت  
کی تفصیل۔ حساب کتاب وغیرہ ہے جسکی تفصیل دیگر آیات سے منی ہے۔ ترجمہ مقبول کے حاکم  
میں ان چیزوں کے علاوہ قیام قائم علیہ السلام اور رحمت بھی مثال میں بتایا ہے۔ مگر یہ تو  
ان کا خاص مسلک ہے جب توحید رسالت۔ دوزخ جنت کی طرح سینکڑوں آیات سے  
یہ چیز قطعی ثابت نہ ہو تو اسے الغیب کے تحت کیسے لایا جاسکتا ہے۔ پھر نو فادیانی وغیرہ بھی  
بچے ہو گئے کہ اپنی من گھڑت چیزیں اسی طرح آیات کے تحت لادیتے ہیں۔ اے ذلہ من  
تخریف القرآن۔

امام غائب علیہ السلام کا تعارف۔ شیعہ کا یہ خدانہ متل و نقل بنیادی عقیدہ ہے کہ  
بارہویں امام (مہدی) پیدا ہوئے اوکھ سال کی عمر میں دشمنوں کے خوف سے چھپ کر سرمن رومی نامی  
ایک در میں چھپے گئے۔ اصلی قرآن بموجب حدیث "لن یفترقا" کہ امام و قرآن کبھی جدا نہ  
ہوں گے۔ منی کے پاس ہے۔ جب ۳۱۳ مؤمن دنیا میں ہو جائیں گے باہر تشریف لیں گے۔  
اور نسق قرآن شریف شیعہ و گوں کو چپسائیں گے۔ باقی سب و گوں کے لیے۔ اہمیت و مذہب

و رہے۔ یہی حسن سب لوگوں کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ چنانچہ یہ امام نعت۔ روضہ  
نبوی۔ بھی گرا دے گا۔ حضرت ابو جبر۔ عمرؓ کی صحیح سالم رشتیں نکال کر ایک ششک درخت پر  
راجوڑی، نکائے گا۔ وہ ہر اہل جہلے گا۔ بخت البیت کی قبریں اکٹھے کرے گا۔ منجہ حضرت المؤمنین  
عائشہ صدیقہ کی سالم لاش نکال کر اسے اتنی درے لگائے گا۔ (اصول کافی وغیرہ)

چند باتیں باحوالہ لکھی جاتی ہیں۔ ۱۔ نور اللہ شوستری کہتے ہیں کہ امام مہدی کے اختفاء  
پر اجماع ہے۔ ہر زمانے اور ہر شہر کے شیعہ نے مسلسل اس پر اجماع کیا اور قول امام کی حجت  
بھی ان کے پاس ہے۔ (مجالس المؤمنین ص ۱۶) ۲۔ شیعہ محقق شیخ طوسی نے امام غائب کا  
فلسفہ ایک بادشاہ کے دربار میں یہ بیان کیا۔

لولا الامام لما قامت السموات والارض  
ولما انزلت السماء قطرة لها اخراجت  
الارض بركتها (مجالس المؤمنین ص ۴۲)  
اگر امام غائب نہ ہو تو آسمان و زمین قائم نہ  
ہیں اور آسمان سے بوند تک نہ برے۔  
اور زمین اپنی برکت و پیداوار نہ نکالے۔

گویا امام غائب اپنے فرائض۔ اقامت نماز۔ اقامت حدود۔ تبلیغ اسلام۔ تزکیہ  
نفوس وغیرہ۔ تو دشمنوں کے خوف سے چھوڑ کر چلے گئے۔ اور خدا بن بیٹھے باخدائی کے حصہ دار  
اور انچارج بن گئے حالانکہ آپ کی پہلی آیت میں اللہ کا ارشاد ہے۔

”ایاکہنسی آسمان و زمین بنائی۔ کس نے تمہارے لیے پانی برسا یا۔ آیا کس نے پر رونق  
بانغات لگائے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ و خدا ہے؟ بلکہ یہ شرک کرنے والی قوم ہے۔“

۳۔ امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ”تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا

کر دے گا۔ (لقبرہ پ ۱ ع ۱) سے مراد حضرت قثم مہدی کے اصحاب و شیعہ ہیں جو ۳۱۰ سے

چند عدد زندہ ہوں گے (۳۱۳) اللہ کی قسم یہی گنتی کی امت ہے۔ یک گھڑی میں جمع ہو جائیں

گے جیسے بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں۔ (روضہ کافی ص ۳۱۳) گویا آج تک ۳۱۳ مومن شیعہ

بھی دنیا میں نہیں ہوئے ورنہ امام کو چھپ رہا جائز نہیں۔ (کافی) ۴۔ اصبع بن نباتہ کہتے

ہیں کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا میرے گیارہویں بچے مہدی کی غیبت اور گمشدگی

ہو گی جس کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور کچھ ہدایت پائیں گے۔ میں نے



پوچھا۔ امیر المؤمنین کتنا عرصہ گشتہ گی اور غیبت ہوگی فرمایا۔ چھ دن۔ یا چھ مہینے یا چھ سال۔ میں نے کہا ایسا ضرور ہوگا۔ فرمایا ہاں ضرور ہوگا۔ گویا وہ پیدا ہو چکا ہے۔

(اصول کافی ج ۲ ص ۳۳۸ باب التفتیم)

امام جعفر صادق کی ایک حدیث میں ہے۔ فرمایا اسے زرارہ ابھی منتظر مہدی ہے جس کی ولادت میں بھی شک ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کا باپ فلاولہ مر گیا۔ بعض کہتے ہیں حمل چھڑ گیا۔ بعض کہتے ہیں۔ باپ کی موت سے دو سال پہلے پیدا ہوا (پھر غائب ہو گیا) یہی منتظر مہدی ہے مگر یہ کہ اللہ شمعوں کا آسمان چاہتا ہے اس رغبت کبریٰ کے زمانہ میں اہل باطل شک میں پڑے ہوں گے۔ (کافی ج ۲ ص ۳۳۸) آگے کافی کے باب کرامۃ التوفیق میں ہے کہ اللہ نے ظہور مہدی کا وقت خیر رجسٹہ بتایا تعجب حضرت حسینؑ میں شبہ ہو گئے تو اللہ کا غضب اہل زمین پر (یعنی شیعوں پر) سخت ہو گیا کہ نہ اللہ تک امام مہدی کو لیٹ کر دیا۔ ہم نے یہ ناسخ تم کو بتائی۔ تم نے اس کی شاکر دی اور سپردہ راز کھلا دیا۔ اس کے بعد اللہ نے اس کے نکلنے کی تاریخ بھی نہیں بتائی۔ اللہ جس بات کو چاہتا ہے مٹاتا ہے (یعنی اپنی خبر صبی غلط کر دیتا ہے) اور جسے چاہتا ہے ثابت (سچا) کر دکھاتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔ (شیخین کو لکھانے اور حضرت عائشہؓ کو حد مارنے اور اس امام غائب کے عذاب الہی۔ اور۔ رحمۃ للعالمین کا توڑ اور خند۔ ہونے یہ احادیث ملا باقر کی حیات نقاب ج ۲ ص ۶۱۱ وغیرہ پر موجود ہیں۔

**تبصرہ** | کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ کا مصداق یہ وہ امام غائب ہے جس کی غیبت کے ثبوت کے لیے شیعہ قرآن کی ملائیمہ تحریف کرتے ہیں اور اس عقیدہ پر ناز کرتے ہیں حالانکہ روایات بالکل روشنی میں نہ خدا سچا رہا نہ امام باقرؑ و مصداق سچے ہوئے۔ نہ بڑا منتظر ذات شریف کوئی مضاف مزاج رحمدل مسلمان صفت ثابت ہوئی۔ آج اگر خدا سنت کی قبر میں مٹانے والے نجدی برہمن ہیں تو روضہ نبویؐ ڈھاکر لاشیں نکالیں گے۔ کامنا برہمنے دئے اور ۳۱۳ افراد کے ماسوا تمام نسل انسانی کے لیے روس و

کے ایٹم ہوں کی طرح عذابِ خداوندی بننے والے کیا ہوئے۔ جلیئے خشک کے ساتھ تر جل جایا کرتی ہے۔ اللہ کرے وہ ذاتِ شریفِ جلد از جلد ظہور فرمائے اور ۱۳۱۲ افراد کے ماسوا کر ڈول شیعہ ان کی تنوار سے قبیہ بن کر جہنم کی ہانڈی میں پکیں اور چشمِ فلک یہ نظر دیکھے کہ اہمات المؤمنین۔ اصحاب و خلفاء رسول اور بہترین امت محمدیہ کو گالیال دینے والوں اور گھر گھر منہ کی فحاشی پھیلانے والوں کا انجام کیا ہوا اور یہ ظلم سے بھری ہوئی دنیا عدل و انصاف سے کیسے معمور ہو گئی۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر ان کے نام لیوا عیسائیوں کی قیامت آجائے گی اور مسلمان ہو کر پرجہ سکیں گے اسی طرح حضرت مہدی کے جوئے محب ان کے عذاب کا تسکار ہو کر یا مٹیں گے یا سنت و جماعت نبی کے مطابق، مسلمان ہو کر اپنی جانیں بچائیں گے۔ فانتظروا الی معکم من المنتظرین۔

قولا۔ برو سے حدیث بھی آئمہ اثنا عشر صلوات اللہ علیہم اجمعین ہی پیغمبرِ خدا کے حقیقی جانشین ہیں

قرآن حکیم سے امامت کا قلم تفسیر کرنے کے بعد موصوف حدیثِ ثقلین سے اور حدیث من کنت مولاه سے امامت کو ثابت فرماتے ہیں۔ اور حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کی روایت سے ایک جھوٹی روایت پیش کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ  
مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ  
إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (نساء ۵۸)

اے ایمان لانے والو! اللہ کی طاعت کرو اور اس رسول اور ان والیان امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں۔ پھر اگر کسی معاملہ میں تم میں آپس میں جھگڑا ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔

تو میں نے پوچھا۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو تو پہچان لیا لیکن اولی الامر کو نہیں پہچانا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ میرے جانشین ہیں۔ وہ میرے بعد تم پر حاکم و متصرف ہوں ان و متولی بنائے گئے ہیں۔ ان میں کا پہلا میرا جہاں علیؑ ہے۔ پھر آپؑ نے حسبِ اتفاق و شیعہ کی روایت افراد کے نام لیے۔ (بحوالہ کتب اہل سنت بیابیع الموردة مصنفہ علامہ سلیمان قادری)



شواہد الغبۃ ص ۱۹۵۔ (میں شاید کیوں ہوا؟)

**آیت اولی الامر کی بحث | الجواب**۔ حدیث ثقلین ۲ کتب اہل سنت اور اسوٰل کافی سے ہم پیش کر چکے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت نبوی میں جن ہمارے کتب میں ہے کہ کتاب اللہ اور اہلبیت ہیں۔ وہ سب غیر تجویز موصوع یا عسان ہیں۔ فردا فردا ہر ایک کی حقیقت حدیث ثقلین، از مولانا محمد نافع سے معلوم کریں۔ آیت بالا بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ قرآن میں امر۔ منہار۔ ماضی کے تقریباً ۱۰۰ صیغوں میں اطاعت خدا اور اطاعت رسول کا مستقل حکم موجود ہے۔ اور یہ تائیمت خطاب ہے۔ یعنی کلمات سنت کی ہر دو میں اہل ایمان پیروی کریں۔ صرف اس آیت میں اولی الامر کی ضمنی طاقت کا۔ یعنی بواسطہ انبیاء رسول۔ حکم ہے۔ لفظ اطیعوا اس کے ساتھ مستقل نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اولی الامر سے حکام مراد ہوں۔ یا فقہاء و علماء دین یا شیعہ کے بارہ امام بن سب کی اطاعت مستند نہیں بواسطہ اطاعت رسول ہے تو خدا اور رسول کے ساتھ ال کی اطاعت کا ۲ تناسب رہا۔ لہذا ان کے کلمہ بنانے کی حاجت رہی نہ مستقل اور مقررہ اطاعت ماننا جائز نہ ہوا۔ آیت سے مراد کچھ بھی ہوں شیعہ کا استدلال باطل اور مذہب فنا ہو گیا۔ علاوہ انہیں اولی الامر منکم کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ تمہارے ہی مقررہ اور چنے ہوئے ہوں۔ حبیب شیعہ بطور عموم حجاز آج خلیفہ صاحب حبیب اپنے حاکموں کی یا مذہبی کمیٹیوں کے سربراہوں کی یا اپنے مجتہدین و شریعتداروں کی آیت ہذا کی روشنی میں اطاعت کرتے ہیں تو شیعہ اولو الامر آئمہ کا غیر منصوص اور النسائل کا منتخب شدہ ہونا قرآن سے ثابت ہوا۔ مع ہذا منکم مسلمانوں کی جنس سے ہونا چاہتا ہے۔ جب شیعہ کے امام نہ عام مسلمانوں کی طرح کسی (غیر مذہبی) مسلمان ہیں۔ نہ فی نفسہ انسان ہیں بلکہ ان کے بقول خدا کے نور سے نور اور مسووث من اللہ ہیں تو وہ منکم کا مصداق نہیں بن سکتے مسلمانوں کے اپنے متذہبہ ماکم اور علماء و فہماء سر از ہیں۔ آیت کا خط شیعہ حصہ جسے شیعہ خائف نے حسب ماقتل نہیں کیا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ ان اولو الامر سے اختلاف و نزاع ممکن ہے۔ دفعہ اولیٰ سے یہی ہے کہ صاحب امر۔ اس کا مبیع کتاب و سنت سے مفید ہے۔

کہ ان میں تب وہ مومن باللہ و آخرت ہوں گے ورنہ نہیں۔ شیعہ عقیدہ میں امام کے ساتھ  
احد و نہایت نبی معصوم کی طرح کلمہ ہے۔ لہذا ان کے آئمہ اس کا مصداق ہو گئے نہیں ہو سکتے  
تبعی ہوں گے کہ نہ ہی عقیدہ کے۔ طالب ان کریم معصوم و غیر منصوص عالم و فقیہ مانا جائے  
ان کے فوہ و عمل سے اختلاف ممکن ہے۔ اسے کتاب و سنت پر چاہا جاسکتا ہے۔  
حدیث بالا یہ بھی کہتی ہے کہ در بیان حاکم و متصرف ہوں گے۔ حالانکہ شیعہ کا اتفاق  
ہے کہ وہ جانشین حضرت علیؑ کے دور خلافت کے سوا نہ حاکم بنے نہ متصرف فی امور الناس  
ہوئے۔ پھر وہ اس کا مصداق کیسے؟ شیخ مؤلف نے اولی الامر منکم کی وضاحت حاشیہ میں یہ  
کی ہے کہ ابی صاحب اختیار کن فیکون کی ترجمان اللہ اشعی حبست کا کیا کہنا؟ امام دنیا  
کے حاکم و متصرف تو بن نہ سکے عمر بھر مخالف رہے۔ مگر کن فیکون خدائی کے مالک بن گئے۔  
یہ کہ سنت سورت نسیم کے آخر میں اللہ نے اپنی بیان کی ہے۔

آیت سے استدلال کے جواب کے بعد روایت کا جواب  
**حدیث امامت کی حقیقت** | یہ ہے کہ یہ بالکل جھوٹی حدیث ہے۔ ہمارے کسی معتبر

کتاب میں اس کا نشانہ تک نہیں۔ مینابیہ مودتہ کا مصنف سلیمان بن ابی اسیم معروف  
خواجہ کلاں نظامی حنفی بالظنا پکا افسنی ہے۔ تمام شیعہ عقائد اس کی کتاب سے واضح  
ہیں لہذا نہ کہ حجت ہیں۔ (مجموعہ حدیث تقلیدین نافع) شوال المروتہ کا مصنف بھی جہول ہے۔  
بقیہ سب کتابوں کا چونکہ مجمل حوالہ ہے اور وہ اکثر جھوٹی روایات کی ہیں۔ جب اسے منال  
حلیب اسیر روضۃ الاحباب وغیرہ۔ اور عبارت والفاظ کسی نہیں کہے۔ ان کا جواب  
ہمارے ذمے نہیں ہے۔ البتہ سواعق محرقة کی یہ روایت ”کہ میرے بعد میری امت میں ہمیشہ  
عادلین میرے اہل بیت سے رہیں گے جو اس دنیا کو گمراہ لوگوں کی تخریب تاویل جاہلین اور  
جھوٹے لوگوں سے بچا کر راہ حق کی ہدایت کرتے رہیں گے۔ خبردار تمہارے پیشوا تم کو خدا کے  
سامنے اپنے ساتھ جانے والے ہیں۔ اس لیے سوچ لو کہ کیسے شخص کو پیشوا بنا رہے ہو۔“  
اگر یہ ثابت نہ ہو۔ مندرست معلوم ہوتی ہے اور من الہی کی تصریح کے بغیر کئی کتابوں  
میں مذکور ہے۔ اگر شیعہ مقصد خاص کے لیے استدلال کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ منافی



نہایت کے خلاف ہے تو شاذ ہو گئی۔ قابلِ احتجاج نہ رہی مگر اس کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس میں ”میری امت میں ہمیشہ عادلین اہل بیت“ کا لفظ ہماری ہی تائید کرتا ہے۔

**اہل سنت کی خدمات دین** | کہ اہل سنت کے اعتقاد میں سینکڑوں علماء و سادات ہر دور میں امت کی راہنمائی کرتے آ رہے ہیں۔ حضرت علیؓ، حسینؓ، زین العابدینؓ، حضرت جعفر صادقؓ رحمہم اللہ انہیں سب کتنی تھے۔ روافض کو فخر پر تھوک دیا تھا ان کی علاوہ تردید کی سب دنیا کو مسک۔ اہل سنت کے مطابق کتاب و سنت کی تعلیم دی کبھی شیعہ کی بات نہ کہی تھی تبھی تو شیعہ با دشمنان ان کو تفتیش باز کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبد اللہ تاجیانیؒ، شیخ ابوالیاء۔ جو والدہ حسنی سید ہیں اور والدہ سے حسینی جیسے اسلاف سادات۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری۔ علامہ محمد یوسف امینویؒ، بیگلہ ریاض رسول عطار اللہ شاہ سجاسی جیسے موجودہ دور کے محقق و فضلاء سادات حدیث بالا کا مصداق ہیں اور وہ بکثرت ہوتے آ رہے ہیں۔ نہ کہ شیعہ کی طرح ایک ایک امام واجب الطاعت ہے۔ مگر تفتیش کی وجہ سے اس کی اتباع ناممکن ہے۔ امام عصرؑ کا تو کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ اسی لیے ہم نے حدیث نبویؐ پر عمل کرتے ہوئے سوچ کر اپنے اساتذہ۔ ائمہ اور قابلِ اتباع اہل علم تلاش کیے جو ہر وقت ہماری راہنمائی اور تزکیہ نفوس اور تعلیم و تبلیغ کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں اور آپ جیسے گمراہ و جاہل جوڑے لوگوں کی تاویل و تحریف سے راقم اہم جیسے ان کے ادنیٰ شاگرد لوگوں کو بچا کر لے رہے ہیں۔ حق کی تباہی کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ واللہ الحمد والممنۃ۔

الغرض دنیا میں صرف مذہب اسلام ہی سچا ہے اور اہل سنت والجماعت کے مطابق اس کی تشریح و تعبیر ہی برحق ہے۔ عقل و نقل کی کسوٹی پر پرکھا ہوا ہے۔ وہی منصب سالت کے فریضہ تبلیغ کا دنیا میں وارث و جانشین ہوا۔ اس کے اکابر صحابہ کرامؓ، تابعینؓ، ائمہ دینؓ، فقہاء و مجتہدین سبھی اعلیٰ درجہ کے شجاع۔ دنیا کے اسلام کے عظیم الشان فاتح۔ اقوام عالم کے بے مثالے ہادی۔ حاکم اسلامیہ کے لاثانی مدبر۔ افضل اراحم۔ پارسا۔ عاہدہ عادل و رحم دل تھے اور تمام دنیا سے اپنی جلالت شان علمی مقامات ان بان اور عظمت و تقویٰ کا لوہا منوایا۔ زبان خلق

نشانہ خدا: کا مصداق وہ دنیاۓ اسلام کے متفقہ امام و پیشوا، عظیمہ خدا، اور درجہ حضرت  
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ بایں ہمہ وہ اللہ کے عاجز بندے تھے۔ کبھی متکبرانہ بات نہ  
کی۔ نشانہ کعبہ پر چبکے رہنے والے کیسے کہیں ”کہ ہم گناہ و خطا سے پاک ہیں“ سحری کے  
استغفار میں آہ و بکا کرنے والے کیوں اپنے پیروکاروں سے یہ کہلوائیں ”ہمارے امہ معصوم  
تھے، گناہوں سے پاک تھے انبیاء سے افضل تھے“ ان کا خدا دار مقام ہی کافی تھا۔

وَيَذِينُ مَا جُرُؤَانِي اللَّهُ مِنْ كَيْدٍ مَا  
ضَمُّوْا نَبُوْهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ  
لَا جُرُؤَ الْآخِرَةِ الْكِبْرُ (نحل ۶۷)

وہ لوگ جنہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم  
کیا گیا خدا کی خوشنودی کے لیے عجز کی  
ہم ضرور بالضرور ان کو دنیا میں رہنے کی بھی

جہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہوگا۔ (مقبول)

آج لِيُغِيْطَ بِهِمُ الْكُفَّارُ تاکہ صحابہ کی ترقی سے کفار جلیں، کا مصداق ان کے  
سے دشمن ہزار جلیں۔ حقائق جھٹلائیں۔ قرآن و سنت کو نشانہ طعن بنائیں۔ روئیں بیٹیں  
لوہاں ہو کر اپنے آپ کو ختم کر دیں ان کو قدرت نے پاداش اعمال میں یہی کچھ دینا ہے۔  
يُنْذِرُ بِهِمْ عَذَابَ الْآخِرَةِ فِي الْحَيَاةِ تاکہ ہم ان کو دنیا میں رسوائی کا عذاب دکھائیں  
لَا بُنَاءَ لَعَذَابِ الْآخِرَةِ خَرَّائِي وَهُمْ اور آخرت کا عذاب تو اس سے زیادہ ہو گا  
لَا يَنْصُرُوْنَ۔ ہے۔ ان کی وہاں کوئی مدد نہ کرے گا۔

یہی آخر میں مشہور کی حدیث ”یا علی انت وشیعتک ہم الفائزون“ اس کے  
جہلی اور من گھڑت ہونے کی حقیقت بمعہ متعلقات ہم نے ”تحفہ امامیہ“ میں دس صفحات  
میں کر دی ہے۔ اس کے متبادل نجات اہل سنت پر حدیث صحیح یہ ہے۔ قال النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم لا ومن مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ  
شیعہ کتاب کشف الغمہ (۱۳۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آل محمد کی محبت پر  
فوت ہوتا ہے وہ اہل سنت و جماعت کے مذہب پر فوت ہوتا ہے۔ تازہ لیت آل محمد سے  
سچی محبت رکھنے والے اتفاق جنتی ہے۔ تو سب اہل سنت جنتی ہوئے۔ نیز حضرت علیؑ نے  
فرمایا سب بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے متفق و درمیانہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ علیؑ خدا و رسول کی



صدقت والے ہیں نہ متافق و دشمن اسلام۔ یعنی شیعہ و خارجی نہیں سنی ہیں، تم اسی گروہ کی اتباع کرو یہی سوادِ اعظم اور جماعت والے ہیں۔ نہج البلاغہ ص ۲۴ جس گروہ کی اتباع کا علی حکم دیں ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے۔ محترم! آپ کے ہزارہ و پیہ انعام کی بچہ بیٹے و پیش منقش کو ضرورت نہیں۔ یہ خونِ اہلبیت کی بیع کا معاوضہ اور متہ خانہ کی آمدنی آپ کو مبارک ہو۔ آپ اگر مفادِ دنیوی قربان کر کے سنی ہو جائیں تو چشمِ مار و ششِ دلِ ماشاد۔ ورنہ ہم دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو محبِ اہلبیت و جمیع صحابہ کرام اور جنتی بنائے۔ آمین

محتاج دعا۔ مہر محمد میاں نوالوی۔

## سچا نذریہ کیا ہے؟ مع سنی نذریہ سچا ہے۔

۱۸x۲۲ - ۱۲۲ صفحات - قیمت ۹ روپے

یہ دلچسپ رسالہ تحریری مناظرہ کے ان دس خطوط کا نام ہے جو مولانا مہر محمد میاں نوالوی اور رشید مولف عبد الحکیم مشتاق کے درمیان اس کے پسندیدہ موضوع ”نجاتِ شیعہ“ پر سال بھر جاری رہے اور مشتاق نے اپنی عاجزی اور شکست تسلیم کر لی سنی و شیعہ کے تقابلی مطالعہ اور اہل سنت کی صداقت پر روشن برہان ہے۔

زبان سنجیدہ اور مدلل

اپنے شہر کے کتبے فروش کے علاوہ

مکتبہ عثمانیہ نور باور اگوا نوالہ سے طلبہ کریں۔

## سنیہ پر سوال کے جوابات

### اہل سنت والجماعت کی وجہ تسمیہ

سوال ۱۰۰۔ اہل سنت والجماعت کے نام کے متعلق ہے۔ مؤلف نے سنی شہرت حاصل کرنے کے لیے اسے دس سوالوں میں بچھا کر بیان کیا ہے۔

سوال ۱۰۱۔ آپ کے مذہب کا نام سنی یا اہلسنت یا اہلجماعت قرآن سے ثبوت ہے۔ اپنے مذہب کا نام قرآن سے بتائیے۔

جواب۔ تینوں الفاظ ایک ہی حقیقت ہیں اور ایک ہی دین نبوی کی تتبع جماعت کا نام ہیں۔ سب سے پہلے ہم ملتِ ابراہیمی کے پیروکار اور مسلمان ہیں۔ ارشادِ الہی ہے۔

مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ ۙ اِبْرٰهٖمَ ھُوَ سَمٰکُمْ  
اَلْمُسْلِمِیْنَ ۚ مِنْ قَبْلُ ۚ وَفِیْ ھٰذَا رَجْعٌ ۙ

مطیع و فرمانبردار رکھا اور اس قرآن میں بھی وہی نام رکھا۔ (ترجمہ مقبول)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور سنت کی اتباع کرنے کی وجہ سے ہم سنی یا اہل سنت کہلاتے ہیں۔ کیونکہ سنت نبوی کا منکر کافر۔ تارک۔ گمراہ اور بے دین ہے انتہاء رسول ہی میں اللہ کی محبت حاصل ہوگی۔ سنت رسول چھوڑنے پر جہنم کا پروانہ ملے گا اس موصوفہ پر قرآن کی آیات بکثرت ہیں۔ صرف تین پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ  
اسے رسول اکرم دو اگر تم اللہ کو دوست



رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تاکہ اللہ تمہیں  
دوست رکھے اور تمہارے گناہ بخش دے۔

(ترجمہ مقبول)

پس ان لوگوں کو جو امیر رسول سے مخالفت  
کرتے ہیں۔ اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے  
کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا ان کو دردناک

فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ  
ذُنُوبَكُمْ۔ (آن عمران)

۲۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ  
عَنْ أَمْرِهَا أَنْ تَضِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ  
يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (نور ۹۶)  
عذاب پہنچے۔

امر سے مراد حکم رسول اور سنت رسول ہے۔ اس کا منکر یا دشمن دردناک عذاب مستحق  
یعنی کافر ہے۔

اور جو شخص بعد اس کے کہ حق اس کے لیے  
کھل جائے۔ رسول کی مخالفت اختیار کرے گا  
اور مومنوں کے راستہ کے سوا اور کوئی راہ اختیار  
کرے گا ہم بھی اسے اسی راہ پر چلا دیں گے

۳۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ  
مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ  
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَ  
نُصْرَهُ جَهَنَّمَ۔ (نساء ۸۷)

اور اسے جہنم میں داخل کریں گے۔

تیسری آیت سے معلوم ہوا کہ سنت رسول وہی ہے جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی تیار کردہ جماعت مومنین صحابہ کرام ہیں۔ اس جماعت کی راہ چھوڑنے والا رسول کا بھی  
خالف۔ خواہش نفس کا پیرو اور جہنم کا ایندھن ہے۔ سنی شیعہ تاریخ کے اتفاق سے اسی  
جماعت نے حضرت ابو بکر و عمر عثمان و علی و معاویہ رضی اللہ عنہم کی بالترتیب بیعت کی۔  
ان کو خلیفہ برحق مان کر ان کے جھنڈے کے تحت تمام دنیا اُسے اسلام عرب و عجم اور شرق و  
غرب کو فتح کیا۔

شیعہ کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی ص ۱۸ مطبوعہ ایران میں ہے۔

امت میں کوئی ایک بھی نہیں جس نے مجبوری  
سے (ابو بکرؓ) کی بیعت کی ہو بجز حضرت علیؓ اور

ما من الامة احد بايع مكرها غير  
علي و ابي بعتنا۔

ہمارے چار ساتھیوں کے۔ ان کا برہنہ پر لقیہ کا اتہام لگانا تو خود اپنے منافی ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہے۔ بہر حال فیصلے ظاہر ہو رہے ہیں۔ جب ساتھیوں سمیت حضرت علیؑ نے بھی بیعت کر لی (روضہ کافی ج ۸ ص ۲۴۳) تو سب جماعت مومنین کے اتفاق اور بیعت خلافت سے وہ خلفاء برحق ثابت ہوئے۔ اب ان کا مخالف و منکر گو یا تمام مہاجرین و انصار اور جماعت مومنین کے راستے کا مخالف اور دشمن رسول ہے۔ اس آیت سے ”اہل سنت نبیؐ اور اہل سبیل المومنین“ کا ثبوت قطعی ہوا۔ اسی کو مختصر اہل سنت والجماعت یا سنی کہتے ہیں۔ جیسے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کو کلمہ طیبہ کہتے ہیں۔ اور یہ قرآن سے قطعی الثبوت ہے۔ جیسے کسی شخص کا یہ مطالبہ ہے ہو وہ ہے کہ لفظ ”کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت“ کا ثبوت قرآن سے بتاؤ۔ اسی طرح جب سنت رسولؐ اور جماعت رسولؐ کی پیروی کا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ تو اب لفظ اہل سنت والجماعت یا سنی کا مطالبہ حماقت ہے۔ تحقیقی جواب اتنا کافی ہے۔ اگر لفظ سنت دکھانے پر اصرار ہو تو ہم کہتے ہیں کہ لفظ سنت اللہ کی طرف یا انبیاء کرام کی طرف مضاف ہو کر قرآن پاک میں استعمل ہوا ہے۔

اسی طریقہ پر جس پر ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے تھے اور تم ہمارے طریقہ میں کوئی

۱۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا (پ ۸۶)  
تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

خدا نے تعالیٰ کا قعدہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے ایک ہی چلا آتا ہے اور خدا کا حکم ایک حد پر اندازہ کیا ہوا ہے۔ پیغمبر ایسے لوگ

۲۔ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۚ الَّذِينَ يَبْتَغُونَ رِيسَةَ اللَّهِ

میں جو خدا کا حکم پہنچاتے ہیں۔ اور اسی سے ڈرتے ہیں۔ (پ ۲۲۲ ع ۲)

ان دو آیتوں میں انبیاء و رسل اور اللہ کی طرف اضافت کی تصریح ہے معلوم ہوا کہ اہل سنت اللہ اور اہل سنت نبیؐ ہی برحق جماعت ہیں۔ اگر دو مقام پر اللہ کی طرف نسبت نہیں ہے تو وہ بھی دراصل مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور فاعل کی طرف مضاف سنت اللہ ہونا یقینی ہے۔ جیسے پ ۲۲۲ ع ۱۴ میں ہے۔



تو کیا یہ اپنے پہلوں کے قاعدہ کے منتظر  
میں۔ پس تم خدا کے قاعدہ میں ہرگز کوئی

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّةَ الْأَوَّلِينَ  
وَلَنْ يَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا  
تبدیلی نہ پاؤ گے۔ (ترجمہ مقبول)

اگر کوئی شخص اس طرز پر بھی سوچے تو مطلب یہ ہوگا کہ اہل سنت والجماعت سنت اللہ  
کا منظر ہیں کہ وہ کفار عرب و عجم پر عذاب الہی بن کر ٹوٹے۔ اور آج بھی ان کے دشمن اس  
سنت اللہ سے خائف اور ماتم کتاں ہیں۔ والجماعت ہونے کی تیسری دلیل یہ ہے۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ  
وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِحَسَنِ  
تَحِيٍّ إِلَى اللَّهِ عَنْهُمْ الْخ (توبہ ۱۲۶)  
اور مہاجرین و انصار میں سب سے پہلے  
راہبان کی طرف سبقت کرنے والے اور  
وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی  
خدا نے تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے۔

مہاجرین و انصار صحابہ کرام جو سب امت سے سابق، اقل اور افضل تھے۔ ان  
کے ہمراہ نیکی میں ان کے پیروکاروں کو بھی اللہ نے اپنی رضا جنت اور کامیابی سے نوازا  
ہے۔ چونکہ تمام صحابہ کرام اہل سنت (نبوی) تھے۔ اور مہاجرین و انصار کے پیرو تھے۔  
لہذا وہ اور تاقیامت ان کے تمام متبعین اہل سنت والجماعت فیصلہ قرآن کے مطابق  
برحق اور دین و دنیا میں کامیاب اور جنتی ہیں۔

سوال ۱ احادیث پیغمبر سے کوئی متواتر مرفوع اور صحیح حدیث باحوالہ سنی یا  
اہل السنۃ والجماعۃ نام پر بطور مذہب پیش کریں۔

جواب۔ احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں صرف پانچ کافی  
سنی و شیعہ کی احادیث سے ثبوت ہیں۔

۱۔ امت کے تہتر فرقوں میں "کون ناجی ہے" کا سوال جب حضور صلی اللہ علیہ و  
آلہ و اہلہ وسلم سے ہوا تو آپ نے فرمایا۔  
ما انا عنیہ و اعمی بی۔ (ترمذی منسوخ)  
میری سنت اور میرے صحابہ (جماعت) کا  
پیرو ناجی ہے۔  
احمد والوداؤد۔ مستدرک ج ۱ ص ۱۲۹

آپ سے مراد سنت اور طریقہ ہے۔ یعنی جس طریقے پر میں ہوں اور جس پر میرے اصحاب کرام ہیں۔ تو اس مذہب اور طریقے کے ہی پیروکار۔ اہل سنت والجماعت یا مختصراً بطور نسبت سنتی کہلائے۔

۲۔ اپنی وفات کے بعد کئی فتنوں کی نشاندہی کی تو راہِ ہدایت کی تلقین یوں فرمائی۔  
 عیکم بسنتی وسنة لخلفاء الراشدين  
 امھدین تمسکوا بہا وعضوا علیہا  
 بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور  
 فان کل محدثۃ بدعة وکل بدعة ضلالة۔ (مشکوٰۃ) احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ  
 تم پر لازم ہے کہ میری سنت پر چلو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے پر چلو۔ سنت اپناؤ اور سنت کو ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑ لو۔ نئی باتیں نکالنے سے بچو۔ کیونکہ دین بنا کر پر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

آپ کے خلفاء اور جانشین وہی ہوں گے جو آپ کی جاری ڈیوٹی سنبھال کر ملت کا انتظام اور امت کی راہبری قول اور عمل سے فرمائیں گے۔ نماز کے امام کا البتہ حدیث وغیرہ خلیفہ وہی ہوتا ہے جو اس کی نماز کو اسی رکن سے سنبھال کر تکمیل کرائے۔ دنیا سے رخصت ہونے وقت آپ ہادی و مبلغ بھی تھے اور حکومت و سیاست کے سربراہ بھی۔ آپ کی وفات کے بعد بلا فصل جو حضرات مصلیٰ تعلیم نبوی اور حکومت کے مؤاوارث ہوئے خلیفہ پیغمبر صرف وہی ہیں۔ وہ بلا فصل خلیفہ سرگز نہیں کہ نہ ان کو حکومت و اقتدار ملا نہ تنفیہ و کتمان دین کی وجہ سے پیغمبرانہ مشن تعلیم و تبلیغ کی توفیق نصیب ہوئی۔ تو دین و اقتدار دو چیزوں کے معا جانشین ہی آپ کے خلفاء ہوئے اور آپ نے ان کے راشد و مہدی ہونے کی سند بھی لوگوں کو بتادی اور اپنی سنت کے ساتھ ان کی سنت کے اتباع کا بھی حکم دیا تو ایسے کا بل خلفاء کو ماننے والے ہی تعلیم نبوی کے مطابق اہل سنت والجماعت ہدایت یافتہ ناجی اور فتنوں میں بینارہ نور ہیں۔ اور ان کے خلاف مذہب نکالنے والے جہتی ہیں۔

۳۔ مرفوعاً۔ منتان وسیعون فی سنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۳ فرقوں



وواحدة في الجنة وهي الجماعة.

(نحمد، ابودرد، مشکوٰۃ)

۴۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

من تبعني على الصلوة والصدقة

تبعني على الجماعة ومن شذّ شذّ في النار

(ترمذی)

۵۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذّ

شذّ في النار۔ (ابن ماجہ)

میں سے ۷۲ آگ میں بول گے اور ایک جنت

میں جو اہل جماعت بول گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے

گا اور اللہ کا دست حق جماعت پر ہوگا۔ اور

جو جماعت سے الگ ہوا جہنم میں پھینکا جائیگا۔

محضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہوگا!

بہت بڑی (حق پرست) جماعت کی پیروی

کر و جو ان سے الگ ہوا جہنم میں گر گیا۔

تینوں احادیث ”جماعت“ کی اتباع پر زور دیتی ہیں کسی مسئلے پر ان کے اتفاق

کو گمراہی سے پاک۔ اللہ کی تائید سے منصور اور مخالف کو جہنمی بتاتی ہیں۔ ان کی علامت

علماء و صلحاء کے نفوس کی کثرت ہے۔ جسے سواد اعظم کہتے ہیں۔ اور اسی سے اہل سنت

کے بعد والجماعت کی وجہ تسمیہ ظاہر اور قطعی ہے۔

سائل نے صرف کئی احادیث پوچھی تھیں۔ کیجئے ان کے بعد شیعہ احادیث بھی اہل سنت

والجماعت کی وجہ تسمیہ اور ان کی حقانیت پر شاہد عدل پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ”عنتریب میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں

گے۔ ایک وہ جو محبت میں غلو کرے اور حق سے نکل جاتا ہو۔ کہ خدا اور رسول کی صفات

میں آپ کو شریک کرے۔ ان سے بڑھ کر آپ کا ذکر کرے اور آپ سے محبت رکھے۔

اور ایک وہ جو عداوت میں غالی ہو اور عداوت ناحق تک اسے پہنچائے۔ کہ نیک شخص کی

زبانی آپ کے ذکر صحیح سے بھی جیسے اور آپ کو منافق دروغ گو یا ثقیف باز بتائے۔

میرے متعلق عقیدت رکھنے والے سب سے

بہترین وہ لوگ ہیں جو معتدل راہ چلیں گے

توان کا دامن تھام لو اور اس بڑی جماعت

وخیر الناس فی حاد النمط الاوسط

فانموا واتبعو السواد الاعظم فان

مد الله على الجماعة ومن شذّ شذّ في النار

کی پیروی کرو۔ بلاشبہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ فرمانِ مرتضوی کے مطابق شیعہ اور خارجی افراط و تفریط کی وجہ سے ہلاک اور گمراہ ہیں اور اکثریتی جماعت اہل سنت والجماعت ہی ہدایت پر ہیں۔  
۲۔ فقہوں اور فرقہ بندی کے دور میں کتاب و سنت اور جماعت "چھوٹنے والوں کی مذمت میں حضرت علیؑ نے فرمایا۔

فاجتمع القوم علی الفرقۃ و فترقوا  
عن لجماعت کا نہم ائمۃ الکتاب و  
لیس بکتب امامہم۔  
ایک قوم علیحدگی پر متفق ہو گئی اور جماعت  
سے الگ ہو گئی گویا کتاب کے پیشوا وہ ہیں  
اور کتاب ان کی پیشوا نہیں ہے۔

(نہج البلاغہ، قسم اول ص ۳۸ ط مصر)

اس ارشادِ امام میں والجماعت کی وجہ تسمیہ واضح ہے جماعت کے تارک گویا کتاب اللہ کے بھی تارک ہیں اور کتاب اللہ کو "امام ہدایت" نہ ماننے والے اور نئے مخصوص اماموں کا سلسلہ ماننے والے درحقیقت گمراہ ہیں۔  
۳۔ نہج البلاغہ، قسم اول ص ۲۸۶ پر حضرت علیؑ نے لوگوں کو وصیت فرمائی۔

ما وصیتی فی اللہ لا تشکوا بہ شیئاً و  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا  
تضیعوا سنتہ اقموا احادیثہ  
اعموا دین و خلاکم ذم ما تم تشردوا  
میری وصیت یہ ہے کہ تم اللہ کی ذات و  
صفات میں کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور حضرت  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کرنا  
ان دو ستونوں کو تھامے رکھنا اور نہ سنت  
تم سے دور رہیگی جب تک تم جماعت سے کٹ کر فرقہ فرقہ نہ بنو گے۔

اس حدیث سے "سنت و جماعت" دونوں کی حقانیت اور ان کو اصول دین بنانے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی وصیت پر عمل ہی اہل سنت والجماعت اور حضرت علیؑ تالبدار گروہ کہلاتے ہیں اور سنت علیؑ کے گروہ کی (بلفظ اصحاب جماعت یا شیعہ جعتی بھی مدح و توصیف میں حدیث ہوں گی وہ سب اہل سنت والجماعت ہی کی تحریر ہے کیونکہ یہی آپ کے تالبدار، مددگار اور سب سے بھی ہیں۔



اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تتر فرقوں میں سے ناجی گروہ کو جماعت

کہا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے جب پوچھا یا رسول اللہ! ناجی گروہ  
کون ہوگا؟ فرمایا۔ جو جماعت ہو، جو جماعت  
ہو، جماعت ہو۔ یعنی صحابہ کرامؓ کی بڑی جماعت

قالوا یا رسول اللہ من تلک  
الفرقة قل الجماعة الجماعة الجماعة  
(کتب خصال لابن بابویہ ج ۲ ص ۱۱)

کا پیر ہو۔

ہم حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ کے قاضیوں اور مجسٹریٹوں کو حکم دیا۔

تم فیصلے اسی طرح کرو جیسے پہلے کرتے تھے۔  
تا آنکہ سب لوگ ایک جماعت ہو جائیں یا  
میں وفات پا جاؤں جیسے میرے ساتھی  
فوت ہو چکے ہیں۔

اقضوا کم کستم تقضون حتی  
یکون الناس جماعة او موتکم  
مات صحابی۔

(بخاری ج ۲ ص ۵۲۳ بحاس مؤمنین ط ۱۲)

معلوم ہوا حضرت علیؓ اہلسنت والجماعت تھے۔ جماعت کو تادم زلیت پسند کرتے

تھے۔

جو مسلمانوں کی عام جماعت سے الگ ہو گیا اور  
ان کے امام کی بیعت توڑ دی وہ خدا کے پاس  
کوڑھی شکل میں آئے گا۔

۵۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
قل من فارق جماعة المسلمين ونکث  
صفتہ الامام حار الی اللہ عن وجہ  
اجنم (اصول کافی ج ۱ ص ۳۰ ط ۱۲)

اس جعفری حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی جماعت کے مذہب پر رہنا چاہیے۔ اور  
شیعہ مسلمین کا لفظ اہل سنت ہی پر بولتے ہیں۔ خود تو صرف ”مؤمنین“ کہلاتے پر فخر کرتے  
ہیں۔ کیونکہ ان کے یہاں مسلمان اور منافق ایک ہو سکتے ہیں۔ اور اس سنتی جماعت مسلمین کا جو  
امام و حاکم ہو اس کی بیعت کرنا اور اس کی بیعت پر رہنا ضروری ہے۔ اور نقض بیعت کرنا یا  
ان کے ایسے آئمہ کو برحق نہ جان کر بدگوئی و مذمت کرتے۔ یہنا قیامت کے دن کوڑھے ہوئے  
کا باعث ہے۔

حاصل جواب یہ نکلا کہ جب کتب فریقین میں سنت اور جماعت کا ثبوت اور ان کی پیروی کرنے کا لازمی حکم موجود ہے۔ تو ان دونوں کو اپنانے والے اہل سنت والجماعت ہی کہلائیں گے۔ اس کے برعکس وہ ٹولہ فرقہ شنیدہ اور اہل تشیع ہرگز نہیں کہلائیں گے۔ کیونکہ یہ الفاظ جماعت کے مقابل چند ہم خیال افراد پر بولے جاتے ہیں۔ نماز پڑھنے والا نمازی کہلائے گا وہ بے نماز کیوں کہلائے۔ "اہل السنۃ والجماعت" بطور مقدس مذہبی نام کا ثبوت صحابہ کرامؓ کے اقوال سے سوال ۵ کے جواب میں ملاحظہ کریں۔

سوال ۳۔ تاریخ اسلام سے وہ تاریخ اور مہینہ اور سن ہجری بتایا جائے جس دن سے یہ لقب اختیار کیا گیا۔

جواب۔ جب قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے سنت و جماعت کی اہمیت کا ثبوت اور ان کی پابندی کا حکم پایا گیا تو آغاز اسلام ہی سے جو مسلم۔ اور صاحب ملت ابراہیمی ہے وہی سنی اور اہل سنت والجماعت ہے۔ خواہ وہ بطور لقب اپنے نام کے ساتھ لکھے اور کہلائے یا نہ۔ یہ صفات والقب و حقیقت ضرورت کے موقع پر استعمال ہوتے ہیں خصوصاً جب کہ مقابل اور صفات والا ہو تو بطور امتیاز انہیں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً اب پنجاب و پاکستان میں رہنے والے باشندے پنجابی و پاکستانی اپنے ساتھ نہیں لکھتے اور نہیں کہلاتے۔ ہاں کراچی و سندھ میں رہیں تو پنجابی کہلائیں گے۔ عرب یا برطانیہ وغیرہ میں رہیں تو پاکستانی کہلائیں گے۔ کسی ایسی کمیٹی کے ممبر ہوں جو مختلف مذاہب لوگوں پر مشتمل ہو تو مسلم کہلائیں گے۔ حالانکہ یہ مذہبی و علاقائی خصوصیات ان کو شروع سے حاصل ہیں مگر ضرورت کے موقع پر ان کا تشخص ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب عہد تقوٰمی میں مختلف گروہوں میں مسلمان بٹ گئے۔ شیعہ معاویہ۔ شیعہ علی۔ غیر جانبدار۔ خوارج۔ سبائی وغیرہ اور حضرت علی المرتضیٰؑ متنا کرتے تھے کہ کاش مسلمان حسب سابق ایک پلیٹ فارم اور وحدت پر جمع ہو کر "جماعت" بن جاتے۔ جیسے مجالس المؤمنین کی حدیث بالا گذر چکی ہے۔ مگر آپ کے عہد میں یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ آپ کی حضرت حسن کو اس وصیت کے مطابق۔ کہ بیٹا معاویہ



کی امارت و حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر یہ بھی دنیا سے چلے گئے تو نہ کندھوں سے سرگرت دیکھو گے۔ (ابن ابی الحدید) آپ کے خلیفہ الرشید حضرت حسن المجتبیٰ نے اس بشارت نبوی کو سچا کرتے ہوئے۔ کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اس کے ذریعے اللہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح صفائی کر دے گا۔ بخاری ج ۱ حضرت معاویہ کے ساتھ مصالحت اور بیعت کر لی۔ آپ کے فرمانبردار لشکر نے بھی کر لی۔ تو سب مسلمان حضرت حسن کے تیار کردہ اس پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ اور وہ سال "عام الحاسن" اتفاق والے سال کے نام سے مشہور ہوا۔ اب ہر قسم کا تشیع اور گروہ بندی ممنوع کر دی گئی اور گمراہی کی علامت قرار پائی۔ بطور تفتیح جب حضرت حسن و معاویہ کی مصالحت کے دشمن اپنی پاٹیوں کو ختم کرنے کے بجائے شیعہ اور خارجی کے نام سے زمین سازشوں کا خیال بچاتے رہے تب ضرورت تھی کہ مسلمان اہل سنت کہد میں تاکہ عقیدت پرست مختزلہ سے اور سنت نبوی کے بجائے امامت کا عقیدہ ایجاد کرنے والے ختم نبوت کے دشمنوں سے امتیاز حاصل ہو جائے اور واجبات کہلانے کی بھی ضرورت ہوئی تاکہ تمام جماعت صحابہ کرام کے منکر اور دشمن شیعہ و افضل سے بھی امتیاز پیدا ہو۔

فرمایے اس میں کون سی حدت یا بدعت پیدا ہوئی مسلمانوں کے اس اتفاق و اتحاد سے نقصان تو صرف غیر مسلموں یهود و نصاریٰ اور مجوس ہی کو پہنچا کہ ان کے ممالک پر پھر فتوحات اسلامی کی یلغار شروع ہو گئی اب لم اسو سال بعد بھی اس اتفاق و اتحاد پر چلیں بھینچے ہونے والے کیا کفار کے ایجنٹ اور ملت اسلامیہ کے دشمن اب بھی ثابت نہیں ہوئے؟

سوال نمبر ۱۰۔ اس لقب سے قبل آپ کس نام سے مشہور تھے۔ پرانا لقب آپ نے کیوں ترک فرمایا۔ آپ کے مذہب کے مطابق ہر نئی چیز بدعت ہو جاتی ہے لہذا اس بدعت کو جاری کرنے والا سب سے پہلا بدعتی کون تھا۔ سنی، اہل سنت، اہل سنت و جماعت ان تینوں کے کیا معنی ہیں۔ لغوی اور اصطلاحی مع ثبوت نقل کیجیے۔ ان تینوں میں سے قدیم کون سا ہے۔ ان تینوں میں سے آپ سب سے اچھا کس لقب کو منتخب کرتے ہیں۔ باقی

دو القاب کمتر کیوں ہیں اور ان دونوں میں کمتر کون سا ہے اور اس کے کمتر بن ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جوابات - ہمارا یہ لقب بھی مسلمان اور سنت نبوی و جماعت صحابہ کو پیرو تھا۔ اب بھی مسلمان کہنا ترک نہیں کیا بطور فخر کہلاتے ہیں۔ شیعہ کی طرح نہیں کہ مسلمان کہلا کے کے بجائے شیعہ کہلاتے پر فخر کریں۔ اور مسلمان کو منافق بتائیں۔ ہمارے سب القاب اچھے ہیں۔ ان میں سے کوئی کمتر نہیں۔

جیسے آپ راہبوری، کراچی، ناظم آبادی، پاکستانی اور ادیب فاضل کہلاتے ہیں سب درست ہے۔ کوئی لفظ اپنے مفہوم میں کسی سے کمتر نہیں ہے۔ اسی طرح ہم مسلمان سنی، اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی وغیرہ کہلاتے ہیں۔ ہر لفظ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے جو دیگر اشخاص سے ہم کو امتیاز بخشتا ہے۔ افسوس ہے کہ ایسے راہبانی سوال کرنے والے شیعہ مذہب کے مؤلف بن گئے۔

فیروز اللغات ج ۲ ص ۹۸ پر ہے۔ سنت رسول کی پیروی کرنے والا اہلسنت

جماعت

مسلمانوں کو ایک جماعت بنانے کو حضرت علیؓ پسند کریں حضرت حسن بدعتی کون ہے؟ تکمیل کریں اور اپنے نام کی پارٹی شیعہ حسن کو ملین کر دیں۔ مگر وہ مشتعل ہو کر آپ پر قاتلانہ حملہ کر دے، ران کاٹے، مصلیٰ چھینے اور مذلل المؤمنین کا لقب دے۔ اور کئی سال گھورتی رہے۔ (جلال العیون حارات حسنؓ) آپ ان سے جان بچا کر مدینہ طیبہ آجائیں۔ تمام مسلمانوں کے ساتھ تاج بن کر حضرت معاویہؓ کے وظائف و العامت ہے عیش عشرت کی زندگی بسر کریں۔ تمام مسلمان شیعہ علیؓ، شیعہ معاویہؓ، شیعہ قتل کہلا یا غیر جانبدار رہنے کے بجائے ایک مرکز پر متفق ہو جائیں اور یہ سب کر ٹیٹ اور تاج سبادت حضرت حسنؓ کو پہنایا جائے۔ کیا بدعتی (معاذ اللہ) نواسہ رسول حسنؓ ہو یا سب مسلمان اور ان کا خلیفہ معاویہؓ؟ اگر یہ دونوں نہیں تو کیا بدعتی وہ رافضی، تبرائی، متعہ باز ہے نماز تو نہیں جو دین اسلام کے قیام کا دشمن۔ سنت پیغمبر کا زبردست مخالف۔ قرآن کریم کی صحت و صداقت



کا صاف منکر۔ جماعت نبی کے ایک ایک فرد کا پیری اور جگر گوشہ رسوں لخت جگر قبول میں  
حسن مقبول کے بے مثال کارنامہ کا بھی دشمن ہے۔ اور آپ کی ذات والا صفات کے شہسوی  
مناقب سے ناک بھون چڑھتا ہے۔

سائل صاحب ملا باقر علی مجلسی کی جلد العیون سے حالات حسن پڑھ کر اپنے مذہب  
کا نام کریں۔ حضرت حسن کا یہ ارشاد ان کو دشمن اسلام والہ بیت ظاہر کرنے نیز معاویہ  
ان کی جماعت کو صحیح اسلام والہ بیت بتانے کے لیے سند کافی ہے۔

بخدا سو گند کہ معاویہ از برائے من بہتر است  
ازیں جماعت اینہا دعویٰ میکنند کہ شیعہ  
من اند و ارادہ قتل من کردند و مال مرا  
غارت کردند بخدا سو گند کہ اگر از معاویہ عہد  
بگیرم و خون خود را حفظ کنم و ایمن گردم و  
اہل و عیال خود بہتر است از برائے من اند  
آنکہ اینہا مرا بکشند و ضائع شوند اہل و  
عیال خویشان من الخ (جلد العیون ص ۲۶۱)  
اللہ کی قسم معاویہ میرے لیے ان لوگوں سے  
بہتر ہے کہ جو کہتے ہیں کہ وہ میرے شیعہ ہیں۔  
حالانکہ انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا میرا مال  
ٹوٹا۔ اللہ کی قسم اگر میں معاویہ سے عہد  
کر لوں اور اپنا خون محفوظ کر لوں اور اپنے  
بال بچوں سمیت محفوظ ہو جاؤں تو یہ بہتر  
ہے میرے لیے اس بات سے کہ یہی نتیجہ  
مجھے قتل کر دیں۔ اور میرا اہل و عیال ضائع ہو  
جاویں۔

اس اقتباس میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک اپنی ذات اور اپنی عیال و برادر کا  
کہ ان سب نے حضرت معاویہ کے امن عافیت میں پناہ پائی۔ اب جو معاویہ سے عداوت  
رکھے وہ حضرت حسن کا ضرور دشمن ہے۔ دوسرے حضرت معاویہ کا ذکر خیر اور ان کو اپنے  
حق میں بہتر بتانا حضرت معاویہ کے حق میں نواسہ رسول کی جانب سے اس سے بڑھ کر  
پر وائے محبت اور نفع صداقت نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کا منہ کالا ہو۔ تیسرے اپنے شیعہ  
کا ذکر کہ وہ صرف زبانی محب اہل بیت تھے۔ دراصل خانوادہ پیغمبر کے جہانی دشمن تھے۔  
مذبحہ پاکر اپنے ہر پاشی عمومی و رسادات کو قتل کیا۔ نہایت شہسوی اور بے گناہ تھے تو سب  
ان کے قتل ہو گئے۔ جیسے ہند میں حضرت جین کے شیعہ ان کو قتل کر کے اپنے

کہی تو انہی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا اور فاقہ کربلا کی بد دعاؤں کے صلہ میں  
ماقم درنجیری اور دین اسلام سے راتعلقی اور مخالفت ان کے گلے کا پا اور مذہب کا شعا  
بن گئی۔

نعمی طوبی سنی۔ اہل سنت۔ اہل سنت والجماعت تینوں کے معانی بیان ہو چکے  
ہیں۔ اہل سنت و جماعت ان مسلمانوں کا وصف، امتیازی ہے۔ جو کتاب اللہ اور سنت نبوی  
کا عار۔ جماعت نبی کے راستے سے حاصل کرتے ہیں اور شرک و بدعت اور شخصیت پرستی  
اور شخصیت دشمنی سے پاک ہوتے ہیں۔ اپنی عقائد کے غدار سے تینوں لغات میں ہیں  
تینوں جہے ہیں اور کوئی کسی سے کمتر نہیں۔ صحیح بیان ان محمد کا لقب ہی اہل سنت  
والجماعت ہے۔ اور اہل السنۃ والجماعت ہی دراصل حیدر اہل بیت ہیں۔

قال النبی علیہ السلام الا ومن مات علی حب ال محمد فقد مات علی السنۃ والجماعۃ  
جو آل محمد کی محبت پر مراد وہ سنت و جماعت پر فوت ہوا  
(کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۲۲)

البتہ موجودہ دور میں "سنی" سن بن چکا ہے کہ اس کے  
نام نہاد شیعوں پر تہقیر۔ اہل صحابہ کرام، خلفاء، اسلام، اہل بیت نبیؑ، ازواج مطہرات  
بنات رسولؐ قربت داران پیغمبرؐ مشن نبوت اور ختم رسالت پر احادیث اسلام مسلسل حملے  
کرتے ہیں۔ گالیاں اور تبرے بکتے ہیں۔ اس کی تمام دنیا سے اسلام کی فاتح نبوت کو جھنجھوٹتے  
ہیں۔ مگر ریش سے مس نہیں ہوتا۔ ان کی خاف مرزا اور مجالس دین ربا کو۔ رقی بختا ہے  
چند سے دیتا ہے اگر کوئی امتیازی مسئلہ چھڑے تو ان کی طرف داری کرتا ہے۔ اپنے جموں  
فروشی مسائل پر لڑتا مڑتا ہے۔ بزور ہو کر اسے اپنی قدر و قیمت اور قومی تشخص پر تیار  
کا کوئی احساس نہیں ہے۔ بخیر وں کا ترزا بن کر اپنے اہل مذہب کے لیے مصیبت جان بتا  
سے جبر کا کام یہ رہ گیا ہے کہ وہ اپنے علماء اور مذہبی پیشواؤں کے عیوب ڈھونڈیں اور  
خوب نیابت کریں۔ متعصب دینداروں کا یہ کام ہو گیا ہے کہ وہ اپنے ہی سنی بھائیوں کو  
دیوبندی و ابن مشہور کر کے شیعوں سے بدتر سمجھیں ان کی مساجد و مدارس جھینڈیں اور تہیں



مار خاں کہلائیں۔ خواہ ان کا اصلی حریف فقہ جعفریہ کی آرٹسے کر نظام اسلام کا نفاذ رکے  
دے بہلاؤ کو ساتھ بلا کر موجودہ خطرناک حالت میں کمیونسٹوں کو دعوت دے کر پاکستان اور  
اہل سنت کی اسی طرح تباہی کر دے جیسے ان کے علقمی اور طوسی وغیرہ بلا کو خاں تاتاری  
کے ہاتھوں بغداد و سلطنت عثمانیہ کی کراچیکے ہیں یا تازہ اہل سنت کش تجربہ لبنان میں ہوا۔  
فوا اسفا۔ ایسے بے ضمیر، بے حس، انجام سے بے خبر اور دشمن کی پالیسیوں سے غافل سنی  
اگر سن سے مشتوق نہیں جیائیں تو ٹھیک ہے۔ کیونکہ سنت نبوی اور جماعت صحابہ اور ان کے  
پیروکاروں کی طرف ان کی نسبت کرنا تو مہین ہے۔ قبصر و کسریٰ کے تاج روندنے والے  
چار دانگ دنیا ہے اسلام میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی عظمتوں کا پھر الہ رائے والے  
قرآن و حدیث کی شمع دنیا کے کونے کونے میں روشن کرنے والے اپنا خون جگر دے کر  
اسلام کے شجر طوبیٰ کی پرورش کرنے والے۔ ابو بکر و عمر و عثمان و علی کی عظمتوں کے پاس  
اور شریعت مصطفویہ کے نگہبان ایک دوسرے کی عبارتوں پر لٹ رہے ہیں۔ بریلوی دیوبندی  
فتنہ برپا کر رہے ہیں۔ گھر گھر میں ملت دشمن مولوی افتراق و عناد کا بیج بو رہے ہیں۔ سیکی  
لیڈر مذہب کو بھی داؤ پر لگا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو نوم سے بیدار کرے اور متفق  
و متحد کرے۔ آمین۔

سوال: کیا لقب شیعہ قرآن وحدیث  
لفظ شیعہ کی تحقیق قرآن اور تاریخ کی روشنی میں

کے کیا ہے۔ کیا آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔

جواب: کتب لغت میں شیطان اور شیطنت کے متضیل شیعہ کا معنی گروہ، طبع  
فرمانبردار، مدد کرنے والا لکھا ہے۔ اصطلاحی معنوں میں مذہب امامیہ لکھنے والا اور حضرت  
علی کرم اللہ وجہہ کے سوا حضرت ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
عنها کو ماننے والا لکھا ہے۔ (فیروز اللغات فارسی حصہ دوم صفحہ ۹)

جب اصطلاحی معنی مذہب امامیہ اور حضرت علیؑ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور یہ چیز  
نزول قرآن کے بعد کی ہے تو قرآن میں لفظ شیعہ بطور مقدس مذہبی لفظ یا اصطلاح کے

استعمل نہیں ہو سکتا۔ معنی لغوی ہی مراد ہوگا۔ چونکہ سورۃ صفات میں مضاف الیہ حضرت  
 نوح علیہ السلام کی ذات گرامی ہے اس قرینہ اور مناسبت سے اس کا لغوی معنی مطیع و  
 فرمانبردار لیا جائے گا۔ نہ یہ حضرت ابراہیم کا لقب ہے نہ نام و تخلص ہے۔ قرآن پاک  
 میں آپ کے القاب نبی۔ صدیق۔ حقیق۔ مسلم۔ قانت۔ امت۔ شرک سے مبرا۔ شاکر  
 وغیرہ آئے ہیں کہیں بھی القاب بالا کی طرح یوں ترکیب نہیں ہے۔ ان ابراہیم کاں شیعہ  
 قانت الہ شیعہ کا معنی یہاں نسل سے ہونا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ دو نزل معنی لغوی ہیں اصطلاحی  
 نہیں۔ لہذا شیعہ کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ پھر شیعہ غیر نبی اور تابعدار کو کہتے ہیں۔ حضرت  
 ابراہیم خلیل اللہ تو مستقل صاحب شریعت نبی اور حضرت نوح سے بھی افضل تھے وہ کیسے  
 آپ کے شیعہ ہوئے۔ توحید کا صحیح معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم حضرت نوح کے گروہ یعنی  
 انبیاء کرام کا ایک فرد تھے۔ (انہ افادات علامہ دوست محمد قریشی)

سوال ۱۲۔ اگر کرتے ہیں تو آپ کے مذہب میں ملت ابراہیمی سے کیا مراد ہے۔ اگر  
 نہیں کرتے تو وجہ بیان کریں کہ ابراہیم کے لیے شیعہ کیوں کہا گیا ہے؟  
 جواب۔ تقریر بالا سے اس کا بھی جواب ہو گیا کہ جب شیعہ کا لغوی معنی مطیع مراد ہے  
 تو ملت ابراہیمی کا لفظ شیعہ اور اس کی اصطلاحی حقیقت سے ذرا بھی تعلق نہ ہوا کیونکہ ملت  
 ابراہیم یہ تھی اور اب بھی یہی ہے۔ سچ بولنا۔ فرمانبردار ہونا۔ اللہ کے آگے عاجزی سے  
 دست بستہ کھڑے ہونا۔ مطاع و پیشوا ہونا۔ شرک و بدعت سے پاک ہونا۔ خصالِ فطرت  
 پر کاربند رہنا وغیرہ ہے۔ مذہب شیعہ اور اس کے قائل ان صفات سے قطعی محروم ہیں۔  
 وہ تقیہ کے نام سے جھوٹ بولتے ہیں۔ عزاداری کے ضمن و شغل میں شریعت کی کھلی خلاف ورزی  
 کرتے ہیں کبھی نماز پڑھیں تو متکبرانہ ہاتھ چھوڑ کر ٹپھتے ہیں وہ خود تو کجا ان کے آئمہ بھی  
 مطاع و پیشوا نہ رہے کہ ہر امام کے اپنے اپنے عہد میں۔ ۱۰۰۔ ۵۰ افراد بھی فرمانبردار نہ تھے  
 شرک و بدعت تو شیعہ کی کھٹی یں ہے۔ خصالِ فطرت کے وہ یہاں تک دشمن ہیں کہ متعہ کے  
 نام سے بغیر ولی اور گواہوں کے وقت اور فیس کے تعین کے ساتھ زنا بالرضا کے قابل  
 ہیں حاذق کئی دین اور کوئی فطرت سلیمہ اسے تسلیم نہیں کرتی۔ وہ پیغمبر پاک کی بیویوں بیٹیوں



دامادوں - عتہوں - اصحاب اور دیگر قراتداروں کو پیغمبر کریم کے ساتھ نازک و عظیم سختوں کے باوجود تبرا اور گامیوں سے معاف نہیں کرتے۔ حارثہ ہر فطرت سلیم اس فعل قبیح پر لعنت بھیجتی ہے۔ بقیہ تمام باتیں اپنی جگہ اہل حقیقت میں جو کسی جگہ باحوالہ بیان ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔ ابراہیم کو شیعہ کہنے کی وجہ بیان ہو چکی۔

سوال ۱۲۰۔ کیا لقب شیعہ کی مخالفت قرآن کی مخالفت نہیں ہے جبکہ اس کی اضافت علی وفاطمہ و اہل بیت کے ساتھ ہو۔

جواب۔ قرآن پاک میں تو لفظ شیعہ کی اضافت حضرت علی و اہلبیت کی طرف بالکل نہیں ہے۔ تو پھر اس کی تعظیم کیسے؟ اور تردید پر مخالفت قرآن کیسے؟ ہاں قرآن پاک میں لفظ شیعہ واحد و جمع کے ساتھ مندرجہ ذیل آیات میں مذکور ہے۔ ہر جگہ شیطان کا گروہ اور کفار و مشرکین مراد ہیں۔ جن سے نبی کا ورہ بھی تعلق نہیں۔

۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ خَرَّوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیْعًا لَّسْتُ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ (لنوف ۲۰۶)

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور گروہ گروہ ہو گئے تم ان سے کسی معاملے میں سرور کار نہیں (ترجمہ مقبول)

معلوم ہوا شیعہ گروہ اور پیغمبر کریم کا آپس میں ذرا بھی تعلق نہیں۔ پھر پیغمبر اسکی مدح کیسے کر سکتے ہیں اور اس کی مذمت میں مخالفت رسول کیسے لازم آتی ہے۔

۲۔ وَلَا تَكُوْلُوْا مِنْ اَمْشَرِیْكَیْنِ مِنَ الَّذِیْنَ خَرَّوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیْعًا۔ (سوم ۲۶)

امہ مشرکوں میں سے نہ ہونا یعنی ان میں سے جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ ہو گئے۔

معلوم ہوا شیعہ لوگ فرقہ پرست اور مشرک ہوتے ہیں۔ آج بھی الزکا ہی طرہ امتیاز ہے کہ فقہ جعفری کے عنوان سے اور نصاب دینیات و کلمہ کی علیحدگی کے عنوان سے پیدائش سے لے کر مرنے تک تمام احکام و رسوم میں جمہور مسلمانوں سے علیحدگی پر زور دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ہفت روزہ شیعہ کا شمارہ جون ۱۹۶۹ء)

۳۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ كَمَنْ دُرُوْهُ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب

عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِّنْ تَحْتِ  
أَرْجَائِكُمْ أَوْ يَبِيسُكُمْ شَيْعًا وَيُذِيقُ  
بَعْضُكُمْ بِسْ بَعْضٍ - (العام ۸۶)

اوپر کی طرف سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے  
نیچے سے یا تمہارے کئی گروہ بنا دے اور  
ایک کی سختی دوسرے کو چکھائے۔

معلوم ہوا شیعہ ہونا عذاب الہی کا شکار ہونا ہے۔ اب تو اہلسنت میں بھی یہ جراثیم  
شیعہ پھیل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمان اور کئی قوم کو اس عذاب سے بچائے۔

۴۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ  
فِي شَيْعِ الْأَوَّلِينَ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ  
رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (رح)  
کی ہنسی نہ اڑاتے ہوں۔

معلوم ہوا کہ سابقہ انبیاء کرام کے ساتھ بھی شیعہ استہزاء کرتے اور ان کی تعلیمات  
کو ٹھکراتے تھے۔ اس امرت کے شیعہ بھی نبیؐ کے تمام اصحاب و ملائکہ و مرتد و منافق  
کوہ کر آپؐ کا مذاق اڑاتے ہیں اور کتاب اللہ کے بعد سنت نبویؐ کو کبھی نقل اور دینی  
حجت نہیں مانتے۔ یہ تعلیمات رسالت کا سابق شیعہ کی طرح انکار ہوا۔

نہ دے ہانس نہ بکے بالنسری

۵۔ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا شِيَاعَكُمْ  
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ -

اور ہم تمہارے ہمسرؤں کو ضرور ہلاک کر  
چکے ہیں پس بے بھی کوئی نصیحت پاؤالہ۔

سورت قمر کی اس آیت میں تمام شیعوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے قوم  
نوح کے شیعوں کی غرقابی کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ معلوم ہوا سفینہ نوح میں نجات پانوالے  
شیعہ برگزین تھے تو حضرت ابراہیمؑ بھی نوح علیہ السلام کے شیعوں میں سے نہ تھے۔ بلکہ فرما ہوا  
ذرت میں سے تھے۔

۶۔ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا  
يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ  
قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي سَكٍّ مُّرِيبٍ -

اور ان کے درمیان اور جن جن چیزوں کی  
ان کو خواہش ہو گی ان کے درمیان ایک  
آکر دی جائے گی جیسا کہ ان سے پہلے



(سبا آخری آیت)  
 گروہوں کے بارے میں کیا گیا ہے بیشک  
 وہ سب کے سب پریشان کر دینے والے شک میں تھے۔  
 معلوم ہوا کہ شیعہ ہی اپنی مراد سے محروم۔ عذاب میں گرفتار ہوں گے کیونکہ وہ شک  
 میں مبتلا ہوتے ہیں۔

واضح رہے کہ بعض اصحابِ اُخت و مفسرین نے اشباع کا معنی ”امثال“ کیا ہے۔  
 یعنی اسے امت محمدیہ کے مشرکوں کو ہی اللہ نے تباہ و برباد کیا ہے۔ اشباع جمع  
 شیعہ ہی کی ہے۔ لہذا شیعہ اور ابوہریرہ والوں کیساں مشرک ہوتے ہیں۔

۷۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ  
 اِيْلَهُمْ اَنْتَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا (مہم)  
 پھر ضرور ہم ہر گروہ میں سے ان کو الگ  
 کر لیں گے جو خدا کے برخلاف زیادہ بکٹری  
 کرنے والے تھے۔ (ترجمہ مقبول)

معلوم ہوا شیعہ بڑا ضدی ہوتا ہے خدا کے احکام کے سامنے بھی اڑتا ہے۔ لہذا  
 جہنم میں پھینکے جائیں گے۔

۸۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلٰی فِي الْاٰدٰی  
 وَجَعَلْ اٰهْلَهَا شِیْعًا اِلٰی اِنَّهٗ كَانَ  
 مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (قصص ۱۶)  
 بے شک فرعون اس سرزمین میں غالب  
 تھا اور اس کے باشندوں کو اس نے  
 کئی گروہ بنادیا تھا۔۔۔۔۔ بے شک وہ

فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ (معلوم ہوا کہ اہل تشیع کا موجد و بانی فرعون لعین تھا،  
 قرآن میں مذکور شیعوں کی یہ حقیقت بیان کرنے کے بعد سورۃ قصص کی ایک  
 آیت پر بھی غور کر لیں جس سے شیعہ سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

فَاَسْتَفَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلٰی  
 الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّہٖ فَوَكَّنَا مُوسٰی فَتَقٰ  
 عَلَیْہِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ  
 اِلٰی فَلَنْ اَكُوْنَ ظٰہِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ  
 وَقَالَ لَہٗ مُوسٰی اِنَّكَ لَعَوٰی مُبِیْنٌ  
 پس اس شخص نے جو ان کے گروہ میں سے  
 تھا اس شخص کے برخلاف جو ان کے  
 دشمنوں میں سے تھا ان سے استفاثہ کیا پس  
 موسیٰ نے اس کو ایک گھونسا مارا کہ اس کا  
 خاتمہ ہو گیا۔ فرمانے لگے یہ ان کا جھگڑا شیطان

کی کاروائی تھی۔۔۔۔۔ میں کبھی گناہگاروں کا پشت پناہ نہ ہوں گا۔۔۔۔۔ موسیٰ نے اس سے فرمایا تو صریح گمراہ ہے۔ (ترجمہ مقبول)

یہاں شیعہ کا معنی "اپنا قومی" بھائی ہے۔ کہ وہ اسرائیلی تھا اور دوسرے کو آپ نے دشمن کہا کہ وہ قبطی غیر قوم کا تھا۔ یہ شخص موسیٰ علیہ السلام کا نہ لغوی معنوں میں فرمانبردار تھا نہ اصطلاحی معنوں میں شیعہ اور مسلمان۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنی نبوت پر ایمان کی دعوت ہی نہیں دی تھی۔ نہ بالفعل آپ نبی مبعوث تھے۔ وہ مسلمان کیسے ہوتا۔ ہاں وہ بے وقوف بے صیر اور شریر ضرور تھا۔ تبھی تو آپ نے اس کی حمایت میں قتل بلامد کو جو گناہ نہ تھا۔ عمل شیطان کہا اسے مجرم اور کھلا گمراہ بتایا ہے اور اس نے آپ کے قتل کا راز افشاء کر دیا اور حضرت موسیٰ کو جبار اور غیر مصلح بتایا۔ اگر شیعہ حضرات لفظ شیعہ پر نازاں ہیں تو مجرم اور کھلے گمراہ ہونے کا تاج بھی سر پر رکھ لیں۔

سوال ۱۷۔ اگر ہے تو خدا اور رسول کا مخالف کس بات کا سزاوار ہے اور اگر نہیں ہے تو اس کے اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے نص صریح پیش کیجیے اور ثبوت دیجیے۔  
جواب۔ یہ بھی اس تفسیر بالا سے حل ہو گیا کہ جب لقب شیعہ قرآن میں کفار و مشرکین اور مخالفین انبیاء و صندی لوگوں کو کہا گیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کا بھی ان سے ذرہ تعلق نہیں ہے تو پھر اس لقب کا دشمن خدا اور رسول کا مخالف ہرگز نہیں ہے۔ لغوی اور اصطلاحی معنوں پر مفصّل صریح واضح ہیں۔ مزید کیا ثبوت چاہیے۔ ہاں اگر اصطلاحی معنوں میں کوئی "شیعہ الہیت" کے عنوان سے حدیث مرفوع آپ ذکر کرتے تو جواب دیا جاتا۔ مگر ایسی حدیث ہی کہاں؟

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ باز و میرے آزمائے ہوئے ہیں

سوال ۱۸۔ دین قیم ہے اور ہر دور میں اس کا وجود لازمی ہے۔ لہذا زمانہ

اصحاب و تابعین میں کون سے القاب رائج تھے؟

جواب۔ دین واقعی قیم ہے۔ جس کا معنی ہے مضبوط، ثابت قدم اور قائم رہنے

والا جس کا ذکر آیت ہذا میں ہے۔



پس اسے ہی تم خالص دل سے دین کی طرح  
اپنا رخ کیسے رہو۔ خدا کی بنائی ہوئی شرت  
جس پر اس نے آدمیوں کو پیدا کیا یہی ہے  
خدا کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی

فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا  
فَطَرَّتْ اللَّهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ  
عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ  
الدِّينُ الْقَيِّمُ (روم ۳۰)

راہ مستقیم ہی ہے۔

معلوم ہوا دینِ قیَم میں شرک سے برأت نظامِ عبادت کا قیام اور انسان کی طرف  
سے عبادت کا مظاہرہ ہی فطرۃ اللہ ہے۔ اس دینِ قیَم اور فطرۃ اللہ سے شیعہ کا کیا  
تعلق ہے؟ وہ تو دینِ قیَم کے قیام اور اس کے کامیاب اجراء و نفاذ کے قائل نہیں۔  
ان کے لٹریچر میں سینکڑوں شہادتیں اس بات پر موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علیہ دین  
نصرت پر کفار، استعمکام اسلام اور خلافت راشدہ عادلہ کے قیام کے جو وعدے پیغمبر اسلام  
سے کیے تھے ان میں سے کوئی بھی پورا نہیں ہوا۔ وہ ان کے بقول حضرت مہدی صاحب العصر  
کے ہاتھ پر پورے ہوں گے گویا حضرت مہدی حضور خاتم المرسلین سے بھی افضل ہوں گے۔  
شیعہ مذہب میں شرک سے برأت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے عنقریب بیان ہوگا۔ رہا  
عبادت کا مظاہرہ تو شیعہ کے ائمہ کے ارشادات میں سینکڑوں مرتبہ تعالیٰ آمیز دعاؤں میں  
مثلاً: ہم خدا کا نور ہیں۔ خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ ہم نے مخلوق کو بنایا۔ ہم جو چاہتے ہیں وہی ہوتا  
ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ دیکھیے کتاب الحجۃ کافی کلینی، بہت کم ہی انہوں نے بندے ہونے کا  
اقرار کیا ہے۔ تو دینِ قیَم کی تصویر شیعہ مذہب ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دینِ قیَم بلاشبہ اہل سنت کے اکابر ہی میں رہا اور ان کے لٹریچر کے مٹ بقیہ بزرگان  
اہل بیت اور سادات ہاشمی عباسی وغیرہ سمجھی قرآن و سنت پر عاقل اور دینِ قیَم کے  
علمبردار تھے۔ وہ مسلمان کہلاتے تھے۔ خود کو اہل سنت والجماعت جانتے تھے۔ اور امت  
محمدیہ کہلاتے پرخیز کرتے تھے۔ چیز و آیات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ احتجاج طبرسی میں طویل حدیث ہے۔ حضرت علیؑ نے اہل السنۃ کی تعریف میں فرمایا

سے: چن چن تران نامہ انگریزی ۲۹ جون ۸۰ء علامہ حنی کا یہ نظریہ شائع ہوا ہے کہ امام مہدی انصاف کلینی مائے  
جس نے دنیا کی کاپیٹل جو نیکی یہ کیا کام ہے جسکو حاصل کرنے کیلئے حضرت محمدؐ بھی کمال طو پر کامیاب ہوئے تھے (وہ دانش)

واما هل سنة فاسم سکون بما  
 سنه الله لهم ورسوله (خارج طبری ۲۲۶)  
 اهل السنة والجماعة وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس  
 کے رسول کی سنت کو پڑھتے والے ہیں گروہ  
 کسی جگہ تھوڑے بھی ہوں۔

۲۔ حضرت امام سید بن خطاب نے خطبہ کربلا میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور  
 میرے بھائی کو فرمایا تم جتنی نوجوانوں کے ساتھ رہو اور اہل سنت کے آنکھوں کی ٹھنڈک  
 ہو۔ (تاریخ کابل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲۶)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ابن عمرؓ کی آیت یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ کی تفسیر میں فرمایا یعنی قیامت کے دن "اہل سنت والجماعت" کے  
 چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت و فرقہ (شیعہ) کے چہرے کالے ہوں گے (تفسیر ابن کثیر)  
 ۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا "کہ اہل سنت کے چہرے  
 سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے کالے ہوں گے۔" (تفسیر درمنثور، حوالہ سنی مذہب حق ہے)  
 ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے دور میں لقب اہل سنت  
 والجماعت بطور مذہبی جماعت رائج تھا اور صحابہؓ و تابعین سب سنی تھے اس کے مخالف  
 کو بدعتی فرقہ باز اور غیر ناجی جانتے تھے۔

سوال ۱۶۔ ان میں سے پرانا لقب کونسا ہے مع ثبوت بتایئے۔

جواب۔ پرانا لقب تو وہی مسلمان۔ امت محمدی اور سنت و جماعت والا ہے جو  
 بیان ہو چکا ہے۔ البتہ فرقہ بندی اور مسلمانوں میں انتشار و اختلاف کے دور میں جو  
 پارٹیوں کے نام تجویز ہوئے وہ یہ ہیں۔ بلوآئی جو پھر شیعہ بنے۔ شیعہ عثمانی شیعہ علی شیعہ  
 معاویہ۔ خارجی۔ سبائی وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ناموں کے ساتھ شیعہ کی اصناف پارٹی کے عنوان  
 میں تھی۔ جیسے ہم موجودہ دور میں نیشنل عوامی پارٹی۔ ڈیموکریٹک پارٹی۔ مسلم لیگ پارٹی اور  
 جمعیتہ علماء اسلام پارٹی کہتے ہیں۔ تو یہ لفظ سب کا مشترک نام ہوا۔ محض لفظ شیعہ اور سیاسی  
 پارٹی پر فخر کرنا اور چیز و مذہب بنانا یا اس پر مذہب کی بنیاد رکھنا کوئی عقل و دانش کا تقاضا  
 نہیں جب یہ تفرق و تشیع فی نفسہ ایک عجیب، اسلام میں ایک ختمہ اور علی گزریہ کے کا



پیش خیمہ تھا۔ کہ جب تک یہ پارٹیاں رہیں مسلمان آپس میں دست و گریبان رہے۔  
 کفار سے مقابلہ نہ رہا۔ نہ ایک یا لشت زمین فتح کی۔ بعد میں انعام الہی سے باقی پارٹیاں  
 متحد ہو جائیں اور اپنا شیعہ و تفرق اور علیحدہ تشخص ختم کر دیں۔ مگر شیعہ علی اپنے اسدیف کی  
 تعلیم کے خلاف۔ اور اسی طرح خوارج بھی۔ اپنے علیحدہ وجود پر اصرار کریں۔ اہل شیعہ  
 تفریق ہونے پر فخر کریں اور تاہنوز یہ سلسلہ نہ چھوڑیں۔ میں تمام ذی شعور عقلمند۔  
 سیاست ملی سے واقف اور دنیا کی سیاسی تاریخ کے تشیب و فرار سے آگاہ قارئین سے  
 فیصلہ چاہتا ہوں۔ کہ آیا وحدت ملی اور امت محمدیہ کی اجتماعی قوت کی ضرورت کے پیش نظر  
 وہ رویہ بہتر تھا اور بہتر ہے۔ جو باقی پارٹیوں نے اپنا یا اور امت واحدہ کا البیان اصول  
 بنے رہے ہیں۔ یا نام نہاد شیعہ علی و خوارج کی ماندانہ نفرت آفرین پالیسی کہ آج بھی ہم  
 سال تک گڑے مردے اکھاڑتے تمام امت کے اساطین اور فاتحین اسلام کو گالیاں  
 دیتے ہیں اور اپنا ملی تشخص برقرار رکھنے کے لیے قرآن و سنت کی نصوص کی کتب بونت اور  
 اصولوں کی پامالی سے بھی باز نہیں آتے؟۔ ظاہر ہے کہ اس طرز عمل سے ان کا ملی وجود  
 تو الگ قائم ہو گیا اور اس کے لیے انہوں نے قربانی بھی بہت دی مگر ملت اسلامیہ کو کیا  
 فائدہ ہوا۔ خوارج اور شیعہ کی جمہور اہل اسلام کے ساتھ جنگوں عداوتوں نے کتنے لاتعداد  
 مسائل کھڑے کیے۔ ہماری تاریخ اس کے نقصانات سے لبریز ہے۔ ایک غیر مسلم پڑھ کر  
 اسلام ہی سے متنفر ہو جاتا ہے۔ مگر کچھ فہمی اور زلیغ قلبی ملاحظہ ہو کہ آج اسی موجب  
 ننگ و عار لفظ پر فخر کیا جا رہا ہے۔ اسے قدیم ثابت کر کے اپنی حقانیت پر استدلال  
 کیا جا رہا ہے۔ خدا اسفا۔

شیعہ ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفۃ المشاہیر  
 میں تسلیم کیا ہے تو پھر تمام صحابہ و تابعین شیعہ ہوئے ان سب بزرگواروں کے نام کو  
 ناپسند کر کے ان کا نام کیوں بدنام کرتے ہیں۔

جواب حضرت شاہ صاحب نے اختلاف آفرین عہد مرفعی  
 لشکر علی کی چار قسمیں | میں مسلمانوں کی جن جماعتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے حضرت علی

کی جماعت کی چار قسمیں لکھی ہیں۔ ان کی تفصیل خود ان کے قلم سے ہم رقم کرتے ہیں۔ تاکہ شیعہ کا مخالف اور دھوکہ دہر ہو جائے۔ فرماتے ہیں۔ پس جناب امیر کے لشکر والے شیطان کے واسو اس سے چار فریق ہو گئے۔

ایک فرقہ شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کہ اہل سنت والجماعت کے پیشوا ہیں۔ اور حضرت امیر کے چال چلن پر ہیں۔ اصحاب کبار اور ازواج مطہرات کے حقوق پہنچاتے تھے۔ اور ظاہر و باطن میں ان کی پاسداری کرتے تھے۔ لڑائیوں اور جھگڑوں کے باوجود بھی سیدہ بے کینہ سے مکر و نفاق کو نکال دیا تھا اور صفائت حاصل کی تھی انہی کو شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ گروہ ہر لحاظ سے اِن عِبَادِی لَیْسَ لَکْ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ کہ بے شک میرے تمام بندوں پر تجھ کو غلبہ نہ ہو گا۔ کے تحت شیطان مکاری محفوظ رہے۔ مسنون رہے ان کا دامن اس خبیثت کی نجاست پلید سے پاک رہا۔۔۔ اور جناب امیر نے خطبوں میں ان کی مدح فرمائی اور ان کی دشمن پسند کی۔

دوسرا فرقہ تفضیلیہ کہ جناب امیر کو سب صحابہ پر فضیلت دیتے تھے۔ یہ فرقہ اس لعین ابن سبا کے ادنیٰ شاگردوں میں سے تھا کہ انہوں نے تھوڑا سا دوسرے اس کا قبول کیا۔ اور جناب امیر نے ان کو بہت ڈرایا دھمکایا کہ اگر میں نے کسی سے سنا کہ مجھے بخین پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس کو افتراء کی سزا دوں گا جو اسٹی کوڑے میں۔

تیسرا فرقہ شیعہ سببیہ کا ہے۔ سنیہ معنی گالی کہ ان کو تبرائے بھی کہتے ہیں جو تمام صحابہ کو ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق جانتے ہیں اور یہ اس لعین کے اوسط و بچے کے شاگرد ہوئے حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہؓ اور حضرت امیرؓ کے مشاجرت کو اپنے دلائل میں سمجھا جو کہ یہ سب لڑائیاں حضرت عثمانؓ کے قصاص پر تھیں۔ خلافت میں اختلاف پر نہ تھیں۔ بالضرور ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر بھی زبان طعن کھولی۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کی خلافت شیعیہ کی خلافت پر مبنی تھی اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بانی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ و جبہ جیسے اصحاب تھے لہذا سب کو تبر طعن کا نشانہ بنایا۔ ہر گاہ کہ یہ خیر مخلصین کے توسط سے حضرت خیرؓ کے مجمع مبارک میں پہنچی تو آپؓ خطبہ دیتے اور برا بھلا کہہ کر ان سے اپنی بیزاری



ظاہر کرتے تھے۔

چوتھے فرقہ شیعہ ثلاثہ یعنی نہایت حد سے بڑا ہوا تھا کہ یہ لوگ اس فہمیت کے  
خاص الخاص اور ارشد شاگردوں سے تھے کہ حضرت ائمہ کی اہمیت۔۔۔ نبی الی سلف  
والا ہونا۔۔۔ کے قائل ہو گئے۔ یہ سب مخلصین تھے ان کو الزام دیا کہ حضرت علیؑ میں تو  
بشریت لگتا ہے۔ اہمیت کے برخلاف پائے جاتے ہیں تو وہ اہمیت سے ریت پھر کر  
سلاں کے قائل ہو گئے کہ روح الہی نے قالب بشری میں نازل کیا ہے۔ (تحفہ اشاعتیہ)

باب اول ص ۱۰

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شیعہ کے نام اور عنوان کے ساتھ باقی رہے اور  
اب بھی پائے جاتے ہیں۔ وہ یہی تین فرقے ہیں اور یہی شیعہ کی اصل ہیں۔ اب ان میں  
لا تعداد فرقہ امامت میں اختلاف کی بنا پر بن گئے۔ مخلصین کا یعنی حضرت علیؑ کی پائی  
کا پہلا طبقہ ان سے بالکل الگ تھلاک ہے۔ اور وہی دراصل اہلسنت تھے یہ سب  
میں حضرت علیؑ کی پیش کردہ احادیث کو پھر سے پڑھیے وہ انہی کی تحریف کرتے اور اہلسنت  
والجماعت کے طریقہ پر چلا تے تھے۔ جب ان کا دیگر سبب اور غالیہ اور تفصیلی شیعہ فرقوں  
سے اشتراک ہی نہیں تو محض لفظ شیعہ سے خوش ہونا اور اسے قیم بتانا خوش فہمی کے  
ماسوا کچھ نہیں ہے۔ اور ہمارے حق پرست ہونے کی دلیل بھی یہی ہے کہ شیعہ معنی فرقہ باز  
یا خاص مذہبی گروہ کے طور پر اس نام کو نہیں اپنایا۔ بلکہ جب شیعہ عثمانیہ شیعہ معاویہ  
گروہ غیر جانبدار جو بالکل ان شیعہ اولیٰ مخلصین کے ہم مذہب تھے۔ تو حضرت حسنؑ کی  
کامیاب سیاست کی رو سے سب متفق ہو کر ایک جماعت بن گئے اور شیعہ کہلا کر چھوڑ  
دیا حضرت حسنؑ اس کے بانی اور ان کے امام تھے۔ لہذا شیعہ نام کے ساتھ جو فرقے بعد میں  
رہے وہ گمراہ ہی رہے۔ اہلبیت سے ان کا تعلق بالکل نہ تھا بجز اس کے کہ لغوی معنوں  
میں بطور سیاسی پارٹی کبھی استعمال ہوا ہو۔ لہذا جب صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین نے  
شیعہ بنانا اور گمراہی دیا۔ تو شیعہ کے نام سے اہل بیت کرامؓ کو دھوکہ دینے والے  
گروہ کو مذمت سے صحابہؓ تابعین کی کوئی بدنامی نہیں ہوتی۔

سوال ۱۸۔ پھر کہیں کہتے ہیں کہ شیعوں نے امام حسینؑ کو شہید کیا؟  
 جواب۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہی امام حسینؑ کو بلایا اور شہید کیا۔ لفظ ۱۸ کے لیے  
 آپ خلافت المصائب۔ بلاد العیون۔ مجالس المؤمنین وغیرہ سے فہم کر لیں۔  
 ہم یہاں تفصیل نہیں لکھ سکتے۔ کچھ حوالہ جات ہمارے رسالہ تحفۃ الاخیار سوانح کے باب  
 میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں صرف یہ لکھنا کافی ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے شیعان کوفہ کو قتل امام حسینؑ کے رد نہ بیٹھے بلکہ  
 ہم نے ہمیشہ کے لیے اپنے کو بہیمی بنالیا۔ تم ہم پر ماتم کرتے ہو جب کہ تم ہی نے خود قتل کیا،  
 اللہ کی قسم یہ ضرور ہو گا کہ تم بہت روؤ گے اور کم سفسو گے۔ (جلال العیون ص ۲۲) انتہی لاف  
 سوال ۱۹۔ آپ کے مذہب میں شیعہ کی تحریب کیا  
 شیعہ ناصبی اور افضی کی تحریف ہے؟

جواب۔ فیروز اللغات ص ۹ شیعہ گروہ ۴۔ وہ لوگ جو مذہب امامیہ کہتے ہیں اور حضرت علیؑ  
 کے سوا حضرت ثنائہ اور عائشہ صدیقہؓ کو نہیں مانتے۔ قرآن سے معنی ۱۳ میں پھر دیکھ لیں۔  
 سوال ۲۰۔ ناصبی اور افضی کی تحریف مع شرح بحوالہ لخت بیان کیجیے۔  
 جواب۔ ناصب۔ نصب کرنے والا۔ قائم کرنے والا۔ برپا کرنے والا۔ دشمنی  
 کرنے والا۔ ۳۔ موب کلمہ میں فتح کی حرکت دینے والا۔ (فیروز اللغات فارسی حصہ ۴)  
 ص ۸۸ ناصبہ۔ ناصب کا مؤنث۔

اس میں ناصبی کی مختصر اصطلاح۔ جو حضرت علیؑ اور اہل بیت کا مخالف ہو۔  
 لخت اس سے خاموش ہے۔ دراصل یہ آپ کا بناؤئی اصطلاحی لفظ ہے کہ جو شیعہ مذہب  
 پر نہ ہو یا حضرت علیؑ پر خلاقہ ثلاثہ اور انبیاء کرام کو فضیلت دیتا ہو وہ ناصبی ہے اور  
 قطعی جہنمی۔ (مجالس المؤمنین) پھر آپ کی اسلام دشمنی اہل بیت پر جسی کہتی ہیں کہ تمام  
 کفار۔ یہود و مجوس اور کتے و خنزیر کے جھوٹے سے بڑھ کر ناپاک سنی ناصبی کا جھوٹا ہے۔  
 سو بابتہ مثلاً من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الطہارت میں یہ حدیث ہے۔ کہ کتے کا جھوٹا  
 ناپاک ہے اور خنزیر کا جھوٹا اس سے بھی ناپاک ہے اور سب چیزیں تہہ سے تہہ ناپاک



نامی رستی کا جھوٹا ہے۔

یہ آپ کی رواداری کا اعلیٰ نمونہ ہے اور ایسی غلو آمیز گالیوں سے لبریز باتوں نے فرقہ بین میں لُجہ پیدا کیا اور غیروں کو اسلام سے بیگانہ کیا۔ جب کہ ہمارے نزدیک کفر معنوی چیز ہے جب تک کسی کے منہ میں نجاست نہ لگی ہو بحیثیت انسان کے اس کا جھوٹا پاک ہے۔

رافضہ کی تحریف۔ اپنے سردار پر کشتی کرنے یا اس کا ساتھ چھوڑ دینے والا گروہ۔ شیعوں کے مشہور گروہ کا نام۔ ان لوگوں نے حضرت زبید بن علی بن امام حسین رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو کہا کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے تبرائی یعنی نفرت کریں لیکن آپ نے انکار کیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو جو ہمیشہ ان کے مدد و معاون رہے ہیں کیوں کر برا کہہ سکتا ہوں۔ اس پر ان لوگوں نے صرف ان کا ساتھ ہی نہ چھوڑ دیا بلکہ بے وفائی سے پیش کر کے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت زبید حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ رافضی۔ منسوب بہ رافضہ جو شیعوں کا مشہور گروہ ہے۔ دیکھو رافضہ۔ (فیروز اللغات حصہ ۲۹۵)۔

مصباح اللغات عربی ص ۳۰۵ مادہ رافض میں ہے۔

الرافضہ۔ جنگ و غیرہ میں اپنے قائد و راہنما کو چھوڑ دینے والی جماعت جو روافض اور اسی سے ہے لاجئ فی الروافض۔

الرافضہ شیعوں کی ایک جماعت اور نسبت کے لیے رافضی۔

امید ہے کہ آپ کو لغت سے تو تسلی ہو چکی ہو گی۔ اب اپنی اصح الکتب کافی کتاب الروضۃ ص ۳۷۱ اپنے رافضی نام کی وجہ تسمیہ سماعت فرمائیں۔

”راوی کہنا ہے میں نے حضرت صادقؑ سے کہا میں آپ پر قربان جاؤں لوگ ہمیں ایسے گندے لقب سے یاد کرتے ہیں کہ اس سے ہماری کمر ٹوٹ جاتی ہے اور دل مردہ ہو جاتے ہیں اور حکام ہمارے خوانِ حلال جانتے ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر جو ان کے علماء نے ہدایت کی ہے

تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ روافض  
کا لقب؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا  
اللہ کی قسم! انہوں نے تمہیں یہ لقب نہیں

فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام  
الروضة؟ فت نعم قال واللہ ما  
هو سحوکہ ولیکن اللہ سماکم بہ۔

و یہ جگہ اللہ نے تمہیں یہ لقب دیا ہے۔

اب یہ اللہ کا کیا بیان ہے۔ اگر شیعہ لوگ کسی برائی کی نسبت ہونے کی وجہ سے  
اسے برا نہیں تو اس برائی یعنی مذہب سے تو برا کہیں اور نہ اسے بد شئت کریں۔ اور یہ  
بارش نہ ہو کریں۔ کیونکہ یہ لقب اور نام خود شیعہ شریعت بھی اپنے حق میں متعلک کرتے  
تھے۔ مثلاً کافی جلد اسٹش میں ہے۔

امام بن علیؑ نے اپنے باپ سے پوچھا۔ جو شیعہ تھا۔ اباجان! وہ آدمی کون  
تھا جو کلام نے آپ کے پاس دیکھا اور آپ نے اس کی بڑی عزت اور تعظیم و تکریم کی اور  
اپنے اس باپ اور بن قریبان کرنے کی تمنا کی فرماتے لگا۔

اسے بیٹے ابو افراسیوں کا امام تھا حسن  
بن علی رضی اللہ عنہ۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر  
والد نے کہا اسے بیٹے! اگر عباسیوں کی خلافت  
پہنچے باپ سے تو بنو ہاشم میں سے اس نوزوان  
سے بڑھ کر کوئی مستحق نہیں۔ پھر علیؑ کی  
بہت تعریف کی۔

یابنی ذکوان ما ر فضتہ ذلک حسن  
بن علی المعروف بن ارضافسکت  
ساعة ثم ذلک بنی لوزانت الامامة  
عن خفا ربی عبس ما استحقها  
احد من بنی ہاشم غیر ہذا اشعر  
اننی عسبہ کثیرا۔

رافضہ کی وجہ تسمیہ تو ظاہر ہو چکی ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کا مصداق کوئی  
شیعہ اور غداری خاص شیعہ گروپ نہیں۔ بلکہ از اول تا امر و زمانہ شیعہ پر یہ لقب صادق  
آتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک نے اپنے امام کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

حضرت علیؑ نے اپنے شیوہ کھلانے والوں کی مذمت میں طویل خطبہ میں فرمایا۔

تم نے اپنے امہ (اصحاب رسولؐ) کو چھوڑ دیا  
انہوں نے تم کو چھوڑ دیا۔ اب تم اپنی خواہشات

مترکۃ الامۃ فترکوکم فاصبحتمو  
تخمون بہو ہرکم (منہ کافی ص ۳)



پر فیصلے کرتے ہو۔

۲۔ حضرت حسنؑ نے توصافؑ طور پر حضرت معاویہؓ کو اپنے لیے بہتر اور شیعوں کو قاتل و بدخواہ بتایا جیسے گزر چکا ہے۔

۳۔ حضرت حسینؑ نے میدانِ کربلا میں شیعانِ کوفہ سے کہا۔

اے بے وفا و غدار و مجبورِ ری کے وقت اپنی بدد کے لیے تم نے ہم کو بلایا۔ جب ہم آگئے تو کینے کی تلوار ہم پر چلائی۔ (رجالہ العیون ص ۳۹۱) منتی الامان۔

۴۔ حضرت زین العابدینؑ کو بروایتِ شیعہ کچھ سنا تھی نہ ملے حتیٰ کہ مجبوراً یزید کی غلامی کا اعتراف کیا۔ (روضہ کافی)

۵۔ حضرت باقرؑ نے اپنے شیعوں کے متعلق فرمایا۔

فیہم اتمیز و فیہم التبدیل و فیہم ان میں چھانٹی ہوگی۔ ان کے مذہب بدلیں  
انتم حیص (کافی باب المؤمن و علامہ) گے اور ان کو جدا جدا کیا جائے گا۔

۶۔ حضرت صادقؑ کے نام پر حضرت شیعہ یوں تو ہزاروں بنتے تھے اور اب بھی کہلاتے ہیں۔ مگر مخلص و وفادار سترہ بھی نہ تھے ورنہ امام ان کو ساتھ لے کر وقت کے عباسی خلیفہ پر چڑھائی کر دیتے۔ (کافی ج ۲ ص ۲۲۳ باب قلۃ عدد المؤمنین)

یہی وجہ ہے کہ حضرت جعفر صادقؑ ان کی روایات کے مطابق خوب تقیہ کرتے تھے اور صاف سچی بات ان پر بے اعتباری کی وجہ سے نہ بتاتے تھے۔ مثلاً زرارہ کہتے ہیں کہ میں امام باقر علیہ السلام سے تنہائی میں مسائل پوچھتا تھا کہ وہ مجمع عام میں تقیہ کرتے

تھے و کنت اکرہ ان اسالہ الا خلیعاً خشیۃ ان یفتینی من اجل ان یحضرہ احد

۷۔ ستقہ (حدود کافی ج ۳ ص ۵۲) پھر امام ان کو جھٹلا بھی دیتے تھے۔ مجالس المؤمنین مجلس

پنجم ص ۱۶۶ پر ہے کہ ایک اہل مجلس نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ آیات میں امام مفترض

الجماعت موجود ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ اپنے درمیان ہم ایسا کسی کو نہیں جانتے اس سے

کہا کہ نہ میں ایک جماعت بے کمان کا خیال ہے کہ تم اہل بیت میں مفترض الطاعتہ امام معصوم

میں ۱۰ محوٹ نہیں ہوئے کہ نہ تم اور عبادت گزار میں۔ ان میں عبد اللہ یعفور اور

فلاں فلاں ہیں۔

پس آنحضرت فرمودند کہ من الی شان را  
بایں اعتقاد امر نکردم۔ گناہ من در اسے

حضرت صادقؑ نے فرمایا میں نے ان کو  
یہ اعتقاد نہیں بتایا۔ میرا اس میں کیا گناہ

چلیست۔

معلوم ہوا کہ ائمہ نے شیعوں کی برسرِ عام کفر کی اس مذہب سے تبرک کیا۔ جو وہ  
غسوب لبسوئے اہل بیت کرتے تھے اور آج بھی کرتے ہیں تو ان دلائل کی رو سے رافضی  
غدار و بے وفا کے علاوہ جھوٹا اور بے مذہب بھی ثابت ہوا۔

### بحث البیات

سوال ۱۲۔ کیا آپ توحیدِ خداوندی پر اعتقاد رکھتے ہیں؟ اگر رکھتے ہیں تو ذات

خداوندی واجب الوجود ہے یا ممکن الوجود؟

جواب۔ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے۔ باقی تمام کائنات  
اہل سنت کی توحید مخلوقات بمعنی امامِ حادث۔ مخلوق اور ممکن الوجود ہیں تمام  
اشیاء معدوم تھیں پھر معرض وجود میں آئیں۔ پھر سرچیز محل فنا و زوال ہے۔ صرف  
خدا نے خلاق ہی واجب الوجود اور دائم البقاء ہے۔ کُلُّ شَيْءٍ يُوْهَىٰ لَكَ إِلَّا وَجْهَهُ  
اسی کی شان ہے۔

هُوَ الْأَقْلُّ وَالْأَخْرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (حدید)  
وہی خدا سب سے پہلے ہے۔ وہی سب سے  
آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے۔

صرف اللہ کا خاصہ ہے۔ بدترین کفار ہیں وہ لوگ جو اپنے آئمہ کو اللہ کی صفات و  
کمالات میں شریک کرتے ہیں۔ ہمارے درس نظامی کی ابتدائی کتاب مالا بدمنہ کے آغاز  
پر ہے۔

حمد و ستائش مر خدا ہے راست کہ بذات  
مقدس خود موجود است و اشیاء با ایجاد  
او تالی موجود اند و در وجود و بقاء لولہ  
خوبی اور تعریف اس اللہ کی ہے جو اپنی ذات  
مقدس کے ساتھ از خود موجود ہے اور  
تمام چیزیں اس کے پیدا کرنے سے وجود



محتاج اند، ووسے پہنچ چیز محتاج نیست  
یگانہ است ہم در ذات و ہم در صفات  
و ہم در افعال پہنچ کس اور پہنچ امر با و سے  
شکریت نیست الخ۔  
میں آئیں اور وجود و بقا میں اسی کی  
محتاج ہیں وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔  
وہ ذات ہیں، صفات ہیں اور کاموں  
میں بالکل اکیلا ہے لہٰذا شریک ہے کسی

جستی کو کسی چیز میں اس کے ساتھ شکریت نہیں ہے۔  
بہر حال ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کو زبانی نہیں بلکہ عملاً مکمل توحید مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ  
کی ذات میں صفات ہیں، خلق، علم، قدرت، عبادت، دعا و پکار، نذر و نیا، قربانی  
صدقہ، اطراف بیت اللہ، مناسک حج و غیرہ ہر چیز میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو وحدہ لا شریک لہ  
جانتے ہیں۔ ہر کام بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شروع کرتے ہیں۔ شیعہ کی طرح یا علی مدد کہہ  
کر نہیں کرتے۔ رب و رازق صرف اللہ کو جانتے ہیں حضرت علی کو نہیں۔ اولاد کی درخواست  
مصائب ٹالنے کی دعا صرف اللہ سے کرتے ہیں۔ تعزیہ اور علم پر۔ دو برجدید کے بت۔  
جو سابق زمانہ میں بزرگوں کی یادگار محسموں اور بتوں کے قائم مقام ہیں۔ عرضیاں نہیں  
لٹکاتے۔ خانہ خدا میں نماز کے بعد اللہ کے آگے روتے گر گڑ گڑاتے ہیں۔ یہ ورد نہیں پڑھتے  
یا علی مدد۔ ناد علی۔ دے خوشیاں سرکار حسینؑ۔ غم ٹال مرا اے حسن حسینؑ وغیرہ۔ بہر حال  
ہماری توحید۔ اَیَّاکَ نَعْبُدُ وَاَیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف  
تجھی سے مدد مانگتے ہیں اکی تصویر یہ ہے۔

سوال ۲۲۔ اگر واجب الوجود ہے تو حلول کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

جیسا کہ مولانا روم نے بایزید بسطامی کے متعلق لکھا ہے۔

بامریداں آل فقہیے محشتم بایزید آمد کہ یک یزد داں منم  
جواب۔ خدائے تعالیٰ کا کسی بندے میں حلول کرنا کہ اس بندے کو خدا کہا جاسکے بہر  
تزدیک یہ کفر و شرک ہے۔ جیسا اسی بنا پر تو کافر ہوئے۔ فَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا  
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَ۔ بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے مسیح بن مریم کو اللہ کی  
صورت بتایا۔





و خزانۃ علمہ ۔ علم کا خزانہ ہیں ۔

پھر اس میں حضرت صادقؑ کی حدیث میں ہے ۔  
نحن ولاۃ امر اللہ و خزانۃ علم اللہ ہم اللہ کے حکم کے والی اس کے علم کا خزانہ اور  
وعیبۃ وحی اللہ ۔ اس کی وحی کا ظرف ہیں ۔

اللہ کا حکم چلانے والے حاکم ، اللہ کے علم کا خزانہ اور انبیاء پر بھیجی جانے والی وحی  
کا برتن اور منبع و مصدرِ حجبِ آئمہ بن گئے تو خود خدا کیا ہوا ؟ اور ان سنات والے خدا  
سے الگ وجود کیسے ہوئے ۔ کیا اس سے بڑھ کر حلول و تجسم کی مثال کسی اور مذہب میں  
مل سکتی ہے ۔ شیعہ حدیثیں اپنے اماموں سے یہ کہلاتی ہیں کہ وہ اللہ کے ہاتھ ہیں اللہ کا  
چہرہ ہیں ۔

باب ۔ آئمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور وہ صرف اپنے اختیار سے مرتے  
ہیں ۔

باب ۔ آئمہ آئندہ اور گزشتہ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں ۔ ان سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ۔  
علامہ کلینی کا یہ وہ مایہ ناز لٹریچر ہے جو اس نے اللہ کی توحید کی نفی اور خدائی  
پر براجمان آئمہ کی جلالتِ شان پر پیش کیا ہے ۔ آج عوام و خواص شیعہ سنی اور تہرانی  
سوں نے اسے علاوہ ٹھیک غالی اور نصیری بھی ہیں ۔ کہ حضرت علیؑ کو انسانی روپ میں خدا  
اور الہ مانتے ہیں ۔ اگر آج حضرت علیؑ کا دورِ خلافت ہوتا تو آپؑ ان سب کو اسی طرح  
زندہ جلا دیتے اور کسی ملامت کی پرواہ نہ کرتے ۔ جیسے اپنے عہد میں اسی آدمیوں کو جلا  
دیا تھا ۔ (رجال کشی) قرآن میں بیسیوں نصوص ہیں کہ اللہ جبر و اولاد و حصص سے پاک  
ہے ۔ اعضا سے پاک ہے ۔ اس کے علم کا کوئی مخلوق احاطہ نہیں کر سکتی ۔ موت و حیات  
پر اس کے ماسوا کوئی قادر و مختار نہیں ۔ صرف وہی مارتا جلاتا ہے ۔ مگر شیعہ حضرات  
یہ سب خدائی صفات اپنے آئمہ میں مانتے ہیں ۔ پھر ایمان و اسلام کے بھی واحد ٹھیکیدار وہی  
ہیں ۔ فیالمعجب ۔

ان کے بہت ذمہ دار عرفانی مدبر ہفت روزہ شیعہ نے کیا صاف کہہ دیا ہے ۔

ہا علیٰ بشر کیف بشر ۛ بہ تجلی فیہ وظہر ۛ (دیباچہ نہج البلاغۃ)

اب عیسیٰؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اور یہودی حضرت عزیرؑ کے متعلق اور  
ہندو اپنے اوتاروں کے متعلق جو عقاید رکھتے ہیں۔ کیا شیعہ کا عقیدہ حلول۔ ذات علیؑ میں رب  
کی تجلی وظہور اس سے کم ہے؟ پھر وہ امام باڑوں میں علیؑ کی رتی کا ور دکیوں کرتے ہیں۔ ۱۳۹۹ھ  
میرے سامنے ”مولود کعبہ“ کے عنوان سے ایک سیر رنگا چارٹ ہے جو ۱۳ ربیع  
کوراو لپنڈی میں منعقدہ ایک جلسہ کا اشتہار ہے۔ مہمان خصوصی ”مفتی نصیر الاجتہادی“  
صاحب ہیں۔ اس کے تین سطری القاب در مدح ابوتراب میں یہ لفظ بھی ہیں خالق معجزات  
مرکز شش جہات۔ معلم روح الامین۔ قسیم انار والجنۃ وغیرہ ہیں۔ حالانکہ یہ سب خدائی  
صفات ہیں۔ حضرت علیؑ کی طرف ان کی نسبت قرآن کی تکذیب ہے۔

قرآن میں ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ۔ معجزات بھی شے ہیں اور اللہ کی مخلوق۔  
شش جہات یعنی کائنات کا مصدر و مرکز صرف اللہ ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ فِی

سَمَآءِزَآءِ فِی الْاَرْضِ بِلَآءٌ۔

حضرت جبریل امینؑ کے استاذ خدا تھے۔ حضرت علیؑ نہ تھے۔ کیا شیعہ حضرت علیؑ کو نبی کا  
استاذ ال استاذ بتانا چاہتے ہیں (معاذ اللہ) اللہ کا ارشاد ہے۔ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ  
نُورِتُ مِنْ عِبَادٍ نَّآ۔ اس جنت کا وارث اپنے بندوں کو ہم بنا دیں گے۔

بہر حال شیعہ عقائد منجملہ دیگر اسلام کے عقیدہ توحید کے بھی سخت دشمن ہیں۔ شیعہ  
کبھی اللہ کو وحدہ لا شریک نہیں مان سکتا۔ اگر محض خدا کے وجود کو ماننے یا کبھی نام لے  
لینے کا نام توحید ہے۔ تو مشرکین کہہ کی توحید ان سے بھلی تھی۔ کیونکہ وہ اللہ ہی کو رب و خالق  
رب السموات والارض۔ انکھ، کان، اعصاب کا مالک۔ موت و حیات پر قادر، شہنشاہ مطلق  
ہر کام پر خود مختار اور کائنات کا مدبر و منتظم مانتے تھے۔ (القرآن مومنون ۴۵ یونس ۶۴ وغیرہ)  
اس بحث کو شیعہ کے شہید ثالث نور اللہ شوشتری مشرک اصلی کی رباعی پر ختم کرتا

بول۔

زبیر دزدی و خفایا علی بن ابی طالب  
رحیم مطلق و رحماں علی بن ابی طالب



ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن ہو الحنان ہو المنان علی بن ابی طالب

دجوالہ افادات منگلش ص ۳۱۶

ترجمہ۔ (معاذ اللہ) مخلوق کو روزی دینے والے علی کیا خوب ہیں مطلق رحمان رحیم علی بن ابی طالب ہیں۔ وہی اول و آخر۔ ظاہر و باطن ہیں۔ وہی کائنات پر مہربان اور احسان کرنے والے علی بن طالب ہیں۔

سوال ۲۲۳۔ کیا آپ خدا کو عالم و علیم مانتے ہیں۔ اگر

دوزخ کی وسعت پر اعتراض مانتے ہیں تو آپ کی سب سے بڑی کتاب بخاری شریف پر ۳۲ کتاب التوحید و رد جہمیہ کی حدیث ۲۲۳ میں موجود ہے: "کہ خدا اپنا پیر دوزخ میں رکھے گا تا کہ وہ سمٹ جائے کیا دوزخ خلق کرتے وقت خدا کا اندازہ غلط ہو گیا کہ دوزخ کو نوز سے زیادہ بڑھا دیا ہے کہ خود اپنا پیر ڈالنے کی نوبت آگئی۔"

جواب۔ سبحان اللہ! ایسے یا وہ گو جس مذہب کے محقق و مولف بن جائیں تو اس کا خدا حافظ ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔  
 یَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلْ امْتَدَّتْ وَ نَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ (قصہ ۳۶)  
 اس دن ہم جہنم سے دوزخیوں کو ڈالنے کے بعد پوچھیں گے کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی اور بھی چاہیے۔

اب کیا یہاں بھی اعتراض ہو گا کہ خدا نے جہنم اتنی بڑی اندازہ سے زائد کیوں بنائی کہ بھرتی نہیں ہے اور ناگھتی ہے۔ بخاری شریف میں مقام بالا پر اسی ضمن میں یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک ڈال کر اسے چپ کر دیں گے اور وہ مطمئن ہو جائے گی۔ قدم ڈالنا بطور محاورہ ہے۔ یعنی بطور کنایہ ہے کہ اللہ اس پر خصوصی توجہ ڈال کر اسے مطمئن کر دیں گے۔ یہاں شارحین حدیث نے یہ نکتہ لکھا ہے کہ جنت جب وسعت کی وجہ سے اور لوگ مانگے گی تو اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا کر کے اسے جنت میں داخل کریں گے اور یہ اس کا انعام عظیم ہو گا۔ جہنم جب زائد مطالبہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ زائد مخلوق پیدا کر کے۔ بلا عمل اور آزمائش کے۔ جہنم میں نہ ڈالیں گے۔ ورنہ یہ شانِ عدل کے خلاف اور ظلم ہو گا ایسے

اللہ تعالیٰ اسے قدم کی خصوصی توجہ کے ساتھ چپ اور مطمئن کرا دیں گے۔ جیسے روتے ہوئے بے قرار بچے کو باپ منہ پر ہاتھ پھیر کر چپ کرا دیتا ہے یا بعض بے صبر لڑکے کھا کر چپ ہوتے ہیں۔

سوال ۲۴۔ کیا اللہ حائل امر کن فیکون نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر حکم ہی سے دوزخ کیوں چھوٹا نہیں کرتا ہے؟

جواب۔ یہ بھی اسی تقریر سے رفع ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کو اس طرح مطمئن کر دیں گے گو وہ قادر ہیں کہ اسے کن نہ بنا کر چھوٹا کر دیں۔ کیا یہ بے ہودہ سائل اللہ پر نگران مقرر ہو گیا ہے کہ وہ خدا کے مخلوق کے ساتھ تعلق اور تصرف میں چوں چنان کرتا ہے اور شور سے دیتا ہے۔

سوال ۲۵۔ آپ کی صفت ایمان مفصل میں ہے کہ شر بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یعنی معاذ اللہ خدا شر بھی ہے۔ اس عقیدے کو عقلاً ثابت کیجیے۔

جواب۔ سائل کو اتنا تو کچھ پتہ ہے کہ تقدیر خیر و شر کے مسئلے میں امکانِ بد مسئلہ تقدیر | قرآن کے اور خود ان کی مذہبی تعلیمات کے خلاف ہے۔ تبھی تو وہ عقلی ثبوت چاہتا ہے۔

عقلی ثبوت یہ ہے۔ ۱۔ کہ ہر شخص میں اللہ نے خیر و شر کرنے کی قدرت عقلی لا ایل | رکھی ہے۔ شیطان اسی نے پیدا کر کے ہر بندے کے ساتھ لگا دیا ہے۔

جو لوگوں کو گمراہ کرتا پھرتا ہے۔ فرعون و ہامان اور مردود قارون۔ دشمنانِ انبیاء کی بے پناہ کڑواہٹ تھی۔ مختار ثقفی۔ حجاج بن یوسف۔ تیمور لنگ۔ ہلاکو خاں اور نادر شاہ رافضی جیسے شہرہ آفاق ظالم خدا کی ہی مخلوق تھے جو اس کے نیک بندوں پر مظالم ڈھاتے رہے۔ تو کیا خدا نے ان کو پیدا کر کے اور نیکیوں پر مسلط کر کے شر کا ارتکاب کیا اور شر پر بناء؟ معاذ اللہ۔ معلوم ہوا جبر و شر اللہ کی طرف سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تکلیف و مصیبت بھلائی اور برائی اللہ کے مقدرہ فیصلہ کے مطابق آتی ہے۔ بندے کو چون چلا کرنے کا کوئی حق نہیں۔



یہاں دو باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔ ایک ہے نیکی اور بدی کا پیدا کرنا۔ اور اس کو اپنے ارادے سے مقدر کرنا پھر وجود میں لانا۔ ایک ہے اس کا ارتکاب کرنا اور کرنا پہلی بات یعنی خیر و شر کی خلق و تقدیر صرف اللہ ہی کا کام اور خاصہ ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لَا یُسَلُّ سَمًا یَفْعَلُ وَهُمْ لَیْسَتُونَ۔ مخلوق سے پیش ہوگی اور اس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کر سکتا۔ اسی کی شان ہے۔ دوسری بات یعنی خیر و شر کا ارتکاب اور کسب و عمل یہ بندے کا کام ہے۔ اپنے خداوار اختیار اور ارادے سے بندہ جو نیکی کرے گا مستحق ثواب ہے اور جو بدی کرے گا مجرم اور قابل سزا ہے۔

اگر خیر و شر کا خالق بندے کو مانا جائے جیسے شیوہ اور معتزلہ کہتے ہیں۔ تو خالق و آلہ بے شمار ہو گئے۔ اور یہ عقیدہ مجوسیوں سے بھی بدتر ہے کہ وہ خالق خیر و شر کو خدا کو بتاتے ہیں اور خالق شر ابھرن یعنی شیطان کو کہتے ہیں اور اپنے زعم میں وہ خدا کا ادب کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث نبوی میں ان کی مذمت آئی ہے۔ القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ۔ کہ تقدیر کو بندے کی مخلوق ماننے والے اس امت کے مجوسی، آتش پرست ہیں۔ ۲۔ دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ جب بندہ خیر و شر کی آمد کو خدا کی طرف سے سمجھے گا تو وہ مطمئن ہو کر صبر کرے گا۔ انتقام و عجزہ میں ایک خاص حد تک رک جائے گا اور معاشرتی امن اس میں مضمر ہے۔ ورنہ آدمی بے صبر ہو کر جذبہ انتقام سے کبھی نہ رکے گا اور بڑا دھارہ زیر و زبر کرنا اور فتح و شکست ہر طبقہ کی کسی مرحلہ پر نہیں۔ کے گی۔ خلیفہ کلاں کے طلباء آپس میں الجھڑپیں اور استاذ بیچ میں آکر ظالم کو کچھ خاص کئے سنے بغیر ان کی آپس میں صلح و صفائی کرانے تو طبعی طور پر فریق ثانی لڑائی اور انتقام سے باز رہے گا۔ اور کمی بیشی کو استاذ کے حوالے کر کے مطمئن ہو جائے گا اور اگر استاذ موجود نہ ہو تو پھر ان کی جنگ بڑھتی ہی چلی جائے گی اور کوئی فریق بھی کسر اور نقصان کھانے پر مطمئن نہ ہوگا۔ ۳۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ بندے کا کام ہے اپنے اختیار و ارادے کے ساتھ مسائل استعمال۔ اگے کام کا بن جانا اور مقصد حاصل ہو جانا یہ بندے کے اختیار میں نہیں تو اس کا خلق کیسے ہوا۔ جیسے کوئی آدمی چوری کی نیت سے نقب لگاتا ہے یا قتل کی نیت سے

بندوق چلاتا ہے۔ اب اگر گھر والے جاگ گئے اور یہ چوڑی نہ کر سکا یا فائر خطا ہو گیا تو اللہ نے چوڑی اور قتل کا فعل اس کے ہاتھ پر پیدا نہیں کیا (اسے بچایا)، اور اگر چوڑی میں کامیاب ہو گیا، گولی نشانے پر لگی اور بندہ مر گیا تو چوڑی اور قتل کا فعل خدا نے اس کے ہاتھ پر پیدا کیا کہ اسی نے اس کا کام اور مقصد بنا دیا۔ پس اسی کام بننے اور مقصد (خیر و شر) میں کامیابی کو یا کام کی صورت وجود میں لانے کو ہم خدا کا فعل اور خلق بتاتے ہیں۔ اس میں خدا پر کوئی برائی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ کائنات میں ذرے ذرے کی نقل و حرکت اس کی مشیت اور ارادے پر موقوف ہے اور وہ اسے میں خود مختار ہے۔ مکلف انسانوں کے ارادے بھی اسی کے ارادے کے تابع ہیں تو پھر خلق و تقدیر پر اعتراض کیسا؟ وَمَا تَسْأَلُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ہاں بندہ جزا و سزا کا اپنے اختیار کردہ وسائل کی بناء پر مکلف ہے۔ ورنہ اگر یہ غلطی سے قتل کرے یا شرعاً گناہ نہیں۔ گودیت اور کفارہ لازم ہے۔

اب خیر و شر کے خدا کی مخلوق اور بجانب اللہ ہونے پر شرعی دلائل ملاحظہ کریں

**نقلی دلائل** ۱۔ اللہ خالق کل شیء ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے۔ شر بھی ایک چیز ہے۔ خدا کی مخلوق ہوئی۔

۲۔ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ خدا نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

۳۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدْ دَعَا لِقَدِيرٍ ہر چیز کو اس نے پیدا کیا اور اس کی تقدیر بنائی۔ یہ سرص دال ہیں کہ بندے کے اعمال بھی خدا کی مخلوق ہیں اور اس کے لکھ دینے سے ہیں۔ آیت ۲ میں اگر بتوں کے مجسمے مراد ہوتے تو لَتَصْنَعُونَ فرمانا مناسب تھا۔ اگر بت کا مادہ پتھر وغیرہ خدا کی مخلوق ہے تو بندے کے کسب و عمل سے اس کا مزین صورت اختیار کر کے مشرک پجاری کے دل میں بس جانا بھی خدا کا فعل ہے۔ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ۔ (الانعام) اسی طرح ہر امت کے اعمال ہم نے ان کو خوبصورت کر کے دکھائے۔

۴۔ وَإِنْ تَصِبْتُمْ فَحَسَنَةٌ يَّقُولُوا اور اگر ان کو کچھ بھلائی پہنچتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کچھ برائی پہنچتی ہے تو کہہ دیتے کہ یہ تمہاری

هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَإِنْ تَصِبْتُمْ فَسَيِّئَةٌ يَّقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ



اللہ (النساء ۱۱۶) طرف سے ہے۔ (ترجمہ مقبول)

حسنہ اور خیر سببہ اور نشر فقیر یا مترادف الفاظ ہیں۔ ان نصوص سے واضح ہوا کہ یہ سبب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اب سائل کا اعتراض گویا قرآن پاک پر ہوا۔ اب ذرا احادیث سے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

جہاں تک راقم کا مطالعہ ہے۔ اس مسئلہ میں سنی و شیعہ کا چنداں اختلاف نہیں اتحدیوں کے دشمن، علیحدگی پسند شیعہ علماء اور ذاکرین اسے اچھالتے اور اہل سنت کو مطعون کرتے ہیں ورنہ ان کی احادیث اہل حق کے مطابق ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

۱۔ کافی کلینی باب السعادة والشفاعة میں ہے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ اللہ نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ان کی نیک بختی اور بد بختی لکھ دی ہے جسے اللہ نے سعید یا کیا کبھی برائے سمجھے گا۔ اگر وہ برا عمل کرے تو برائی سے اجتناب رکھے گا اور اس شخص سے نہ رکھے گا۔ اور اگر بد بخت پیدا کیا ہو تو اس سے کبھی محبت نہ کرے گا۔ اگر وہ اچھے عمل کرے۔ تو عمل پسند ہے مگر اس کی ذات پسند نہیں کہ فی جہاں ۲۔ باب الخیر والنشر کی تمام احادیث یہ بتاتی ہیں کہ اللہ ہی خیر و شر کا خالق ہے اور اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے یہ جاری کرتا ہے۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور بھلائی کا حکم دیتا ہے۔ اس نے جھوٹ کہا جس نے یہ خیال کیا کہ خیر و شر اللہ کی مشیت کے بغیر ہے تو اللہ نے اس کو اپنی بادشاہی (یعنی ذمہ داری) سے نکال دیا جس نے یہ گمان کیا کہ گناہ بغیر اللہ کی مدد کے بوجہ تھے ہیں اس نے جھوٹ کہا اور جو اللہ پر جھوٹ کہے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ (کافی ج ۱ ص ۱۸۱) باب الجبر والقدر والامرین الامرین۔

ہاں یہ چیز بھی ملحوظ خاطر ہے کہ مشیت اور چیز ہے۔ رضا اور رضا اور مشیت میں فرق چیز ہے۔ کفر و معصیت پر اللہ راضی ہو گز نہیں گواہ اس کی مشیت سے واقع ہوتا ہے۔ ان تشریفات اللہ غنی عنکم ولا یرضی بعبادہ

وَأَنْ تَشْكُرُوا وَابْتَغُوا لَكُمْ (نرمس)

کسی کام کی نسبت جب کا سب و عاقل کی حیثیت سے ہر تو مخلوق کی طرف ہوتی ہے کہ شیطان بندوں کو گمراہ کرتا ہے۔ انبیاء کرامؑ ہدایت دیتے ہیں۔ فلاں نے اسے مار دیا ہے۔ فلاں نے اسے (محاف کر کے) زندگی بخش دی وغیرہ۔ اور سب اسباب عادی بندہ بہ نوبہ کرے اور پھر خدا کی مشیت سے وہ کام ہو جائے تو اس کی نسبت اللہ کی طرف کی طرف کی جاتی ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ سی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص سے جو ہمہ سے گمراہ جانے والا اور کسی ہر توفیق ہدایت سلب کر لیا کرتا ہے۔ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَلْبِغُ مِنْ أُنَابٍ (عدن) تم کہو اللہ جس سے چاہتا ہے توفیق ہدایت سلب کر لیتا ہے اور جو رجوع کرتا ہے اس کو اپنی راہ بتاتا ہے۔ (نرمس) مقبول

امید ہے اس شخص میں سے سائل اور قائلین کو انشراح صدر نصیب ہو جائے گا۔

سوال ۲۶ چھٹے کلمہ رد کفر میں و تورات من الکفر و کفر اور تبرے کا مفہوم الشک و المذبذب آیا ہے کیا آپ تبرا کرنا جانتے ہیں؟

جواب۔ یہ ترکیب اس آیت کی طرح ہے۔

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ (پ)

پس جو شخص طاعت کا منکر ہو اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے بے شک مضبوط رسی پکڑ لی۔

عرفا تبرا اور کفر برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جب اس کا حیلہ اور مضاف الیہ مقدس اشياء و ذوات ہوں اور اگر حیلہ و مضاف الیہ بدل کر بری چیزیں آجائیں تو یہ کار بخیرین جاتا ہے۔ جیسے اس آیت اور کلمہ میں ہے۔ اب فی نفسہ کفر و تبرے کی چھائی برائی سے بحث نہیں بلکہ اس کے متعلق سے ہے۔ اب کفر و شرک اور جھوٹ سے تبری اور بیزاری کرنے والا اور شیطان کا منکر و کافر۔ دراصل مسلمان اور مومن ہوا۔

شبہ کے یہاں تبرا کا استعمال الٹ ہے۔ وہ شیطان طاعت سے کفر نہیں کرتے



نہ اس پر تبرے پڑھتے ہیں۔ نہ کفر و شرک اور جھوٹ سے تبرے کرتے ہیں۔ کیونکہ شرک تو  
 المن کی گھٹی میں ہے جیسے مفصل گزرا۔ جھوٹ بنام تقیہ علی دین کی عبادت ہے کہ اس کے بغیر  
 ان کا دین و ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ اس سے وہ کیسے تبرا کریں۔ ہر بات میں کفر و انکار تو  
 ان کا شعار ہے۔ سنی عالم قرآن سے اور خود ان کی کتب سے ان کے منشاد اور مروجہ  
 مذہب کے خلاف کتنی ہی آیات و احادیث پڑھ سنائے وہ صاف انکار کر دیں گے ورنہ  
 اعراض تو ضرور ہی کریں گے مانیں گے کبھی بھی نہیں۔ لہذا ان کا تبرا سنت نبوی سے ہے  
 کہ اسے مذہب کے اصول و فروع سے نکال ہی دیا۔ ان کا تبرا مکتب رسالت کے تمام تعلیم یافتہ  
 فضلاء کرام سے ہے۔ ان کا تبرا امہات المؤمنین رازدواج رسولؐ، بنات مطہرات رسولؐ  
 اور چار مستیوں کے ماسوا تمام ذوی القربی رسولؐ سے ہے جس کی تفصیل راقم کے رسالہ  
 شیعہ حضرات سے سو سوالات کے ص ۲۴ پر دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کا تبرا خود قرآن کریم سے  
 ہے کہ وہ اسے ناقص، محرف، بدلا ہوا۔ بے ترتیب اور اپنے لیے بے حجت اور صامت  
 مانتے ہیں۔ اور قرآن متکلم، واجب الاتباع صرف مرغومہ آئمہ اور ان کے انکار کو جانتے  
 ہیں۔ (ملاحظہ ہو کتاب الحجۃ از کافی) ان کا تبرا توحید الہی سے ہے کہ ذکر استغثت ہندو  
 نیاز۔ دعا و پکار۔ ورد و وظائف وغیرہ میں خدا کو چھوڑ کر اپنے آئمہ کا نام لیتے ہیں۔ ان کا  
 تبرا امت مسلمہ اور پوری شریعت مصطفوی سے ہے کہ تمام امت کو بلا جھجک (منافق  
 و بے ایمان) اور تمام ثابت و جاری شریعت کو جھوٹا بتاتے ہیں۔ اور خود تقیہ کی اڑلے  
 کر ایک نئے دین نئے نظام اور نئے مکتب فکر کے بانی مبنی ہیں۔ لہذا اہل سنت کا تبرا  
 از کفر و شرک و جھوٹ ان کو مبارک ہو اور شیعوں کا تبرا از سنت نبی و جہت نبی ان کو  
 مبارک ہو۔

سوال ۲۴۔ کا جواب بھی اسی تقریر سے ہو گیا۔ کہ دونوں کے تبرے الگ الگ چیزوں  
 سے ہیں۔ دونوں چلتے رہیں گے۔ کیونکہ حزب اللہ اور حزب الشیطان کی جنگ شروع  
 سے جاری ہے اور اللہ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے۔

وَلَا يَرْجُوا مَخِيفَتِي إِلَّا بِحَبْلٍ مُّجْتَمِعٍ رَحْمَتِ رَبِّ كَافٍ لِّلْمُسْتَضِیِّیْنَ اُوْکُوْلُ كَافٍ لِّلْمُسْتَضِیِّیْنَ

اختلاف کرتے رہیں گے۔ اسی لیے خدا نے ان کو بنایا۔ آپ کے رب کا یہ فیصلہ پورا ہو چکا۔ کہ میں یقیناً جنوں اور انسانوں سب سے

وَبَيْنَ ذَٰلِكَ فَطَنَهُمْ وَنَعَّمْتَ  
كَلِمَةً رَبِّكَ لَا تَمْلِكُنْ جَهَنَّمَ مِنَ  
الْمُجْتَنِبِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (ہود ۶-۱۰)

جہنم کو بھروں گا۔

مسئلہ ربوبیت الہی

سوال ۲۸۔ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" قرآنی الفاظ ہیں۔ اس کا ترجمہ کیجیے۔ اور  
لن ترانی کا مطلب واضح فرمائیے۔

جواب۔ ادراک کا معنی دیکھنا نہیں ہے۔ بلکہ سمجھ لینا اور معلوم کر لینا ہے۔ اب  
ترجمہ یہ ہو گا کہ نگاہیں اس کو معلوم نہیں کر سکتیں۔ تو واضح ہے کہ محدود بصر لا محدود ذات  
کے جمال والو ار کا احاطہ کیا کر سکتی ہے؛ لہذا ان آنکھوں سے عالم بیداری میں خدا کو  
دیکھ سکتا البسنت کے نزدیک بھی عقلاً محال ہے۔ اور لن ترانی کا بھی یہی مطلب  
ہے کہ تو مجھے اس عالم میں ان آنکھوں سے دیکھ نہ سکے گا۔ ہمارا مسلک بھی یہی ہے۔  
لن ترانی۔ رای رویت سے بنا ہے۔ جو افعال قلوب میں سے ہے جس کا معنی  
بصارت یا بصیرت سے دیکھنا ہے۔ (مصباح اللغات) تو اب نفی کا حاصل یہ نکلتے گا  
کہ تم بصارت کے ساتھ خدا کو لوگوں دیکھ نہیں سکتے کہ بصیرت بھی اس سے حاصل ہو  
جائے۔ گویا مشاہدہ جمال کا احاطہ ہو جائے کسی چیز سے وصف خاص کی نفی عقلاً اس  
کے وجود کو ممکن بنا دیتی ہے۔ تبھی تو وہ نفی یا نفی کا محل ہوا۔ مثلاً اندھا اسے کہتے ہیں۔  
جس میں دیکھ سکنے کی طاقت چاہیے تھی۔ دیوار وغیرہ کو اندھا نہیں کہا جاسکتا کہ وہ دیکھنے  
اور بصر کے لائق ہی نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو تو دیکھ نہیں سکتا۔ یا آنکھ ادراک نہیں  
کر سکتی کا مفہوم یہ ہوا کہ عقلاً ربوبیت ممکن ہے۔ مگر اس عارضی دنیا میں فانی حواس اس  
کے مشاہدہ جمال کا تحمل نہیں کر سکتے تو لن ترانی فرمایا کہ تو نہیں دیکھ سکے گا۔ اب اگر عالم  
بدل جائے یا تو اس بدل جائیں تو رویت کا عقلی امکان وقوع میں تبدیل ہو سکتا ہے  
شبیہ کی کتاب رجا کشی ص ۲۸ پر حضرت علی رضا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے



مخلص حسین بشار سے کہا اگر تو چاہے کہ اللہ تجھے بلا پردہ دیکھے اور تو اسے (جنت میں) بلا پردہ دیکھے تو آل محمد اور ان کے ولی امر کے ساتھ محبت رکھ۔ میں نے کہا کہ میں اللہ کو دیکھوں گا؟ امام نے فرمایا ہاں! اللہ کی قسم ضرور دیکھے گا۔

سوال ۲۹۔ کیا جب حضورؐ معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ کا شرف دیدار حاصل ہوا۔ اگر ہوا تو وہ حدیث مع مکمل حوالہ پیش کیجیے جس میں حضورؐ نے اللہ کی شکل و صورت بیان فرمائی ہو۔

جواب۔ اس مسئلہ میں اکابر صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کائنات سلام اللہ علیہا، حضرت ابو ذر غفاریؓ روایت حقیقی کے قائل نہیں بلکہ روایت قلبی کے قائل ہیں۔ اور دلیل میں مذکورہ بالا آیات پڑھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ در بعد کے بہت سے فقہاء اور بزرگان دین روایت حقیقی کے بھی قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ عالم اور تقا۔ جب مجمرہ کے تحت اس جسب عنصری کا گرم و سرد، بلا آب و ہوا رات سے گزرنا اور محفوظ و سالم رہنا ممکن ہوا تو تجلی ذات سے بہرہ ور ہونا اور بہداشت کر سکتا بھی ممکن ہو گیا۔ لہذا اگر روایت پر ٹھوس دلیل نہیں تو لفظ بھی قطعی یقینی نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی ذات جسمانیت، اعضاء، رنگ و شکل سے پاک ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشابہہ جمال کے بعد کس کس کے مثیلہ شئی؟ کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں، ذات کے خد و خال اور حلیہ جمال کیسے بیان فرماتے۔ اور محبوب کا حلیہ اور راز دارانہ باتیں غیروں سے بیان ہی کب کی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ سوال انہ خود غلط ہے سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے۔

بشر اور اے جلالش نیافت	بصر منتہائے جمالش نیافت
وگر سائے محمدؐ راز گشت	بر بندہ بروے در باز گشت
یکے باز را دیدہ بر دوختہ است	یکے دیدہ ہا باز و پر موختہ است

سوال ۳۰۔ اگر اللہ پردہ میں رہا اور صرف کلام کی میسر کرائی اور تواضع فرمائی تو

پھر رخ زیبائے محبوب کو کیوں محروم کیا؟

جواب۔ سوال بالاکہ طرح یہ بھی بے ہودہ ہے۔ تعجب ہے کہ زیارت ہو تو بھی اعتراف و انکار ہے۔ نہ ہو تو بھی طعن ہے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شیعہ کو دشمنی تو پیدا نہیں ہو گئی کہ اتنی لیت و لعل اور سخت گیری پر اتر آئے ہیں۔

در اصل شیعہ حضرات عرش پر خدا کے وجود کے  
شیعہ حضرت علی کو الہ مانتے ہیں قابل ہی نہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ عرشِ معالیٰ پر  
 علی مستوی تھے ان سے محبت آمیز گفتگو تھی اور وہ باپردہ تھی۔ اب اگر پردہ ہٹا کر  
 دیدار مانا جائے تو شیعہ کی مجلس ساری کھل جاتی ہے لہذا وہ ناجائز عقیدہ کے تحفظ کی  
 خاطر عدم ربیت الہی کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔ مجالس المؤمنین شونہری میں ہے۔

”مہراج کی رات بالائے عرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدائے تعالیٰ  
 عزا سمنہ کی جانب سے جو جو محبت آمیز باتیں ہوئیں وہ خدا کی طرف سے نہ تھیں بلکہ  
 از علیؑ و شیعہ نطق علیؑ بد علیؑ جز علیؑ نہ بد آنجا (معاذ اللہ)

شونہری صاحب کی اتباع اور تائید میں باذل صاحب حملہ حیدری والے بھی  
 علیؑ کی خدائی پر یوں شہادت دیتے ہیں۔

دما ندہ گل زنا حسیل  
 رہا ندہ موسیٰ از رود نیل  
 کساندہ باہائے فتوح !  
 بسا حل رساندہ فلک نوح

بحوالہ افادات بنگش مطبوعہ دریا ہنگو ضلع کوٹ

کہ علیؑ نے حضرت خبیلؑ پر آگ کو گلزار بنایا۔ موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل میں  
 غرق ہونے سے بچایا۔ حضرت نوحؑ علیہ السلام کی کشتی کنارے پر علیؑ نے لگائی۔ فتوح  
 کے دروازے آپؑ کھولنے والے ہیں۔

سوال ۳۔ آپ کے عقیدہ دیدارِ خدا کی اساس قرآنی ہے یا حدیثی۔ اگر قرآنی  
 ہے تو آیت بتائیے اور اس کے تضاد کی وجہ بیان کیجیے۔ جبکہ اللہ کے کلام میں تضاد نہیں  
 ہے اور اگر حدیثی ہے تو حدیث کو قرآن سے مطابقت کر دکھائیے۔



دیدارِ الہی کے نقلی دلائل جواب۔ اس کی بنیاد قرآن پاک پر ہے۔ سورہ قیامت  
 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرٌ لِّيَ سَرِيبًا  
 نَاطِرَةٌ (پ)

کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے  
 رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

ناظر کا معنی دیکھنے والا۔ یہ فعل متعدی ہے۔ یعنی مفعول منظور الیہ چاہتا ہے  
 اور وہ خود رب تعالیٰ کی ذات مذکور ہے۔ وہ اپنی نمایاں شان اپنے مومنین بندوں کو  
 ضرور مشاہدہ کرائے گا اور مومنین دیکھیں گے۔

۲۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ  
 لَمَّحْجُونَ (پ)

ہرگز نہیں! وہ اس دن اپنے رب سے  
 آڑ اور پردے میں کر دیئے جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ کفار و منافقین رب تعالیٰ سے آڑ اور پردے میں کر دیئے جائیں گے۔  
 اور یہ وہی لوگ ہوں گے جو خدا سے تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار کے منکر ہوں گے جیسے ارشاد  
 ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ  
 فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا يُفْقِمُ لَهُمْ يَوْمَ  
 الْقِيَمَةِ وَزْنًا (کف)

وہ وہی ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات  
 کا انکار کیا اور رب تعالیٰ کی ملاقات کو نہ مانا  
 تو ان کے اعمال ضائع ہو گئے تو ہم قیامت

کے دن ان کے اعمال زتولیں گے۔

قرآن کریم کی بیسیوں آیات میں مومنین کی رب تعالیٰ سے ملاقات اور کفار کا ملاقات  
 سے انکار کرنا اور پھر آخرت میں بطور سزا محروم ہونا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں اشارہ کافی ہے  
 ملاقات۔ انشاء اور تلقی بظاہر حقیقتہً طرفین سے موجدہ مشاہدہ اور استقبال چاہتے ہیں۔  
 مضموناً جبکہ الی ربہا ناظرۃ اس پر صریح دلیل ہو۔

ان آیات کا لائنڈرگنہ الا تبصار سے کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت  
 عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ البصار احاطہ نہیں کر سکتیں  
 اور اس حمد الی رہنا طرفہ میں حالہ کے آخرت میں کبھی ہم سخی نہیں ہیں۔ عدوہ انہیں وہ آیت

دنیا سے متعلق ہے۔ سباق و سباق ہیں چاہتے ہیں۔ قیامت کے متعلق وہ خاموش رہتے ہیں۔  
 اس کا ذکر الیٰ ربہا ناظرۃ عیسیٰ کر دیا۔ پھر دونوں جہانوں کے اسکا صم الگ ہیں۔ وہاں ہر  
 شخص کو دنیا کے تادم و دوس کے برابر ثواب ملے گا۔ اور وہاں بھی خوب تیز کر دے  
 جائے گی جیسے ارشاد ہے قَسَتْ عَذَابُ غَاطَا لَكَ مَصْرُتَ الْیَوْمِ حَرِدَ بَدَنُ  
 بَمِ نَفْسِ تَبِیْہِ پَر دے و در کر دیئے آج تیری نگاہ بہت تیز ہے، اگر اسے کانہ ہا جاں  
 بتایا جائے تو مومن کی بد رہی اور ننگہ تیز ہوئی چاہے کہ ان کو سحر سے نور۔ نو ہند  
 لیسعی بَلِّیْنِ اَبْدِیْنِہُمْ وَاَیْمَہُمْ نَبِیْہُ۔ حاصل ہو گا۔

جنت میں دیدار الہی کا ثبوت صحیح بخاری و مسلم کی صحیح حدیثوں سے ہے۔  
 مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق  
 تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۲۱۶ پر رقمطراز ہیں۔

”اور آخرت میں حق تعالیٰ کی زیارت مختلف مقامات پر ہوگی۔ عرصہ محشر میں اسی  
 اور جنت میں پہنچنے کے بعد بھی، اور اہل جنت کے لیے ساری نعمتوں سے بڑی نعمت  
 حق تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔“

رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں  
 گے تو حق تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ جو نعمتیں جنت میں مل چکی ہیں ان سے زائد اور کچھ  
 چاہیے، تو تاؤ ہم وہ بھی دے دیں؟ رگ عرض کریں گے یا اللہ آپ نے ہمیں درخ  
 سے نجات دی۔ جنت میں داخل فرمایا اس سے زیادہ ہم اور کیا چاہیں۔ اس وقت  
 حجاب درمیان سے اٹھا دیا جائے گا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی اور جنت  
 کی ساری نعمتوں سے بڑے کر یہ نعمت ہوگی۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں حضرت صہیب رضی  
 سے منقول ہے۔

اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم ایک رات  
 چاند کی چاندنی میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام کا مجمع تھا۔ آپ نے چاند کی طرف  
 نظر فرمائی اور پھر فرمایا کہ آخرت میں تم اپنے رب کی اسی طرح عبادت کیو گے جب اس



چاند کو دیکھ رہے ہو۔

ترمذی اور مسند احمدی ایک حدیث میں برایت ابن عمر منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو جنت میں نہائیں درجہ عطا فرماید گئے ان کو روزانہ سچ و شام حق تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا پر کسی کو حق تعالیٰ کی زیارت نہیں ہو سکتی۔ آخرت میں سب اہل برکت کو سوگی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شب محراب میں زیارت ہوئی وہ بھی حقیقت عالم آخرت میں کی زیارت ہے۔ جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فرمایا کہ دنیا صرف اس جہاں کا نام ہے جو آسمانوں کے اندر مخصوص ہے۔ آسمانوں کے اوپر آخرت کا مقام ہے وہاں پہنچ کر جو زیارت ہوں اس کو دنیا کی زیارت نہیں کہا جاسکتا۔

اب سوال یہ رہتا ہے کہ جب آیت قرآن لَا تَذْكُرْهُ إِلَّا بَصَرٌ مَعْلُومٌ ہوا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رویت ہو ہی نہیں سکتی تو پھر قیامت میں کیسے ہوگی۔ اس کا جواب کھلا ہوا یہ ہے کہ آیت قرآن کے یہ معنی نہیں کہ انسان کے لیے حق تعالیٰ کی زیارت و رویت ناممکن ہے بلکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ انسانی نگاہ اس ذات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کی ذات غیر محدود اور انسان کی نظر محدود ہے۔ عارف جامی فرماتے ہیں

دور بیان بارگاہ الست غیر ازیں پے نہ بروہ اند کہ بہت

سدیؒ نے بھی خوب فرمایا ہے

چہ شہا نشستم دریں سیرگم کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم

قیامت میں بھی جو زیارت ہوگی وہ ایسی طرح ہوگی کہ نظر احاطہ نہیں کر سکیگی اور دنیا میں انسان اور اس نظر میں اتنی قوت نہیں جو اس طرح کی رویت کو بھی برداشت کر سکے۔ اس لیے دنیا میں رویت مطلقاً نہیں ہو سکتی اور آخرت میں قوت پیدا ہو جائے گی تو رویت اور زیارت ہو سکے گی مگر نظر میں ذات حق کا احاطہ اس وقت بھی نہ ہو سکے گا۔ (انتہی ۱۲)

بہر حال اصول فلسفہ کو آئین کربیات رویت میں تعارض پیدا کرنا یا الی رہنا ناعدہ

کے صریح مفہوم کو نہ ماننا ہے دینی اور کمرابی سب جبکہ صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین سب بل حق اہل سنت والجماعت کا متفقہ یہ عقیدہ ہے کہ اسے دوسرے جہان میں حق تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان معاملہ تھا۔ زیارت و مکالمہ جیسے سوا ہمارا اس پر ایمان ہونا چاہیے۔ ہم اور سائل کون ہیں۔ خدا اور محبوب کے درمیان حائل ہونے والے یا فلسفیانہ موثکافیلوں کے پردے لٹکانے والے؟ اللہم ارفقنا بحسبك العظیم

### عَدَالَتِ صحابہ کرامؓ

سوال ۳۲۔ باوجودیکہ آپ اصحاب کرامؓ ہم نہیں سمجھتے بلکہ ان سے گناہ کا سرزد ہونا ممکن جانتے ہیں۔ لیکن پھر کبھی سوئے ادب کے تحت ان پر تنقید کرنا اچھا نہیں سمجھتے۔ یعنی ان کا تقدس اسی میں سمجھتے ہیں کہ ان میں عیب شمار نہ کیا جائے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی محترم و معظم ہستی کی توقیر کے لیے ضروری ہے کہ اسے گناہوں سے دور رکھا جائے اور عیبوں سے منزہ مانا جائے اگر آپ کے اس حسن ظن کو التناظر کے قالب میں ڈھال جائے تو نتیجہ عصمت برآمد ہوتا ہے۔ پھر آخر رسوں کو محصر مہم کہہ دینے پر کیا اعتراض ہے جبکہ ان کے کسی صلی کو آپ گناہگار کہنا گناہ سمجھتے ہیں اور خود حضورؐ کی عصمت کو پسند نہیں کرتے۔

جواب۔ حسن ادب کا تقاضا عقل و نقل کی روشنی میں یہی ہے کہ فی الجملہ امکان گناہ کے باوجود۔ قطعی ثبوت اور بیان ضرورت کے بغیر۔ ان کے گناہوں کو اچھا لانا جائے۔ نہ موضوع سخن بنایا جائے۔ قرآن پاک نے تمنا ادب کرنا مسلمان کا حق بتایا ہے۔ وَلَا تُغْتَبْ بِعَصْمَتِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ كَوْنُ دُورٍ كَوْنُ عَدَمٍ وجود کی میں اس کی برائی بیان نہ کیا کرے، کافر مان اسی ادب کی تعلیم ہے۔ صلی کرام علیہم السلام تو آفتاب نبوت کی کرنیں ہیں۔ ہدایت رسالت کے قمقمے۔ منصب رسالت کے علینے گراہ۔ نزول قرآن کے شہادہ۔ شراعت محمدیہ کے اولین محافظ۔ مکتبہ نبوت کے مستند مفسر۔ دبستان رسالت کے تعلیم یافتہ علماء۔ امت اور نبی ہدایت کے ماہرین سب سے اول اور



مضبوط واسطہ بہترین امت کے سب سے پیش رو قائدین۔ خدا کے برگزیدہ مومنین۔  
 رضوان و جنت کی بشت۔ قول سے سر فراز۔ کتاب و سنت کے مہر دار۔ منسرت ذنوب  
 کی ڈگری کے حامل اور گناہوں سے تحفظ کے لائق ہیں۔ ان کی غیبت و بدگوئی کیوں  
 حرام نہ ہوگی۔ ان کی بدگوئی اور غیبت گویا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھانا  
 ہے (معاذ اللہ)

اس مسند کے عقلی نقلی پہلوؤں پر۔ عدالت صحت و کرامت کے عنوان سے ایک مفصل ۳۰۰  
 صفحات کی کتاب کی توفیق خدا نے راقم کو بخشی ہے۔ بعض صحت کے ٹی بی مرضی اس  
 نسخہ و اکسیر کا استعمال اور مطالعہ کریں۔ یہاں صرف تین آیات پر غور کافی ہے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَيْكُمْ ۖ لَا يَمَانُ وَ  
 ذَبْنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ  
 وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ  
 الرَّاسِخُونَ (حجرات ۴ آیت)

لیکن اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ایمان  
 کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے  
 دلوں میں سجا دیا ہے۔ اور کفر نافرمانی اور  
 گناہ کی انسرت تمہارے دلوں میں ڈال  
 دی ہے۔ ایسے ہی لوگ ہدایت پر ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کو محبوب ترین دولت ایمان ہی دی وہ ان کے دلوں میں  
 سچ گیا۔ کفر نافرمانی اور کساح کی انسرت۔ ان کے دل میں طبعاً ڈال دی۔ جیسے کوئی شخص  
 گندگی سے انسرت کرتا ہے۔ ان کو ہدایت یافتہ اور تہک بتایا۔ تو کیا ان کے گناہ کی تلاش  
 ہیں تواریخ و سیرت چھپانے والا جھوٹی روایات سے فہرستیں تیار کر کے لوگوں کو ان کے  
 بطن کرنے والا۔ اس آیت کا منکر اور بے ایمان نہیں ہے۔ خواہ وہ کسی شیعہ افضی  
 ہو یا خدشت و ملوکیت جیسی تالیف جناب ابوالاعلیٰ مودودی لفظی شیعہ کی ہو۔

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ وَيُؤْتِ مَعَهُ  
 وَمَنْ يَدْعُ مَعَ وَيُؤْتِ مَعَهُ  
 مَنْ يَدْعُ مَعَ وَيُؤْتِ مَعَهُ  
 مَنْ يَدْعُ مَعَ وَيُؤْتِ مَعَهُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے  
 نیک عمل کیے اور جو کچھ محمد مصطفیٰ پر  
 نازل کیا گیا اور وہ ان کے پروردگار  
 کی طرف سے حق ہے اس پر بھی ایمان

لائے ان سے ان کی بریاں دور فرما دیں اور ان کی حالت درست فرما دی۔  
 جب اللہ نے سب گناہ معاف کر دیئے پھر حالت ہی بدل ڈالی تو اب گناہوں  
 کی ان کی طرف نسبت اور گردان پہ معنی وارو؟

۳۔ وَالَّذِينَ بَخِلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ  
 لِيُقُولُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا  
 الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ  
 فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا (محر)  
 (اور مال سے ان کا حق بھی ہے) جو اپنے  
 مہاجرین و انصار کے بعد یہ عرض کرتے  
 ہوئے آئے کہ اسے پہلے دگا۔ ہمارے تو  
 ہمارے گناہوں اور ہمارے بھائیوں  
 کے گناہوں کو جنہوں نے ایمان میں سبقت کی ہے بخش دے اور ہمارے دلوں میں  
 ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔

جب ہم کو حکم ہی یہی ہے کہ مہاجرین و انصار اور تمام صحابہ کرام کے لیے مغفرت  
 بخش مانگا کریں اور ذکرِ خیر کیا کریں۔ تو اب صحابہ کرام کی بدگوئی کو اپنا نہ سب و  
 شمار بنانا کیا قرآن سے بغاوت اور اسلام سے بیزاری نہیں ہے؟

ہر شخص یہ حق مانگتا ہے۔ ہر شخص اپنے والد۔ استاذ۔ مرشد اور محسن اکابر کو  
 یہ حق دیتا ہے۔ اور ان کی بدگوئی اور واقعی گناہوں کے پرچار سے دامن بچاتا ہے  
 اور اسے بڑی گستاخی تصور کرتا ہے۔ کیا یہ ان کی عصمت کا قائل ہو گیا؟ اگر اس پر  
 طعن نہیں ہے اور ان اقارب و اکابر کے گناہ ذکر نہ کرنے سے عصمت لازم نہیں  
 آتی تو صحابہ کرام پر جب یہ اصول استعمال کیا جائے تو عصمت کیسے بن گیا؟ دراصل

روافض کے ہر ہر فرد کو ہر اس ہستی سے دشمنی۔ نفرت اور ذکرِ خیر سے چڑھے جس  
 کے متعلق دنیا کی کسی بھی کتاب میں یہ لکھا جلائے کہ اس نے حضرت محمد رسول اللہ  
 کی زیارت کی اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ اور وہ جماعت نبی کو مؤمن  
 مسلمان جان کر اسلام علیکم کہتا تھا۔ اگر میں حلفیہ کہنا چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ  
 کفارِ قریش کو اصحابِ نبی سے کلمہ توحید و رسالت پڑھنے اور حمایتِ رسول کی وجہ سے  
 اتنی نفرت اور دشمنی نہیں تھی۔ نہ وہ ان کے عیوب کی جستجو اور پرچار میں رہتے تھے



جنتا کہ نیا کلمہ علی ولی اللہ والی امت کو اصحاب نبی سے بغض ہو گیا ہے اور وہ ہمہ دم ان کے عیوب کی جستجو اور پرچار میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ ان کے شر سے ہر مسلمان کو بچائے۔

حضرت خاتم النبیین والمعصومین کو معصوم نہ ماننے کا اہلسنت عصمت انبیاء علیہم السلام پر الزام لگانا دروغ بے فروغ ہے۔ قائل کا ضمیر خود اسے

لعنت کرتا ہوگا۔ بحمد اللہ تمام اہل سنت از صحابہ کرامؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ، ائمہ مجتہدینؒ تا ہنوز کے۔ دیوبندی، بریلوی، غیر متقلدین علماء و کرام جنہوں کی عصمت اور گناہوں سے پاکدامنی پر متفق ہیں کسی معتزلی، نیم رافضی یا غیر متحقق کا قول مختلف مذاہب و اقوال پر مشتمل کتب کلامیہ میں اگر مل جائے تو وہ اس کی شخصی رائے اور مردود ہے۔ اہل سنت کا مسلک اور اس کی نمائندگی ہرگز نہیں ہے۔ عصمت انبیاء پر شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ وانبیاء ہم معصوم انداز صغائر و کبائر۔ (مالا بد منہ ص ۱۱) تمام انبیاء تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔

۲۔ والانبیاء معصومون من الکفر و نعمد لکبائر و الاصل ارفع علیہا یعصمہم اللہ تعالیٰ بوجوہ ثلاثہ (حسن عقیدہ از شاہ ولی اللہ دہلوی) اور انبیاء کرامؓ کفر سے، عہد اکبرہ گناہوں کے ارتکاب سے اور ان پر اصرار سے معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ ان کو تین وجوہ کی بنا پر گناہوں سے بچاتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی عہد کی (مرحوم) قید غالباً حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں قبطی کے قتل ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ کہ بظاہر وہ گناہ کبیرہ تھا مگر عہد انہیں ہوا۔ ۳۔ علامہ ابن تیمیہؒ حلی رافضی کے اسی اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں۔

یہ (انبیاء کے معصوم نہ ہونے کا دعویٰ) مسلک جمہور پر عظیم افتراء ہے۔ خواجہ کے سوا مسلمانوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بخداوندی احکام کے پہنچانے میں معصوم تھے۔ اور ان کی اطاعت واجب ہے۔ جمہور کے نزدیک انبیاء سے صغائر کا حد و ممکن ہے (مگر وقوع نہیں) تاہم وہ صغائر پر قائم نہیں رہتے۔

(المنتقى من المناجیح ص ۲۲۸)

۴۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تفسیر معارف القرآن سورۃ فتح کی آیت لِيُغْفِرَ لَكَ  
اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کے تحت لکھتے ہیں۔

”ان میں پہلی چیز تمام اگلے کچھلی لغزشوں اور خطاؤں کی معافی ہے۔ سورۃ محمد  
میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں ان کی طرف  
قرآن میں جہاں کہیں ذنب یا عصیان وغیرہ کے الفاظ منسوب کیے گئے وہ ان کے مقام  
عالی کی مناسبت سے ایسے کاموں کے لیے استعمال کیے گئے جو خلاف اولیٰ تھے۔ مگر  
نبوت کے بلند مقام کے اعتبار سے غیر افضل پر عمل کرنا بھی ایسی لغزش ہے جس کو  
قرآن کریم نے بطور تہدید کے ذنب و گناہ سے تعبیر کیا ہے۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۶۶)  
۵۔ میرے کلاس فیلو مولانا عبد الغفور اسلام آبادی تحفۃ الاحباء فی عصمتہ الانبیاء  
- ایک مستقل تالیف - میں فرماتے ہیں۔

”عند اصغائر سے عصمت اس بارے میں بھی علماء محققین اور اکثر اہل السنۃ  
والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس قسم کے گناہوں سے بھی معصوم ہیں جیسا  
نظم الفرائد - شرح فقہ اکبر، مسامرہ، مسایرہ اور تحفۃ الاخلاء میں تصریح ہے۔“

۶۔ مولانا عبد العلی مدرسی بحر العلوم ج ۲ ص ۳۸۹ میں لکھتے ہیں۔

”حنفیہ نے غیر خسیس اصغائر کا صدور بھی انبیاء سے منع لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں  
یہی حق ہے۔ کیونکہ صغیرہ کبیرہ ان کے حق میں برابر ہے۔ لہذا اس کا صدور ان سے  
صحیح نہیں۔ فافہم فہو الحق۔“

علامہ تفتازانی سے شرح مقاصد میں نقل مذہب میں سہو ہوا ہے کہ عند اصغیرہ کے  
جواز کی نسبت کر دی۔ شرح عقائد میں سہو اصغائر کو اتفاقاً بتایا تو شارح ہر اس نے  
گرفت فرمائی کہ بعض مشائخ سہو اصغائر کے قائل نہیں تو اتفاق کا دعویٰ محل نظر ہے۔

(ہر اس ص ۴۵۳)

الغرض عصمت انبیاء کرام میں اہل سنت متفق ہیں۔ البتہ کئی آیات کریمہ اور  
تاریخ و سیرت کے بعض واقعات کے پیش نظر انبیاء کرام علیہم السلام کے سہو کے قائل



ہیں جس کے موجودہ دور کے شیعہ منکر ہیں۔ پھر اسے نفی عصمت کا الزام بنا کر اچھالتے ہیں مگر شیعہ حضرات کے متقدمین اور اکابر علماء سہو انبیاء کے متفقہ قائل تھے۔  
جوں جوں صحابہ کرام سے بغض و عناد اور قصوص کا انکار بڑھتا گیا تو سہو انبیاء کا بھی انکار کر دیا۔

جہاں معتزلی کے شیعہ پر اس الزام۔ کہ شیعہ انبیاء سے سہو و نسیان کے قائل نہیں۔  
— کے جواب میں سید الطائفہ علامہ طوسی و طبرسی لکھتے ہیں۔

”یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ہم (شیعہ) کہتے ہیں کہ انبیاء پر سہو و نسیان منجانب اللہ تبلیغ احکام میں درست نہیں (یہی اہل سنت کا مذہب ہے) اس کے علاوہ امور میں ان کا بھولنا اور سہو کرنا جائز ہے تا وقتیکہ کمال عقل میں خلل لازم نہ آئے اور کس طرح سہو و نسیان ان پر جائز نہ ہو حالانکہ وہ سوتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں۔ ان کو غشتی بھی آجاتی ہے۔ نیند بھی ایک سہو ہے اور وہ بہت سے اپنے تصرفات اور زمانہ کی آپ بیتی بھی بھول جاتے ہیں۔ (تفسیر التبیان پ ۱۷۴) (مجمع البیان)

**شیعہ کے ہاں عصمت انبیاء مشکوک ہے** | بظاہر شیعہ دعویٰ عصمت انبیاء بڑے طمطراق سے اچھالتے ہیں اور کئی ناواقف سنی مؤلفین ان کو اس مسئلہ میں متفق اور اقدم جانتے ہیں۔ مگر شیعہ نے انبیاء کے کردار پر اظہار پر وہ وہ الزامات لگائے ہیں کہ تو یہ یہی بھلی۔ ان سے ان کی نبوت ہی ختم ہو جاتی ہے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اصول الکفر ثلاثۃ۔ الحرص  
ولا متکبار وادحسد۔ فاما الحرص  
فان ادم عبیه لسلام جین نہی عن  
التبرجۃ حمله الحرص علی ان کل منها  
واما الاستکبار ف بلیس حبث مر  
بالسجود فابی ذفر من صدق انہ صول فی ۲۸۹

کفر کے ستون تین ہیں۔ حرص و لالچ، تکبر  
اور حسد۔ لالچ تو آدم علیہ السلام نے کیا  
جب وہ درخت کھانے سے روکے گئے  
تو حرص نے ان کو کھانے پر آمادہ کیا،  
حالانکہ اہل سنت کے نزدیک وہ بھول  
کہہ کھا بیٹھے، تکبر تو ابلیس نے کیا کہ جب

اسے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو انکار کر دیا۔

جب حرص کو اصول کفر سے مانا اور حضرت آدمؑ میں مان کر ابلیس کے برابر ذکر کر دیا گیا عصمت باقی رہی ہے۔

۲۔ دوسرے کفر حسد کا بھی حضرت آدمؑ پر الزام ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ جنت میں ستارہ دیکھا۔ پانچ نور اس میں چمکتے تھے۔ حضرت آدمؑ کے سوال پر جب آپؑ کو بتایا گیا کہ یہ پنج تن کا نور ہے تو ان کو حسد پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اسی پاداش میں ان کو جنت سے نکالا گیا۔ (تقی الیقین)

۳۔ حضرت یوسفؑ علیہ السلام کا قصہ۔ چند مختصر سندوں کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جب حضرت یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ علیہ السلام کے استقبال میں آکر ایک دوسرے سے ملاقات فرمائی حضرت یعقوبؑ تو (اتر کر) پیدل چلنے لگے اور یوسفؑ کو بادشاہی کا عجب اترنے سے مانع ہو گیا۔ ابھی معاملہ سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ حضرت جبریلؑ وحی لے کر آگئے اور رب الارباب کی جانب سے غصے کا خطاب کیا۔ کہ اے یوسفؑ! خدا فرماتا ہے میرے بندہ صدیق کے استقبال میں اترنے سے تجھے بادشاہی نے روک دیا۔ ہاتھ کھولو۔ جب آپؑ نے ہاتھ کھولا تو پھیلی سے یاہر وایت انگلیوں سے ایک نور نکل گیا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا اے جبریلؑ! یہ نور کیا تھا؟ اس نے کہا۔ یہ پیغمبری کا نور تھا۔ اب تیری نسل سے کوئی پیغمبر نہ ہوگا اس سزا میں جو تو نے حضرت یعقوبؑ کے ساتھ کیا کہ ان کے لیے پیدل نہ چلے (حیات القلوب ج ۱ ص ۲۴۱ ترجمہ مقبول ص ۹۱)۔

۴۔ ڈر کے مارے تبلیغ چھوڑ کر چلے جانے کا حضورؐ پر الزام۔

رسول خدا از ترس قوم خود بختار  
خدا کے رسولؐ اپنی قوم سے ڈر کے مارے  
رفت در وقتیکہ ایشان را بسوئے دعوت  
غار میں چلے گئے جب وہ ان کو دعوت توحید  
میکرد و ایشان ارادہ قتل کردند۔  
دیتے تھے۔ اور انہوں نے آپؐ کے قتل  
(حیات القلوب و جلاء العیون ص ۲۵۹)  
کا ارادہ کیا۔

حالانکہ یہ ہجرت اور غار میں جانا محض اللہ کے حکم سے تھا۔ ورنہ پہلے ۳۱ سال تک



کفار مار مار کر لہو لہاں کرتے تھے آپ کیوں نہ ڈر کر بھاگے ؟  
 مولوی دلدار علی نے عہد اسلام میں لکھا ہے کہ ولایت علی کی تبلیغ بھی حضورؐ نے  
 گول مول الفاظ میں اس وقت کی جب اللہ نے آیت بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ آتَاہِی۔ رسول اللہؐ نے  
 بہت سی آیات قرآنیہ ڈر کے مارے چھپا دیں۔ جن کا آج تک کسی کو علم نہیں ہوا۔ (معاذ اللہ)  
 ۵۔ حضورؐ کی حسن نیت پر بدتمیزین الزام۔

وغرض حضرت فرستادن ایسے  
 لشکر اسامہؓ آں بود کہ مدینہ از اہل فتنہ  
 و منافقان خالی شود و کے با حضرت  
 امیر المؤمنین منازعت نکند۔  
 لشکر اسامہ کے بھیجنے سے حضرت رسولؐ کی  
 غرض یہ تھی کہ مدینہ اہل فتنہ اور منافقان  
 سے خالی ہو جائے۔ اور کوئی حضرت امیر  
 کے ساتھ دعویٰ خلافت میں جھگڑا نہ  
 کرے۔

(جہاد العیون ص ۳۳)

غور کیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت اسامہ بن زیدؓ کو غزوہ موتہ میں ان کے  
 والد ماجد حضرت زیدؓ کی شہادت کے دینی انتقام اور جہاد سے امیر لشکر بنا کر باصرہ  
 تک لے گئے۔ لوگوں کو جہاد کی ترغیب پہنچاتے ہیں۔ مگر شیعہ حضرات اسے صرف اپنی ذاتی غرض  
 اور چپازاد بھائی کی خلافت کا میاب بنانے کے لیے ایک چال قرار دیتے ہیں مگر وہ بھی  
 ناکام ہو جاتی ہے اور ابو بکرؓ خلیفہ ہو جاتے ہیں۔ استغفر اللہ۔

کیا اس سے بڑا حملہ بھی آپؐ پر ہو سکتا ہے ؟ یہ تو وہی بات ہوئی بارش سے بھاگ  
 پہ نالے کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

راقم اپنے ذوق مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ چونکہ شیعہ حضرات نبوت محمدیؐ  
 اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض و ہدایت اور نور ایمان پھیلنے کے بالکل قائل نہیں جن چار  
 پانچ حضرات کو صحابی یا مومن مانتے ہیں وہ بھی محض حضرت علیؓ کی تبلیغ اور واسطے سے  
 جیسے یہ حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے۔ اس خفت کو مٹانے کے لیے مسند عصمت کے  
 ذریعے حضورؐ سے اپنا تعلق جتاتے ہیں کبھی آغاز یہ پیش پر نبی ہونا مشہور کرتے ہیں کبھی  
 آپؐ کے آباء اجداد کے ایمان کا قصہ جھپٹتے ہیں۔ تاکہ عوام ان کو نبی کریمؐ کا احترام نہ ہو۔

سمجھیں۔ مگر یہ درحقیقت کاغذ کے خوشنما پھول ہیں۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اسولوں سے

کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

سوال ۳۳۔ آپ کے نزدیک خلافت  
سنی و شیعہ کی خلافت امامت میں فرق

امامت خدائی منصب نہیں ہے۔ بلکہ

امت کے اختیار میں ہے۔ اسی لیے عقیدہ امامت آپ کے عقائد اسلام میں داخل

نہیں ہے۔ جب خلافت کا آپ کے ہاں مذہبی مقام ہی نہیں ہے بلکہ یہ دین سے

انگ امر ہے تو پھر اس اختلاف کے باعث شیعوں سے مذہبی مباحثے کیوں جاری رہتے

ہیں۔ سیاسی اختلاف سیاسیات تک محدود کیوں نہیں رکھتے؟

جواب۔ سوال کی تقریر بالکل غلط کی ہے۔ تاہم اس تقریر پر یہ سمجھتے ہیں کہ

امامت کو جرح و عقیدہ بنانا اور توحید و رسالت کی طرح اسے مخصوص بتانا جب جرح و

دین نہ ہو تو بدعت ثابت ہوا اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس کا ازالہ علماء دین ہی کا فریضہ

ہے۔ اصول کافی میں باب البدع والرأی والمتالیس ص ۳۱ پر موجود ہے۔ اور اس میں

یہ حدیث مصطفیٰؐ بھی موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب بدعتیں ظاہر ہو جائیں تو عالم کو اپنا

علم ظاہر کرنا چاہیے اور جو ایسا نہ کرے

وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔

قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم اذا ظهرت البدع فليظهر

عالمه من لم يفعل فعليه

لعنة الله۔

اس سے زیادہ بدعت کا ظہور کیا ہوگا۔ کہ منصب رسالت کو ختم کرنے کے لیے

عقیدہ امامت ایجاد کیا۔ ائمہ کو حلال و حرام کا مختار بنا دیا۔ انہل نے شریعت

مصطفویٰ منسوخ کر کے۔ نیا قرآن۔ نئی احادیث۔ نئی فقہ اور نئی امت ”ملت جعفر“

پیدا کر دی۔ وہ اپنی اس امت کے ذریعے نبی کریم کی پاک پیروی کا لیاں دے رہے ہیں

سب تلامذہ نبوت کو خراج ادا ایمان بتا رہے ہیں۔ نبی کی بیٹیوں کی نفی نسب کی



فحش گالیاں دے رہے ہیں۔ نماز روزہ وغیرہ شعاثر اسلام کا تو بڑا ۹ ان کے عوام مذاق اڑا رہے ہیں۔ مگر محرم کی بدعات اور اکل و شرب کی رسومات کو اصل دین سمجھ رہے ہیں۔ اب ان کی سر توڑ کوشش یہ ہے کہ قرآن و سنت نافذ نہ ہو، فقہ جعفری نافذ ہو۔ ہاتھ کے بجائے چور کی صرف انگلیاں کٹیں۔ متعہ شریف چالو ہو جائے تاکہ حد نہ ناکا قرآنی تصور دماغ سے بھی اڑ جائے۔ اس عالم میں۔ فرمان نبوی کے مطابق ہم اور ہر غیرت مند سنی مسلمان مباہلہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ہمیں شیعہ کی طرح ملعون نہ بن جائیں۔

سیاسی اختلاف کی بھی خوب کہی۔ اس پر آپ کو خود عمل کرنا چاہیے۔ جب آپ کے امام اقل سیاسی حاکم نہ بن سکے۔ حضرت ابوبکرؓ فائز ہوئے تو آپ کو صدمہ تو اسی کا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ، عمر و عثمانؓ نے علم و تقویٰ — جسے آپ آج معیارِ امامت بتاتے ہیں — تو حضرت علیؓ سے نہیں چھین لیا تھا۔ خلفائے ثلاثہ نے اپنا سیاسی دور پورا کر لیا۔ حضرت علیؓ بھی دورِ سیاست پورا کر کے جنت چلے گئے۔ اب آپ اس خود ساختہ سیاسی جھگڑے کو ایک منصوص امامت کا رنگ دے کر ملتِ اسلامیہ سے کیوں برسرِ پیکار ہیں؟ خلافت بلا فصل — اور علیؓ حکومت کے زیادہ حق دار تھے — جیسے جھگڑوں کو ختم کیوں نہیں کرتے؟ آپ بقائمى ہوش و حواس اس ترقی یافتہ دور میں اپنی حرکت اور اختدائی مٹا کر اپنی کوئی سندِ جواز پیش کر سکتے ہیں۔ یا دنیا کو قابل کر سکتے ہیں؟ میرے شیعہ بھائی صرف اسی نکتہ پر غور کریں تو ان کو ہدایت نصیب ہو جائے اور وہ ملتِ مسلمہ سے دوبارہ مل جائیں۔

امامت و خلافت کو ہم خدائی منصب بایں معنی نہیں کہتے کہ نبی کی طرح امام کا ذکر اس امت کی الہامی خدائی کتاب میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ شرک فی الرسالت ہو جائے گا۔ اسی طرح تحريم و تحلیل عصمت۔ فرضیت اطاعت جیسے حقوقِ نبوت بھی ہم ان میں نہیں مانتے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جیسے امت کے رسول کا بار بار نام لے کر اللہ نے ذکر فرمایا۔ نبی کی طرح اس کے مقررہ اماموں اور خلیفوں کا بھی قرآن

نام بنام ذکر کرتا۔ تاکہ نہ اختلاف ہو تا نہ امت گمراہ ہوتی۔

اب امامت کو رسالت کے مساوی اور ہم پلہ نہ ماننے کی وجہ سے یہ کہاں سے لازم آیا کہ وہ دین سے الگ امر ہے یا عقائد اسلام میں شامل نہیں۔ بلاشبہ خلافت ہمارا جزو ایمان ہے۔ لیکن توحید و رسالت و قیامت کی طرح اصولی نہیں۔ اور معتدل شیعہ حضرات بھی امامت کو مرہ اصولی مذکورہ عقائد کے بعد درجہ دیتے ہیں۔  
(ملاحظہ ہو رسالہ توضیح المسائل کا دیباچہ)

ہمارے یہاں خلفاء راشدین کی امامت اس لحاظ سے اصولی اور قطعی ہے۔ اور اس کا راسا منکر کافر ہی ہو گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سورت نور۔ سورت نحل۔ سورت فتح سورت حج اور سورت توبہ وغیرہ میں بطور پیشینگوئی فرمایا ہے۔ تہج البلاغہ میں حضرت علیؑ نے اس پر مہر شہادت ثبت فرمائی ہے۔ سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کے شان نزول میں۔ طبری۔ قمی وغیرہ شیعہ مفسرین نے شیخین کی خلافت کی بشارت ذکر فرمائی ہے۔ غلبہ اسلام کے جتنے دے بھی اللہ نے فرمائے وہ تمام خلفاء راشدین اور عمدہ صحابہ کرام ہی میں پورے ہوئے۔ شیعہ حضرات بھی یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ وہ سب پیشینگوئی سے خلفاء ثلاثہ بھی کے عمدہ حکومت میں پوری ہوئیں اور شیعی نقطہ نظر سے ایک پیشینگوئی بھی حضرت علیؑ اور بقیہ ائمہ کے عمدہ میں پوری نہیں ہوئی۔ وہ خود اس کا اعتراف کبھی یوں کرتے ہیں کہ یہ سارے مواعید اور پیشینگوئیاں حضرت ہمدی صاحب العصر کے ہاتھ پر پوری ہوں گی۔ چنانچہ ان کی تفاسیر میں متعلقہ خلافت کی آیات کو ہر عالم دیکھ کر ہمارے تصدیق پر مجبور ہو گا۔ مجاہد جس امام کا وجود ہی مشکوک۔ مختلف ذیاد قابل فہم ہو ہزاروں برس گزر رہے ہیں اور خمینی جیسے فضلاء لاکھوں مسلمانوں کو قتل کرانے کرنے کے بعد شاہی تختِ رضائی پر براجمان ہیں۔ اللہ نے کوئی وعدہ بھی ابھی تک پورا نہیں کیا۔ نہ معلوم خدا کو کیا خوف ہے؟۔ چونکہ ہم تحفہ امامیہ میں مفصل اور تحفہ الانبیاء میں محمل اس ہم مسئلہ پر بحث کر چکے ہیں۔ صرف ان اشارات پر اکتفا کر کے قارئین سے معذرت چاہتے ہیں۔



سوال ۳۴۔ اگر خلافت و امامت دینی مسئلہ ہے تو از روئے قرآن خدا کی سنت تبدیل نہیں ہوتی۔ لہذا آدم سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی رسول کا نام بتائیے جس کا خلیفہ بلا فصل اس کا صحابی ہوا ہو اور نبی کے اہل بیت کو خردم کر دیا گیا ہو۔

جواب۔ اس کا جواب بھی مذکورہ دور سالوں میں سوال ۳۳ کے تحت دے دیا گیا ہے۔ یہاں اتنا کہ دینا کافی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خلف دان کے زائر متعلم صحابی ہوتے تھے۔ پھر نبوت سے سرفراز ہو کر جانشین سمجھے جاتے تھے۔ خواہ وہ اولاد میں سے ہوں یا غیر ہوں۔ یہ کوئی ضروری توفیق کہ وہ چچا زاد بھائی یا داماد ہو تب خلیفہ ہو۔ جیسے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کہ حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور جانشین بنے آپ کے خادم و صحابی تھے۔ بیٹے اور بھائی نہ تھے۔ بنی تھے اس لیے مخصوص ہونا لازمی تھا۔ ان کے عہد میں مخالفہ سے زبردست جنگیں ہوئیں اور کامیاب ہو کر بنی اسرائیل نے اپنا آبائی وطن حاصل کیا۔ اگر کبھی خلیفہ غیر نبی ہوتا تو شورشی و انتخاب سے حاکم بنتا تھا تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۶۸ پر ہے۔

کہ حضرت یوشع بن نون کی وفات کے بعد۔۔۔ بنی اسرائیل کا معاملہ شورشی پر چلتا تھا۔ وہ حکومت کے لیے عام لوگوں سے جس کو چاہتے منتخب کرتے۔ اور جنگ کے لیے اسی طرح آگے کرتے۔ معہذا ان کو معزول کرنے کا بھی اختیار تھا۔ اور کبھی ان کا حاکم پیغمبر بنتا جو وحی سے انتقام کرتا۔ وہ تین سو سال تک اسی طرح رہے لہذا آنکہ حضرت سلیمان کا زمانہ آگیا)

سوال ۳۵۔ اگر ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار بادلوں کا قائم مقام صحابی غیر اہل نہ ہوا تو پھر حضور کے لیے خدا کی سنت میں تبدیلی کیوں آگئی اور اگر آئی تو کس آیت یا حدیث قدسی کے تحت۔ مکمل نشاندہی فرمادیجیے۔

جواب۔ اس کا بھی واضح ہو گیا کہ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی کسی پیغمبر کا خلیفہ اللہ نے نبی بنا یا تو مخصوص کر دیا خواہ اور میں سے نہ تھا یا نہ۔ اور اگر نبی

تھا تو نبی کی امت یا اصحاب نبی کے دلوں میں اس کی عظمت ڈال دی۔ انہوں نے اس کے باقیہ پر بیعت کر کے خلیفہ ظاہر کر دیا اور پھر نبی کا مشن فتوحات و تبلیغ برابر جاری رہی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء بھی یکے بعد دیگرے خلفاء بنی اسرائیل کی طرح انصاف و محبت سے بنتے رہے اور کارِ نبوت تبلیغ اور توسیع حکومت جاری رہا۔ ہاں شیعہ عقائد پر سنت تبدیل گئی۔ نبی کا خلیفہ نااہل اشقی ص بن گئے۔ خدا کے بنائے ہوئے امام تقیہ کے نہاں خدا میں مستور ہو گئے۔ امت گمراہ ہو گئی مسائل و احکام بدل گئے۔ مشد مردوں کے تخت ناجائز عورتیں تھیں ظلم سے فیصلے ہوئے۔ ارض خیمہ کو تقسیم نہ کیا گیا۔ عطیات لوگوں کو دیئے گئے۔ دارِ جحفہ کو منہدم کر کے مسجد نبوی میں شاہل کیا گیا۔ مسیح علیٰ الخنفین جائز کیا گیا۔ لوگوں کو قرآن کے حکم پر نہ چڑایا گیا۔ فارس اور دیگر اقوام کی باندیاں مسلمانوں کے ماتحت رہیں۔ یحنا علی ثانی نے سول خدا کے عہد کو توڑا۔ آپ کی سنت کو بدل دیا۔ عہد خد ف در زمی کی مگر خلیفہ علیؑ اپنے لشکر اور مقتدین کے گھٹ جانے کے خوف سے کوئی عہد ہی قدم نہ اٹھایا۔ روضہ کافی ص ۲۹۔ کیا ایسے خلیفہ کی مثال کسی اور امت میں بھی مل سکتی ہے؟

اصولاً سائل کو چاہیے کہ وہ کسی پیغمبر کے غیر نبی خلیفہ کی خدمت مخصوص نص قطعی قرآن پاک سے بتائے تاکہ اس کا دعویٰ ثابت ہو۔ مجر د ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و کھاندہ لکھ کر رعب ڈالنا کہ ان کی دانش منہ می ہے۔ بالقرن اگر ایسا بطور اصول کہیں ثابت ہو جاتا تو ہم جواب میں کہتے کہ چونکہ پہلے نبوت جاری تھی محمد و وقت اور محدود مقام کے لیے غیر نبی خلیفہ کو معین کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ نزاع کا موقع ہی نہ رہے۔ مگر ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ خاتم النبیین اور نذیر للعالمین ناقیامت ہیں۔ زمانہ اور مقام غیر محدود ہے۔ ناقیامت تمام خلفاء و حکام کا نام بنام ذکر کرنا بھی غیر فطری تھا اور اس امت میں ہمہ گیر فتوحات اور وسعت ارضی کی بنا پر تعدد خلفاء اور حکام کا ہونا بھی ممکن تھا۔ لہذا سنت اللہ یہ ہو گئی کہ پیغمبر کے بعد ایک جماعت تو علیٰ منہاج النبوة خدمت و حکمرانی کرے اور نبوت کی جاری کردہ اسکیمیں اور مقاصد پانچ تکمیل تک پہنچیں۔



پھر جب مسلمان کرۂ ارضی کے ہر کونے میں پھیل جائیں اور کنٹرول ایک حکومت سے باہر نہ جائے تو شرعی قاعدے کے مطابق - علاقائی اور جغرافیائی حدود یا سیاسی نشیب و فراز کی بنا پر متعدد خلفاء و حکام بھی بن جائیں تو درست ہے - مگر سب کو شریعت جاری کرنا اور عدل قائم کرنا لازمی ہو گا۔ اب ۴۰۰ سال تک تاریخ اسلام نے سنت اللہ بھی دیکھی۔ اگر محض اس کو سابقہ سنت اللہ سے مختلف سمجھا ہے۔ تو اسے ختم نبوت اور اسلام کی ہمہ گیری کا نتیجہ سمجھے۔ اور اگر وہ مطمئن نہیں تو خود بتائے کہ خدا نے سنت کیوں بدلی۔ اور وَلَنْ نَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ارشاد قرآنی کیوں محاذ اللہ غلط ہوا۔ منصوص ائمہ کیوں تقیہ میں رہ کر حکام کے ہاتھوں پر سبوت کرتے رہے اور آخری صاحب ۱۲۰۰ سال سے نامعلوم کب تک غار میں غائب رہیں گے۔ کیا خلیفہ کا غار میں چھپنا اور دین کی تبدیلی دیکھ کر تقیہ کرتے رہنے کی مثال بطور سنت اللہ بھی ایک رکھ چوہیں ہزار میں سے کسی نبی کے خلیفہ کی مل سکتی ہے؟ نما ہو جو ابکم فہو جو ابنا۔

سوال ۳۴۔ نعرۃ تکبیر اللہ اکبر، نعرۃ رسالت  
یا رسول اللہ، نعرۃ حیدری یا علیؑ صدیقیوں سے

مسلمانوں کے نعروں کی حقیقت

راٹج ہیں۔ حال ہی میں آپ نے ایک نعرہ وضع کیا ہے۔ نعرۃ خلافت حق چار یار۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت پر چار حضرات ہی کا حق تھا۔ حالانکہ بلا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں نیز بدین معاویہؓ کو بھی رسول کا چھٹا خلیفہ مانتے ہیں۔ خلافت کے باقی خلیفہ کیا ہوئے؟ کیا حضورؐ نے نہیں فرمایا تھا کہ میرے بارہ خلفاء ہوں گے۔ ان کے نام بتائیے۔

جواب۔ نعرۃ تکبیر اللہ اکبر تو درست نعرہ ہے۔ حدیث و سیرت کے بے شمار واقعات سے ثابت ہے۔ باقی دو نعرے بہت بعد کی ایجاد ہیں بسنی اصطلاح۔ عہد صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین میں اور شیعہ کے عہد ائمہ میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا نہ شیعہ حضرات اپنی کتب اربعہ یا کسی مستند سیرت و تاریخ سے دکیا سکتے ہیں۔ بلکہ ان کا لہجہ بھی صرف نعرۃ تکبیر کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ مثلاً قاضی نواز اللہ شوستری نے

جاس المؤمنین بہ ۴۲۸ ہر ایک فاتح کی تعریف میں اشعار رکھے ہیں۔

تتبع ادب جائے صلیب و قلب سا      در ملک ہند مسجد و محراب و منبر است  
 آجا کہ خود لغو فریاد مشد کاں      اکنوں خرد زش و لغو نہ کہار نہ  
 کہ ہند میں اس کی تلوار سے گرتے اور      اسے بدل کر مسجد و محراب اور منبر میں  
 گئے جہاں منبر کوس کے (عبداللہ کو پکار کے) لغوے تھے اب وہاں اللہ اکبر کے لغوے  
 کی گونج ہے۔

معلوم ہوا کہ اس فاتح مسند نے امام بارہ اور عزرا خانہ نہیں بنایا نہ مشد کا خود  
 یا علی مدد کو رواج دیا۔ یہ بہت بعد کی شیعہ کی من گھڑت ایجاد ہے۔ اور پھر  
 یہ ایجاد کرنے والوں کے پیش نظر امت میں افتراق اور ٹکڑ پھٹا کر ناقدانہ اور  
 ہی نے رفتہ رفتہ سنیوں میں یہ رواج چلا دیا۔ ورنہ صفائی کا جو اسے بہت خیر ہے۔  
 یعنی اللہ کی بڑائی بیان کر دینا اب ہے۔ اللہ اکبر اللہ صلیب بڑے ہیں۔ بات معقول اور  
 مکمل ہے۔ اب لغو رسالت کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت رسول کی رسالت کا اعتراف  
 کرو۔ تو ساتھ ساتھ مطابق جواب یہ ہونا چاہیے۔ محمد رسول اللہ۔ محمد اللہ کے رسول  
 ہیں۔ یہ معقول، مفید، مکمل اور نواب بخش جملہ ہے۔ کوئی مسلمان اس سے اعراض  
 نہیں کر سکتا۔ مگر اس کے جاہل موجد نے من گھڑت عقیدہ حاشہ ناظر کو رواج دینے  
 کے لیے جواب یا رسول اللہ تراشا۔ یعنی اسے اللہ کے رسول۔ اب یہ اصل کے معنی  
 نہ ہوا۔ پھر یہ جملہ نہ اچھے انشائیہ ہے۔ جواب نہ انہیں ہے تو بات ادھوری اور کوتاہ  
 بے ادبی پر مشتمل ہو گئی۔ آپ کسی کو بلائیں کہ اسے فلاں! وہ جب متوجہ ہو تو آپ  
 خاموش ہو جائیں وہ آپ کی حماقت پر آپ کو تھپڑ لگائے گا کہ بے قوت جب کہنا کچھ  
 نہیں چاہتا تو بلا نا کیوں ہے؟

یہی حال لغو جد رمی کا ہے۔ کہ یا علی کہہ کر خاموش ہے تو ادھوری اور  
 پر حماقت بات ہے۔ اور اگر یہ وغیرہ کا لفظ بڑھا کر بات مکمل کرنا ہے تو یا ک  
 نغیر و رت ک مستعین کی کھلی خداف و رزی ہے۔ کیونکہ مسلمان صرف



اللہ ہی سے مدد مانگتا ہے۔

**حق چار یار کا ثبوت** | اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی آیات اور پیشینگوئیوں میں جو خلافت منصوص مذکور ہے، وہ علی منہاج النبوة چاروں خلفاء پر پوری ہوئی کیونکہ حدیث صحیح میں تیس سال کا ذکر آیا ہے۔ اور وہ حضرت علیؓ پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو اس لفظ سے جو اظہار حقیقت مقصود و مراد ہے وہ ادا ہو جاتی ہے۔ رہے بعد کے خلفاء تو جو کہ ان کی صفات آیت استخلاف وغیرہ میں نہیں پائی جاتیں اس لیے وہ اس طبقے سے کم درجہ میں ہوئے تو چار یار کہنا درست ہوا۔ کہ چاروں حضرات سابقون الاولین۔ مہاجرین اور ہجرت موقوعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص الخاص مددگار تھے۔ باقی لفظ حق آپ بطور لقب سمجھیں۔ بطور احترام و خصوصیت نہ جانیں۔ جیسے حضرت جعفر صادقؑ ہیں مگر باقی آئمہ کا ذب تو نہیں۔ یا حضرت علیؓ مر تفتی ہیں۔ مگر باقی آئمہ خدا کے مغفوف تو نہیں۔ اسی طرح باقی خلفاء حق ہیں۔ مگر چار یار ان میں سے کم درجہ ہیں۔ اس لیے ان کا لغزہ لگا دیا جاتا ہے کہ دل میں عظمت و محبت پیدا ہو اور ان کا کارنامہ خلافت شہرہ آفاق ہو۔

رہا زید وغیرہ کا ذکر۔ اس پر مکمل بحث تحفۃ الاخیار و تحفۃ امامیہ میں کر دی گئی ہے۔ یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ جمہور رضی دے کے نہ دیک بنا پر شہرت اعمال ذمہ زید چھٹا خلیفہ نہیں ہے۔ اس کے بجائے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہیں جو دس سال حجاز کے خلیفہ و حاکم رہے۔ آج کل جو لوگ زید کو خلیفہ کہتے ہیں۔ وہ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی منقبض و برائی کریں تو صریح گمراہی پر ہیں۔ اور اگر حضرت حسینؓ و اہل بیتؑ کا کما حقہ احترام رکھتے ہوئے اس بنا پر خلیفہ کہیں کہ امت کے کئی افراد اور بعض صحابہ کرامؓ نے بیعت کر لی تھی اور وہ رطب و یابس تاریخ میں مذکور اعمال شیعہ کی نفی بھی کرتے ہیں۔ اعتقاد افاستق جان کر اسے خلیفہ نہیں بتاتے تو وہ ان کا مخصوص مسئلہ ہے جس پر یہاں بحث کا موقعہ نہیں ہے۔ باقی

خلفاء کے نام یہ ہیں۔ عبد الملک۔ ولید۔ سلیمان۔ حضرت عمر بن عبد العزیز۔ یزید۔  
 بن عبد الملک۔ ہشام۔ (کذا فی تاریخ الخلفاء) حدیث نبوی کی پیشینگوئی کے مطابق  
 یہ امت کے مقتدر امیر بنے (امارت سے محروم اور تفتہ کر کے زندگی نہیں گزاری۔)  
 اور ان بارہ پر امت کا اتفاق ہوتا رہا۔ ان کے زیر حکومت غلبہ اسلام اور قرآن و  
 سنت کا نفاذ نافذ رہا۔ کسبی و شدید اصول شرع کے مطابق عدل کا قیام سب سے  
 بڑی عبادت ہے۔ گو چند خلفاء کا ذاتی کردار بے داغ نہیں۔ مگر مجموعی اسلامی خدمات  
 کے پیش نظر وہ حدیث میں مذکور ۱۲ امراء خلفاء کا مصداق ہیں۔

ان بارہ میں سے پہلے چھ تو صحابی ہیں۔ ان کی عدالت اور حسن شیر پر خدا کی لائق  
 شہادتیں کافی ہیں۔ بقیہ حضرات کے متعلق مختصر اقوال یہ ہیں۔

- ۱۔ ابن سعد مؤرخ کہتے ہیں کہ "عبد الملک بن مروان خلافت سے پہلے بھی عابد،  
 زاہد اور صالح مدینہ میں مشہور تھا۔ اس کو فقہاء مدینہ میں گنا جاتا تھا۔" (تاریخ الخلفاء) ۱۶۵
- ۲۔ ابن ابی علیہ کہتے ہیں۔ "اللہ ولید بن عبد الملک پر رحم فرمائے۔ ولید حبیب کو  
 ہوگا۔ ہندوستان اور اندلس کو فتح کیا۔ دمشق کی جامع مسجد بنائی مجھے چاندی سے ٹڑے  
 دیتا تھا۔ میں اسے بیت المقدس کے فقراء پر خرچ کرتا تھا۔" (تاریخ الخلفاء ص ۱۷)
- ۳۔ سلیمان بن عبد الملک ابو ایوب بنو امیہ کے بہترین بادشاہوں سے تھا۔  
 حضرت عمر بن عبد العزیز اس کے وزیر تھے۔ علامہ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ سلیمان نے  
 اپنی خلافت کا آغاز بہ وقت نماز پڑھنے کو زندہ کرنے سے کیا اور اختتام حضرت عمر بن  
 عبد العزیز کو خلیفہ بنانے سے کیا۔ گانے بجانے سے روکنا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۷)
- ۴۔ خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبد العزیز کو تعارف سے مستغنی ہیں۔ شیعہ بھی ان  
 کی عدالت کے مداح ہیں۔

۵۔ ہشام بن عبد الملک بڑا محتاط عقلمند خلیفہ تھا۔ بیت المال میں تب داخل  
 ہوتا کہ ہم قاسم گواہی دیتے کہ فلاں فلاں نے اپنا حق لے لیا۔ ہر فقراء کو حق دیتا تھا۔  
 نو زبیری کو بہت ناپسند کرتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹)



۶۔ یزید بن عبد الملک ابو خالہ اموی نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد خلافت کا چارج لیتے ہوئے یہ اعلان کیا۔ ”لوگو! عمر بن عبد العزیز کی سیرت پر چلو“ یہ بڑا فیاض تھا تاریخ الخلفاء ص ۱۸

سوال ۳۲۔ ہماری مائیں بہنیں کہتی ہیں کہ ہمارا اللہ، ہمارا رسول ہمارا مولیٰ علیؑ لیکن کوئی بھی عورت یہ نہ کہے گی۔ میرے حق چار یار۔ کیونکہ وہ گالی سمجھے گی۔ اور شرم محسوس کرے گی۔ بتائیے کہ یہ نعرہ مردوں کے لیے ہے۔ یا عورتوں کے لیے بھی؟

جواب۔ واہ! شیعہ مولف بھی خوب طنز و استہزاء میں نٹوں اور میراثیوں کو بھی مات کر گیا ہے۔ گویا بھنگ پینے والوں کے جمع میں کرتب دکھا رہا ہے۔ یار کا معنی لغت میں ناصر و مددگار ہے۔ کیونکہ یہ اصل میں فارسی لفظ یا ور سے ہے۔ اس کا مصدر یاوری کردن (مدد کرنا) آتا ہے۔ اور یہ اکہم فاعل کا صبیحہ بنا۔ صحابہ کرام کو انہی معنوں میں یا ان رسولؐ کہا جاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ قدیم الوفا اور مہربان مددگاروں کو چار یار کہا جاتا ہے اور ان کی نصرت و یاوری کے قصوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ بہر حال اس کا پنجابی عورتوں کی طر منسوب مفہوم لینا منترض کے خبت دماغ کی دلیل ہے۔ جیسے ٹی کا کالاکٹر ان کی کہتا ہے۔ ان کا مصناف البہ لفظاً یا ذہناً ہمیشہ رسولؐ پاکؐ کی ذات گرامی ہوتی ہے۔ اور جس کی نسبت آپؐ کی طرف سوجھ بوجھ اس کی خوش بختی کا کیا کہنا۔ شیعہ حضرات کو تو روزِ اول سے رسولؐ کے پیغام رسالت اور منصب ہادیت سے شدید دشمنی ہے۔ وہ کیسے آپؐ کی طرف اور آپؐ کے دوستوں یاروں کی طرف فحش طنزیں رکھیں۔ اب تو خود شیعہ چار یار کی اصطلاح (برائے حضرت علیؑ) مفقود، بوذر، سلمان رضی اللہ عنہم استعمال کر رہے ہیں۔ ہمارے سوال نے پھر بارہا نام پر رسالہ بھی لکھ دیا ہے۔ آپؐ کی مستورات خصوصاً نبائے متبعہ کی علمبردار ہونے پر چار یار کہتے وقت کیا تصور کرتی اور دلاتی ہوں گی؟ ذرا فرمائیے، مولیٰ کے کیا معنی ہیں۔ اگر مولیٰ کے معنی۔ دوست۔ پیارے۔ یار اور محبوب کے ہی عرفاً لیے جاتے ہیں۔ تو

شیعہ عورتیں میرے مولیٰ علیؑ کو کر کیا جذبات ابھارتی ہوں گی۔؟ تو جیسے نعرہ آپ کا ہوا  
اسی طرح ہمارا جائیں۔

چار بار ان نبیؐ خلقاء راشدینؐ کا احادیث میں ذکر تیسرے۔ الریاض النضرہ فی  
مناقب العشرہ الباب الرابع فیما جاء مختصا بالاربعة الخلفاء۔ سے چند احادیث پیش کی  
جاتی ہیں۔ گو شیعہ ان کو نہ مانیں۔ مگر اہل سنت کے نعرہ حق چارہ یار کا تو ثبوت ہیں۔  
حدیث ۱۔ مسند اہل بیت سے نقل کی گئی ہے۔

۱۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے انبیاء  
و مرسلین کے سوا سب جہانوں پر میرے صحابہ کو چین لیا۔ پھر میرے اصحاب میں ہم ساقیوں  
کو چین لیا۔ جو ابوبکر۔ عمر۔ عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ ان کو میرے سب اصحاب  
سے افضل اور بہتر بنایا اور یوں تو میرے ہر صحابی میں بہتری ہے۔ میری امت کو تمام  
امتنوں سے افضل چنا اور میری امت میں سے ہم طبقات (صحابہ، تابعین، تبع تابعین  
و رفقاء) کو چین لیا۔ اسے بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔  
۲۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

فرمایا۔

”اے علیؑ! مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکرؓ کو وزیر بناؤں اور عمرؓ کو  
مشیر بناؤں اور عثمانؓ کو سند بناؤں اور تجھے مددگار بناؤں۔ تم چار وہ بزرگ ہو کہ  
اللہ نے ام الكتاب میں تمہاری محبت کا عہد لیا ہے۔ تم سے صرف مومن محبت کرے  
گا اور تم سے صرف فاجر نفرت کرے گا۔ تم چاروں میری نبوت کے خلیفہ۔ ذمہ داری  
کی گہرہ۔ میری امت پر حجت ہو۔ آپس میں قطع رحمی نہ کرنا۔ ایک دوسرے کی مخالفت  
اور نافرمانی نہ کرنا۔ اسے ابن اسحاق نے کتاب الموافقة میں ذکر کیا ہے۔“

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
ان چار یاروں کی محبت صرف مومن کے دل میں جمع ہوگی۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی  
رضی اللہ عنہم،



۴۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ چار باروں سے محبت کریں گے۔ اور اللہ کے دشمن ان سے نفرت کریں گے۔

۵۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ابوبکرؓ میرے وزیر اور میری امت میں جانشین ہیں۔ عمرؓ میرے حبیب ہیں۔ میری زبان سے بولتے ہیں۔ عثمانؓ مجھ سے ہیں اور علیؓ میرے بھائی اور صاحب علم ہیں۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں۔ ابوبکرؓ اس کی بنیاد ہیں۔ عمرؓ اس کی دیواریں ہیں۔ عثمانؓ اس کی چھت ہیں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ تم ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ و علیؓ رضی اللہ عنہم کے متعلق بجز کلمہ خیر کے کچھ مت بولو۔ (فصل الخطاب بحوالہ مسند اہل بیت ج ۲)

۷۔ حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکرؓ میرے کان ہیں۔ عمرؓ میری آنکھیں ہیں اور عثمانؓ میرا ایک قسم کا دل ہے (شیخ کتب معانی الاختیار شیخ صدوق بحوالہ مسند اہل بیت ص ۲۹) نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ لوگو! تم پر حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ و علیؓ کی محبت اسی طرح فرض ہے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج فرض ہے جو ان میں سے کسی کے ساتھ نفرت رکھے اللہ اس کا کوئی روزہ، نماز، زکوٰۃ حج قبول نہ کریں گے۔ اسے قبر سے اٹھا کر جہنم میں پہنچا دیں گے۔ (نور الابصار بحوالہ مسند اہل بیت ج ۲ ص ۳۷)

۸۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ ابوبکرؓ پر رحمت برسائے۔ مجھے بیٹی بیاہ دی۔ مجھے دارالہجرت تک پہنچایا۔ غار میں میرے ساتھی رہے اور بلالؓ کو آزاد کیا۔ اللہ عمرؓ پر رحمت برسائے۔ حق بات کہتے ہیں اگرچہ کڑی ہو۔ وہ حق گوئی میں منفرد رہ جاتے ہیں کوئی ساتھ نہیں رہتا۔ اللہ عثمانؓ پر رحم کرے۔ فرشتے بھی ان سے جفا کرتے ہیں۔ اللہ علیؓ پر رحم کرے۔ اسے اللہ حق ان کے ساتھ کر دے۔ جہاں کہیں وہ جائے۔ (ترمذی، خلعی ابن سمان)

۹۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! اللہ

نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی محبت تم پر اسی طرح فرض کی ہے۔  
 جیسے نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج فرض کیے ہیں۔ جو ان کی افضلیت اور شان کا  
 انکار کرے اس کی نماز روزہ حج زکوٰۃ اللہ منظور نہیں کریں گے۔ (اخر جہ الملام  
 فی سیرتہ)

۱۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ ہر نبی  
 کا ایک ایک نظیر میری امت میں پایا جاتا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 کی نظیر ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ موسیٰ علیہ السلام کی نظیر ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ حضرت ہارون علیہ السلام کی  
 نظیر ہیں اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میری نظیر ہیں۔

۱۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب  
 سے پہلے قبر سے میں نکلوں گا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ، پھر عمر رضی اللہ عنہ، پھر عثمان رضی اللہ عنہ (بھی آپہنچیں  
 گے، پھر یقیناً لوں گے پاس آؤں گا۔ پھر اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔ وہ اٹھ کر  
 آئیں گے۔ پھر دیگر مخلوق اٹھے گی)

۱۲۔ امام جعفر صادقؑ اپنے والد محمد باقرؑ سے اور وہ اپنے دادا جان حضرت  
 علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو یہ  
 بتاؤں کہ عرش پر کیا لکھا ہے؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا عرش  
 پر یوں لکھا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ابوبکر صدیق، عمر فاروق عثمان

الشہید، علی رضی اللہ عنہ خراجہ البوسعدي في شرف النبوة،

فضائل کی روایتیں کچھ اتنی معیاری اور مستند نہیں ہوتیں، مگر علماء فضائل اعمال  
 اور فضائل اشخاص میں ایسی روایات کو قبول کرتے ہیں جو بالکل موضوع نہ ہوں بلکہ  
 ضعیف ہوں۔ اور ۱۲ پیش کردہ روایات چارہ یاروں کی محبت پیدا کرنے کے لیے  
 کافی ہیں۔

سوال ۳۸۔ احادیث میں ہے کہ حضرت علیؑ کے لیے تلوار جنت سے آئی۔



اور بی بی فاطمہؓ کے لیے فرشتے آکر چکی پیستے تھے حسن و حسینؑ کے لیے رضوانِ دہرزی بن کر آیا اور جوڑے دے گیا۔ آپ کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیں کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ وغیرہ کے لیے کبھی جنت سے ایک پیر کا موزہ ہی آیا ہو۔

جواب۔ سائل کی اس طفلانہ تعالیٰ اور سوال پر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ گویا بچوں کے درمیان شیرینی اور کھلونے بٹننے کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنی چیزوں کو عمدہ جتلا رہا ہے اور فخر کر رہا ہے۔ بھلا یہ احادیث کہاں کہاں ہیں۔ ان کا پایہ ثقاہت کیا ہے۔ راوی کون کون ہیں؟ اس کا مولف کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں ہے۔ پھر ان کے ذریعے مقابلہ کیسا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے حضرت علیؑ کی شاندار خون آشام تلوار وہی تھی جو ابو جہل کی تھی۔ مالِ غنیمت سے حضورؐ نے آپ کو عنایت فرمائی۔ اور وہ ذو الفقار کلدائی۔ تلوار ابو جہل سے ہاتھ لگے یا جنت سے آئے اس کا حضرت علیؑ کی فضیلت سے کیا تعلق؟ آپ کی فضیلت تو اس میں ہے کہ آپ کی تلوار سے کتنے کفار اور علیؑ مشکل کشا رب السماء کہنے والے کتنے سبائی اشرار جہنم رسید ہوئے۔

حضرت فاطمہؓ چکی خود پیستی تھیں یا فرشتے؟ شیعہ کی مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ فرمائیں۔

سلمانؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا اے رسولِ خدا کی بیٹی تیرے ہاتھ چکی پیسنے سے زخمی ہو گئے اور ان پر مرہم بٹھی لگی ہوئی ہے۔ یہ آپ کی فضہ باندی حاضر ہے۔ اس سے یہ خدمت کیوں نہیں لیتی ہو اور خود کیوں تکلیف اٹھاتی ہو۔ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا۔ مجھے رسولِ خداؐ نے وصیت کی ہے کہ گھر کا کام ایک دن میں کروں۔ ایک دن فضہ کرے۔ فضہ کی باری کل تھی۔ (جلال العیون ص ۹۸ ط فارسی ایران)

وصیتِ نبویؐ کے مطابق حضرت فاطمہؓ کا کمال اسی میں تھا کہ بامشقت کام خود کریں نہ کہ فرشتوں سے کرائیں۔

جن قدوس صفت بزرگوں کو اللہ تعالیٰ دین و دنیا کی خلافت و سپادت کا

نات پینائے۔ جبریل امین عرشِ معلیٰ سے۔ اَلْزَمُّهُمْ کَلِمَةً التَّقْوٰی اللہ نے کلمہ تقویٰ ان کے ساتھ چٹا دیا، کی قیاد پنا کر جابیں۔ ساتوں اسموں کا رب رضی اللہ عنہم وَرَضُوا عَنْهُ وَاعْتَدَ لَهُمْ حَنَاتٍ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی ان کے لیے خدا نے جنت بنائی کی گپڑی ان کے سر پہ باندھے۔ خاتم المرسلین اپنا مصلیٰ اور مسند ان کے نیچے بچھا دے۔ تمام اہل بیت اور جمیع صبی کرام مومنین دیدہ و دل ان کے سامنے فرشِ راہ کر دیں۔ فرشتہ حق ان کی زبان سے بولے۔ رب قرآن ان کی مدح و تائید میں بیسیوں آیات لوح محفوظ سے اتارے۔ ان کی عظمت و محبت تمام مومن جنوں اور انسانوں اور فرشتوں میں سکھ بند کر دے۔ ان کے لیے کیا ضرورت باقی رہ گئی کہ پیر کے موزے جنت سے آئیں؟ ان کو الاتقیٰ کا لباس۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ اور تقویٰ کا لباس ہی سب سے بہتر ہے، کافی ہے۔ قَابَتْ اَنَارُ النَّارِ سَجْدًا دَقَائِمًا وہ رات کے اوقات میں سجدہ اور قیام میں رہتے ہیں، کی رواد کافی ہے۔ اَسْتَدَّ اَوْ عَلٰی لُكْفًا کادترہ سب دنیا کا بند و بست کر سکتا ہے یَتَّقُونَ فَضْلًا مِّنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وہ صرف اپنے رب کا فضل اور رضا چاہتے ہیں، کے خدائی جوڑے اور پالپوش ان کو جنتی دولے بنا چکے ہیں۔

سوال ۳۹۔ ۴۰۔ حضرت خاتونِ جنت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ایمان کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اگر وہ مومنہ ہیں تو ان کی اتباع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ہر صحابی عادل ہے۔ کسی ایک کی پیروی باعثِ نجات ہے۔

جواب۔ بحمد اللہ ہمارا اور ہمارے حضرت فاطمہ علیہا السلام و آیات کی روشنی میں تمام اکابر کا ایمان ہے کہ حضرت

عقیقہ طاہرہ فاطمہ نبول یصنعة رسول مومنہ کاملہ عابدہ۔ زائدہ۔ طلب دنیا سے متنفر اور اپنے ناول بزرگوں اور دیگر مسلمانوں کے بغض و حسد سے پاک تھیں۔ ان پر طلب دنیا کے لیے عدالت میں پیش ہونا۔ گھر گھر میں جا کر اپنی امداد کے لیے بھیک مانگنا۔ وغیرہ زبردست منافقوں کے جھوٹے الزامات ہیں۔ آپ کی اتباع ہمارے



لیے سربراہ افتخار ہے۔ بلاشبہ وہ صحابیہ عادلہ نقیہ اور کسی ایک صحابی کی پیروی پر نجات اور صحابہ کی عدالت کا عقیدہ آج آپ بھی مطلب نکالنے کے لیے تسلیم کر چکے ہیں۔ واللہ الحمد۔

ہاں شیعہ لوگوں کی ایسی روایات ضرور ہیں جن سے موصوفہ کے ایمان پر زبردست حملہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے اعتقاد میں حضرت علیؑ کو پسند کرنا اور محبت کرنا اصل ایمان ہے۔ جب زوج ہوئے کی حیثیت سے نہ آپ کو پسند کریں نہ ان سے مطمئن ہوں جس کا دوسرا مفہوم خداوند کی ناشکری ناقدری ہے۔ اور اس پر شریعت میں سخت وعید موجود ہے۔ تو ایمان سالم کیسے رہا؟ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ معتبر سند سے کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت رسول خدا حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے۔ آپ رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: روتی کیوں ہو؟ اگر میرے خاندان میں اس سے بہتر کوئی آدمی ہوتا تو میں تیری شادی اس سے کر دیتا۔

(جلد العیون ص ۱۳)

۲۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا اے ابا جان! قریش کی عورتیں مجھے ملامت کرتی ہیں اور کہتی ہیں باپ نے تجھے ایسے آدمی سے بیاہ دیا ہے جو پریشان حال اور نادار مغرب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ! امت رو۔ میں نے تیری شادی اس سے نہیں کی بلکہ خدا نے کی ہے۔ (جلد العیون ص ۱۳)

۳۔ حضرت علیؑ کا حلیہ فاطمہؑ کی زبانی۔ جلد العیون اردو ج ۱ ص ۱۸۱ لاہور میں ہے کہ پس جب ارادہ تزویج فاطمہؑ سمراہ علیؑ ہوا۔ جناب فاطمہؑ سے پنہاں حضرت نے بیان کیا۔ جناب فاطمہؑ نے کہا۔ میرا آپ کو اختیار ہے۔ لیکن زنان قریش کہتی ہیں کہ علیؑ بزرگ شکم اور بلند دست ہے اور بند ہائے استخوان گندہ ہیں (بڈیوں کے جوڑنا موزوں ہیں)، آگے سر کے بال نہیں ہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں اور ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلس ہیں۔

ان روایات پر تبصرہ یا حضرت فاطمہؑ کے دکھی جذبات کی ترجمانی ہم سو ادب

سمجھتے ہیں۔ شیعہ حضرات کو خود انصاف کرنا چاہیے کہ آیا وہ اتباعِ فاطمہؑ میں ایسا کہنے کرنے کو تیار ہیں؟ اگر نہیں۔ اور ایمان کی نفی کا اندیشہ ہے۔ تو حضرت فاطمہؑ کے ایمان کا کیا ہوگا۔ آپ کا اصول کدھر گیا؟ اگر آپ ان سے اعراض کر کے میاں بوی کو شیر و شکر دیکھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابو بکرؓ و فاطمہؑ نانا۔ تو اسی میں یہ اصول کیوں نہیں اپناتے؟

سوال ۲۱-۲۲۔ اگر نہیں ہے تو پھر بتائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمایا جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا (بخاری) اگر اتباعِ بزرگ ہے تو صحیح بخاری میں موجود ہے کہ سیدہ طاہرہؑ حضرت شیخین پر ناراض ہوئیں اور ان کے لیے جنازے میں شریک نہ کرنے کی وصیت فرمائی (روایات سے متادقہ اشعۃ المحدثات)

جواب۔ حضرت فاطمہؑ کی اتباع ہر مسلمان کرتا ہے۔ لیکن شیعہ کے لیے صرف یہی ناراضی اور شکریہ بخاری والی بات قابلِ اتباع رہ گئی۔ فاطمہؑ کی سیرت طیبہ کو شیعہ مرد و عورتیں کتنا اپناتے ہیں۔ ذرا اپنے گریبان اور منق و فحشاء سے لبریز معاشرو پر نگاہ ڈالیں۔ ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی معلوم ہوا کہ آپ کو اتباعِ فاطمہؑ نہیں بغضِ صدیقِ حسرتِ سولؐ و جعفرِ فاطمہؑ مہجوب ہے۔ حبِ علیؑ نہیں۔ بغضِ معاویہؓ مذہب و مقصد ہے۔ مصیبت پر فخر نہ کرنے۔ ماتمی مجالس قائم نہ کرنے۔ سر و سینہ نہ پیٹنے۔ سیاہ پوشی اور گریبان چاک نہ کرنے کی وصیت اور حضرت فاطمہؑ کا عمل۔ جہدِ نبیون ص ۶۷-۷۵۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۶۱ وغیرہ میں موجود ہے۔ اتباعِ فاطمہؑ کی آڑ میں اکابر و صاحبزادے مسلمانوں میں منافرت اور جلبِ زر کا پیشہ اختیار کرنے والے شیعہ علماء و مجتہدین اور عزادار حضرت فاطمہؑ کی اتباع میں یہ سب گور کھدھند کیا بچواڑ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو اتباعِ فاطمہؑ کا دعویٰ سفید جھوٹ اور بغضِ صدیقِ وفاروقؓ کا آئینہ دار ہے۔

اتباعِ اکابر ہیں ایک نکتہ۔ یہاں اس نکتہ پر غور ضروری ہے جس کا لحاظ



کمر کے بد باطن گمراہ ہوتے رہتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ اور اصولِ شرعیہ میں بزرگوں کی اتباع ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کی اتباع میں بھی احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ اس مقتدا کا مزاج اپنا کروستی و دشمنی کا میدان تیار کر لیا جائے۔ کیونکہ ایک ہر شخص کے شخصی جذبات و واقعات نامی اور تقلید کا ذریعہ نہیں رکھتے۔ پھر اس سلسلے میں اگر ان کی کسی کے ساتھ دائمی دوستی رہی ہے تو اس میں تو اتباع کی گنجائش ہے کہ مثبت پہنچے، مگر نفرت و ناراضی کی صورت میں گو وہ دائمی ہی کیوں نہ ہو اتباع ضروری نہیں ہے۔ اگر ہمارے پڑدادا اپنی اولاد (ہمارے داداؤں) پر ناراض ہوں تو کیا ہم بھی داداؤں سے نفرت رکھیں گے؟ دادا جان ہمارے باپ اور چچا پر ناراض ہوں تو ہم بھی ان کو اپنا دشمن سمجھ کر قطع رحمی اور عقوق و انحراف کرتے رہیں گے؟ فریقین کے ایسے واقعات میں خود ان کو قرآنی حکم ہے فَاَعْفُوا وَاصْفَحُوا (عفو و درگزر پر عمل کریں، جذبات میں شدت کے باوجود دین دن سے زیادہ بات چیت بند نہ کریں۔ بالفرض اگر وہ آپس میں صلح صفائی نہ کریں تو دیگر مسلمان انہیں سرور کو کشش کر کے صلح کرائیں۔

ایمان والے بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں (جھگڑے کی صورت میں) صلح کرا لیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ فَاصْلَحُوا  
بَيْنَ اَخْوَانِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (جہات ۱۶)

رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن و سنت کی اسی تعلیم و تلقین پر عمل کرنے سے اصلاح معاشرہ اور آپس کی نفرت و عداوت دور ہوگی اور اس کا ازالہ فرضِ شرعی ہے۔ اب اگر کچھ لوگ صلح صفائی کے بجائے لگائی بھائی کر کے مزید لڑائیں۔ بعد از وفات صلح صفائی کی ہر روایت رد کر کے بغض و عناد پر نہ وردیں۔ اور پھر فریقین کے سفلی متبعین آپس میں۔ بغض و عناد کو پالنے والی روایات پر ایمان رکھ کر۔ دست و گریبان ہوں تو کیا اسلامی اخلاق و تعلیم کا خون نہ ہوگا؟ اور پھر غیر مسلم کیا تاثر لیں گے کہ سیدہ فاطمہ

بتول اپنے نانا صدیق و فاروق سے۔ جو تمام عمر آپ کے والد کے مصاحب خاص  
مددگار اور چہیتے دزیہ و مشیر رہے ہیں اور اب خلیفۃ الرسول ہیں۔ محض اس لیے  
کبیدہ خاطر اور ناراض ہو جاتی ہیں کہ انہوں نے فذک کی جائیداد حسب خواہش آپ  
کو نہ دی۔ بلکہ فقراء کا مال قرار دے کر بیت المال کی ملکیت بنائی اور اس پر فرمان  
رسول پیش کیا۔ ۵۔ ۱۰ ہزار روپے کی فیسیں حلال کرنے کو غلط شعار علماء مجتہدین  
قضیہ فذک اور خود ساختہ خفگی کی روایات کو اچھالتے اور جاہل عوام سے واہ واہ تو  
کرا لیتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں سوچتے کہ اس سے تو اسلامی اخلاق و کردار کا خون ہو گیا۔  
حضرت فاطمہؓ کا زہد اور بتول پن جانا رہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے لوث اور  
بے اجرت مخلصانہ تبلیغ اقربا پروری کے اتہام سے داغدار ہو گئی کہ اس زائد ترین  
اور مردم شناس پیغمبرؐ نے اپنی بیٹی کی ۵، ۱۰ دن یا چھ ماہ زندگی کے لیے ایک وسیع و عریض  
جائداد کی (بقول شیعہ) وصیت اس مال فے سے کر دی جو بعض قرآنی (درحشر ۸) آٹھ  
قسم کے لوگوں کا حق تھا۔ حالانکہ اس کا خاوند شیر خدا اور کاسب تھا۔ مگر اپنی بیوگان  
کے لیے کچھ نہ کیا۔ جن کی زہ صلیبی اولاد تھی۔ نہ کوئی ذریعہ معاش۔ اسے کاش تسخیر و  
انتہائی ترقی یافتہ دور میں شیعہ کے زہر دست لیڈر و مجتہدین۔ اسلام۔ نبی۔ خاندان نبی  
کے لیے تنگ و عار ایسی روایت سازی اور تقریر بازی سے تو یہ کرتے اور کسی  
کار خیر میں اپنی صلاحیتیں وقف کرتے۔

ہم کہتے ہیں کہ بخاری کے حوالے سے۔ حضرت فاطمہؓ پر یہ الزام۔ کہ شیخین کو جہاز سے  
پر نہ آنے کی وصیت کی صریح جھوٹ ہے۔ جو شیعہ کا مایہ ناز اصول ہے۔ وہاں صرف یہ  
لفظ ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو حضرت علیؓ نے اطلاع نہ دی۔ تو کیا وفات کی صورت میں  
خاوند گھر گھر جا کر ہر شخص کو اطلاع دیا کرتا ہے؟۔ نہیں ایسی خبر از خود گھر گھر  
پھیل جاتی ہے۔ خصوصاً جب کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی اہلیہ ماجدہ حضرت اسماء بنت  
عمیسؓ جو حضرت فاطمہؓ کی تمام بیماری میں بیمار دار اور خادمہ و غاسلہ تھیں ان سے  
آپ کو اطلاع یقینی ہوئی ہوگی اور آپ صحابہؓ کی ایک جماعت کو سناؤ لے کر جہاز سے



پہنچے۔ اب حدیث اہل بیت ملاحظہ ہو۔

حضرت جعفر صادقؑ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ کی وفات مغرب و عشاء کے درمیان ہوئی تو جنازے پر حضرت ابوبکر عمر، نہیر اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم حاضر ہو گئے۔ جب جنازہ سامنے رکھا گیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا اے ابوبکر آگے بڑھیے آپؑ نے فرمایا اے ابوالحسن کیا آپؑ کی موجودگی میں؟ فرمایا ہاں۔ آگے بڑھیں۔ اللہ کی قسم! آپؑ کے سوا کوئی جنازہ نہیں پڑھائے گا تو ابوبکر صدیقؑ نے آپؑ پر نماز پڑھائی۔ اور رات کے وقت آپؑ کو دفن کیا گیا۔

(الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۵۵۵ کنز العمال بر مسند احمد ج ۲۵۵ بحوالہ صدیق اکبر ص ۳۳)

گو یہ روایت صحیحین کے معارض ہے کہ وہاں حضرت علیؑ کے نماز پڑھانے کا ذکر ہے۔ مگر دو وجہ سے قابل ترجیح ہے۔ ایک تو اس کا سلسلہ سند اہل بیتؑ سے ہے اور زین العابدینؑ راوی ہیں۔ وہ اپنے بزرگوں کا واقعہ بہ نسبت دوسروں کے اچھا جانتے ہوں گے۔ دوم۔ اس سے حضرت فاطمہؑ و ابوبکرؑ میں حسن تعلق ظاہر ہوتا ہے جو عزت کا عین مطلوب ہے۔ عرف و رواج کا بھی یہی تقاضا ہے۔ کہ آپؑ کو سفید ریش۔ خلیفۃ الرسول۔ اور دونوں کے بزرگ ہونے کی حیثیت سے مصلیٰ پر دعوت دی جائے۔ طبقات ابن سعد میں بھی اس کی مؤید روایات موجود ہیں۔

۱۔ بخاری محمد بن عمر بن عبد بن۔ بیع از مجاہد از شعبی۔ فاطمہؑ پر ابوبکرؑ نے نماز پڑھی (پڑھائی) تھی۔

بخاری سبابة بن سوار بن عبد اللہ بن ابی المساور انہ عادیہ بر اہم حضرت ابوبکرؑ نے حضرت فاطمہؑ کے جنازے کی نماز پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔ (طبقات ج ۱ ص ۵۵۵)

طبقات کی روایات یہ بھی ہے کہ حضرت علیؑ نے آپؑ کو رات میں دفن کیا اور رات کی تدفین میں سب کا اتفاق ہے۔

حضرت علیؑ و عباسؑ کے نماز پڑھانے کا ذکر بعض روایات میں ہے۔ بہر حال

روایات مختلف ہیں۔ جس بزرگ نے بھی پڑھائی ہو ہر ایک فاطمہؑ کا وارث اور اہل تھا  
مگر یہ کہنا سببہ جھوٹ ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ جنہاں سے میں شریک نہ تھے۔ اشعۃ اللمعات جو  
یادگیر کوئی کتاب یہ کہے سبب غلط ہے۔ یا شریک نہ کرنے کی آپؑ نے وصیت کی تھی یا  
رت کوتاہین اس لیے کہ شہین شریک نہ ہوں۔ محض بناوٹی خیال ہیں۔ بلکہ رات کی  
تذقین اس لیے ہوئی کہ مغرب کو آپؑ کی وفات ہوئی۔ پردہ کے اہتمام کے لیے اور مسند  
شرعی پر عمل کرتے ہوئے آپ کو نصف شب کے وقت جنت البقیع میں سینکڑوں  
سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کیا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن اہلہا

بحث فک کے ۶۵ صفحات میں اس مسئلہ کی پوری تفصیل تحفہ امامیہ میں کر دی  
گئی ہے۔

سوال ۴۳۔ اگر حضرات شیخین پر سیدہ کی ناراضگی مانع ایمان و اسلام نہیں  
ہے تو پھر عام امت پر ان کی محبت کیوں ضروری ہے؟ کیونکہ خدا کی بارگاہ میں امت  
کہہ سکے گی تیرے رسول کی خاتون جنت بیٹی کی پیروی اور محبت میں ان کے مخالفین سے  
بیزاری اختیار کی۔

جواب۔ سب سے پہلے آپ جللاء العیون جو ثقۃ المؤمنین  
ناراضگی فاطمہؑ کا قصہ خاتم المحدثین ملا باقر علی مجلسی کی تالیف رشید ہے۔ کا مطالعہ  
فرمائیں۔ ناراضگی کی تین روایات تو گزر چکی ہیں۔ چند یہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کشف الغمہ میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت  
فاطمہؑ نے حضورؐ کے دربار میں آکر شکایت کی کہ امیر المؤمنین جو کچھ کہاتے ہیں فقہار  
اور مساکین میں بانٹ دیتے ہیں (ہمارے حقوق مالی ادا نہیں کرتے) آپؑ نے فرمایا۔  
اے فاطمہؑ! آپ چاہتی ہیں کہ مجھے میرے چچا زاد بزرگ کے متعلق غصہ دلائیں کیونکہ اس کا  
غصہ میرا غصہ ہے اور میرا غصہ خدا کا غصہ ہے۔ فاطمہؑ نے فرمایا۔ میں خدا و رسول کے  
غصہ سے پناہ چاہتی ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؑ نے علیؑ سے ناخوش و ناراض ہو کر شکایت



کی حضور اس شکایت پر فاطمہؓ سے ناراض ہوئے۔ اگر حضرت علیؓ کو پتہ چلتا تو وہ فاطمہؓ پر ناراض ہوتے۔ بینوں معصوم ایک دوسرے پر ناراض ہو رہے ہیں کیا چند منٹ کے لیے حضرت فاطمہؓ کے پناہ چاہتے تک۔ کسی کے ایمان پر حرف آیا یا نہیں؟ آپ کا اصول کیا ہوا۔ حضرت فاطمہؓ و علیؓ کی ایک دوسرے پر ناراضگی کے وقوع اور امکان پر ان کے ایمان کا کیا بنا؟

۵۔ علل الشرائع اور بشار المصطفیٰ میں بہت سی معتبر سندوں کے ساتھ حضرت ابوذرؓ و ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے۔ جس کا حاحصل یہ ہے کہ ”حبشہ سے حضرت جعفر طیارؓ نے ایک باندی حضرت علیؓ کی خدمت میں بھیجی۔ حضرت فاطمہؓ نے اس کا سر حضرت علیؓ کی گود میں دیکھا تو عنایت کے مارے حالت غیر ہو گئی۔ آپ سے اجازت لے کر میکے چلی گئیں۔ حضور علیہ السلام سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ تو میرے پیارے یار اور دوست کی شکایت لے کر آئی ہے (تجھے ایسا نہ کرنا چاہیے تھا) کیا اس ناراضی سے حضرت علیؓ کے ایمان پر حرف آیا یا نہ؟ اگر آپ کہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رفع دفع کر دیا تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مزاج رسولؐ یہ تھا کہ نہ کسی پر ناراض ہوں نہ کسی کی شکایت و ناراضی سنیں بلکہ حسب موقعہ صلح کرادیں۔ بالفرض حضرت ابو بکرؓ و فاطمہؓ کا معاملہ حضورؐ کے پاس زندگی میں جاتا تو آپؐ کا یہی رد عمل نہ ہوتا۔ کرنا نا تو اسی میں صلح کرادیتے۔ سنت فاطمہؓ سے سنت رسولؐ اہم اور اتباع فاطمہؓ سے اتباع رسولؐ زیادہ ضروری ہے۔ آپ اتباع رسولؐ میں صلح صافی کی بات کیجیے اور مانجیے۔

۶۔ ابن بابویہ نے معتبر سند کے ساتھ حضرت صادقؑ سے یہ لمبی روایت کی ہے۔ کہ کسی نے قسمیں کھا کر حضرت فاطمہؓ کو بتایا کہ ابو جہل کی بیٹی سے حضرت امیر شادی کرنے والے ہیں۔ آپ ناراض ہو گئیں۔ سب بچوں کو ساتھ لے کر میکے آگئیں رات کو نیند نہ آئی۔ حضورؐ نے وجہ پوچھی۔ صورت حال کا جب علم ہوا تو آپؐ نے فوراً شادی کے گواہ (ابو بکرؓ و عمرؓ اور طلحہؓ) کو بلایا۔ پھر ان کے سامنے حضرت علیؓ سے فرمایا

یا علیؑ مگر نبدانی کہ فاطمہؑ پارہ تن  
 منت و من انہ اویم پس برکہ اور آزار  
 کند مرا آزار کردہ است -  
 اے علیؑ شاید تو نہیں جانتا کہ فاطمہؑ  
 میرے بدن کا ٹکڑا ہے اور میں اس سے  
 ہوں جس نے اس کو ستایا اس نے  
 مجھے ستایا ہے -

پھر حضرت علیؑ نے معذرت کی کہ کسی نے ان کو غلط خبر دی ہے۔ میں نے ایسی  
 کوئی بات نہیں کی۔ (جلاء العیون ملخص ص ۱۵۱)

یہاں سے معلوم ہوا کہ تمیز محصوم عالم الغیب نہ تھے۔ مَنْ اَغْضَبَهَا کَا شَانِے  
 نزول ہی حضرت علیؑ کا قصہ ہے۔ اگر اتنی عظیم ناراضی سے جو کئی گھنٹوں تک رہی۔  
 حضرت علیؑ کا ایمان رخصت نہ ہوا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی چند دن حضرت فاطمہؑ  
 کے خفا رہنے سے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ ایمان تو معرفت قلبی اور دیکھنے میں آنے  
 جانے والی چیز ہے۔ آخر شبیر کا اصول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کیوں خطا وار ٹھہراتا  
 ہے کسی اور پر کیوں لاگو نہیں ہوتا؟

حضرت فاطمہؑ حضرت ابوبکرؓ سے خوش ہو گئیں، بات بالکل واضح ہے۔ جیسے ہم سابق نکتہ  
 میں عرض کر چکے ہیں کہ طبعاً کسی بات پر  
 وقتی طور پر کسی سے خفا ہو جانا نہ جبط ایمان کا باعث ہے۔ خصوصاً جبکہ اتفاقاً بغیر  
 مقصد و ارادہ کے ہو۔ نہ یہ کسی کے ساتھ بغض کی تعلیم دیتا ہے۔ ایسے مواقع پر  
 بزرگ صلح ہی کر دیتے ہیں۔

بخاری کی روایت تا وفات حضرت فاطمہؑ کی ناراضی کا ذکر کرتی ہے۔ مگر وہ  
 نہ حضرت فاطمہؑ کا قول ہے۔ نہ حضرت ابوبکرؓ کا اعتراف۔ صرف راوی کا خیال ہے  
 کہ مذکور کے متعلق آپؑ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے دوبارہ بات چیت نہ کرنے کو  
 ناراضی کا ذریعہ سمجھا اور پھر ذکر کر دیا۔ راوی کا گمان کسی پر حجت نہیں۔ اب وہ  
 روایات اصولاً ان سے اقوامی اور راجح ہوں گی۔ جن میں حضرت فاطمہؑ و صدیقؓ  
 رضی اللہ عنہما کی مفاہمت کا خود ذکر و اعتراف موجود ہے۔



رضا مندی کی روایا۔ ۱۔ عامر کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ شدت مرض میں حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے۔ اجازت چاہی۔ حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا ابو بکرؓ اجازت چاہتے ہیں۔ کیا آپ اجازت دیں گی؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا کیا آپ کو بھی یہ پسند ہے فرمایا ہاں۔ فدخل فاعتذر اليها و كلمها فصر صبيت عنه۔ پھر حضرت ابو بکرؓ آئے تو عذر و معذرت کی تب حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئیں۔

۲۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکرؓ سے خفا ہو گئیں۔ حضرت ابو بکرؓ ایک گرم دن میں ان کے دروازے پر آئے۔ اور فرمانے لگے۔ میں اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹوں گا اے بنت رسولؐ جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔ پھر آپ اندر داخل ہوئے اور رخصتا کے لیے آپ کو قسم دی۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئیں۔ (الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۵۶۔ طبقات ابن سعد ج ۸)

۳۔ بالکل اس قسم کی روایت ملا باقر علی مجلسی نے جلاء العیون و حیات القلوب میں ذکر کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ باہر حضرت فاطمہؓ کے پاس گئے۔ معذرت کی۔ حضرت علیؓ تو خوش ہو گئے۔ مگر حضرت فاطمہؓ نے کہا میں رسول خداؐ سے شکایت ضرور کر دوں گی (محصلہ)

جب حضرت علیؓ رضا مندی پر خوش تھے تو ان کی اتباع کیوں نہیں؟ اے اللہ حق علیؓ کے ساتھ کر دے جہاں بھی ہوں۔" اپنے اصول کو اب شیعہ مان کر حضرت علیؓ کے مذہب رضا باشیعہ بنیں۔ جس کا اعتراف انکو بھی ہے۔ کہ کیوں نہیں اپنایا جاتا؟ معلوم ہوا دال میں کالا کالا ہے۔ شیعہ کے دل میں شیخین کا بغض رچا ہوا ہے مگر بدنام حضرت فاطمہؓ کو کر رہے ہیں کہ انہوں نے خداوند کی بھی مخالفت کی۔ وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظُ وَالْعَافِيَةُ عَنِ النَّاسِ (غصہ پینے والے اور معاف کر دینے والے) نص قرآنی کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ عالم برزخ میں حضورؐ کے یاروں کی شکایت کر کے آپ کو بھی پریشان کریں گی۔ (معاذ اللہ)

امامیہ کی کئی معتبر کتب میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس

معذرت کرنے آئے تو فرمایا اے رسولؐ کی بیٹی! تو نے دعویٰ تو ٹھیک کیا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ اسے تقسیم کرتے تھے۔ کہ تم کو اپنا خرچ دے کر باقی فقراء مساکین اور مسافروں میں بانٹ دیتے تھے۔ فرمانے لگیں آپ وہ کیجیے جیسے رسول اللہ کرتے تھے حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اللہ گواہ ہے کہ میں وہی کروں گا جو آپ کے ابا باں کرتے تھے۔ فرمایا بخدا آپ ایسا ہی کریں گے! حضرت صدیقؓ نے کہا بخدا ایسا ہی کروں گا۔ فقال لهم شاهد من صبیئ بذلت و احذت اعهد لیه۔ کہ حضرت فاطمہؓ نے اللہ کو گواہ بنایا اور حضرت ابو بکرؓ سے راضی ہو گئیں اور ان سے معاہدہ لے لیا۔ ابو بکرؓ اہل بیتؑ کو خرچ دے کر باقی فقراء و مساکین میں بانٹ دیتے تھے۔ (نہج الجاہلین بحوالہ تحفۃ اثنا عشریہ اردو ص ۵۷)

نہج البلاغۃ کی شرح فیض السدام نقوی ایرانی ج ۲ میں اسی قسم کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ طے کیا کہ جو کچھ اخراجات عہد نبویؐ میں اہل بیتؑ کو ملتے تھے وہ سب میں آپؐ کو دوں گا۔ پھر اہل بیتؑ کو وہ تمام اخراجات دینے لگا۔ تاہم مروان نے اپنے دور میں وہ روک دیا۔ جب مسند ہی حل ہو گیا تو ناراضگی کیوں اور اس کا پرچار کس لیے؟۔

خاتمہ بحث۔ طعن شیعہ اب بھی مطمئن نہ ہو تو ہم اسے اپنی طرف سے حضرت ابو بکرؓ کو فاطمہؓ کے سلسلے میں علامہ غلبی کی وہ عبارت سناتے ہیں جو اس نے حضرت فاطمہؓ و علیؓ کی آپس میں ناراضگی کے تصفیہ کے لیے کہی ہے۔ اور یہی متفقہ اصول اگر ہر جگہ استعمال کیا جائے تو سنی و شیعہ میں اتحاد کا باعث ہے۔

”مؤلف کہتا ہے کہ بزرگان دین اور رب العالمین کے دربار میں مقرب لوگوں کے محاذات میں غور و بحث نہ کرنی چاہیے۔ جو کچھ ان سے پہنچے اس پر تسلیم ختم کر لینا چاہیے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ اختلاف بننا ہر کچھ ہوتے ہیں مگر حقیقت میں غیر متفقہ مسلمانوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور جو کتاب کہ اس بن پر پیش آئے ہوں تاکہ ان کی بزرگی و درجہ میں پہنچا ہر ممبر با سے۔ (نہج الجاہلین ص ۲۲)



جہاں سے اعتقاد دین میں نہایت فائدہ۔ ابو بکرؓ و علیؓ وغیرہ سب بزرگان دین میں  
 کسی اصول پر ان میں منافرت کا اعتقاد نہ رکھیں گے۔ بلکہ ان کو باہم شیر و شکر  
 مانیں گے۔ اس ظاہری اختلاف سے فوائد یہ نظر ہوئے کہ حضرت فاطمہؓ کے دعویٰ  
 سے خلافت صدیق پر ہر مان قائم ہوئی کہ وہ خلیفہ بلا فصل تھے نہ بھی تو انتقالِ فدک  
 کا دعویٰ ان کی عدالت میں کیا ورنہ علیؓ کی عدالت میں کرتیں۔ ناراضی کی صورت میں  
 حضرت علیؓ کا حضرت صدیقؓ کے حق میں ووٹ رضادینا ظاہر ہوا کہ حضرت فاطمہؓ  
 کی کوئی مدد نہ کی۔ نہ اپنے عہد حکومت میں واپس کیا۔ راضی ہو جانے کی صورت میں حضرت  
 فاطمہؓ کا جمیع قرآن و سنت ہونا واضح ہوا۔ (وہ الحمد)

سوال ۴۴۔ آپ کے بقول حضرت علیؓ اور اصحاب ثلاثہ میں کوئی اختلاف نہ  
 تھا۔ چلیے بافضل محال مان لیا کہ وہ آپس میں بڑے گہرے یار و دوست رہے۔ لیکن میں  
 کتابوں کہ میں نے بی پاک کی پیروی کرتا ہوں کہ جو رسولؐ کی لخت جگر ہیں اور ان کو یہ شرف  
 حاصل ہے کہ جب وہ خدمتِ والد گرامی قدر میں حاضر ہوتی تھیں تو حضورؐ الیتادہ  
 اپنی بیٹی کا استقبال فرمایا کرتے تھے۔ پس ایسی عظیم معصومہ کا اتباع باعث نجات  
 ہو گا یا نہیں؟ بخاری و مسلم سامنے رکھ کر فیصلہ کیجیے۔

جواب۔ یہ بھی اس مفصل تقریر سے لغو ہو گیا کہ جب حضرت رسول کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت فاطمہؓ سے افضل ہیں تو بافضل  
 اختلاف کی صورت میں حضرت رسولؐ و علیؓ کی اتباع ہوگی حضرت فاطمہؓ کی نہ ہوگی  
 سائل بعض صدیق میں اپنے اصول کو بھی پامال کرتا ہے۔ اور حضرت علیؓ کے قول و فعل  
 کو بھی ناحق بتانا چاہتا ہے۔ بخاری و مسلم کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ خدا و رسول و حق  
 کی متفقہ اتباع سب سے پہلے ہے۔

شیعوہ کے قرآن مجید پر اعتراضات

سوال ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ کیا جب حضورؐ اس  
 جمع قرآن اور شیعہ کا اس پر عدم ایمان دنیا سے تشریف لے گئے تو قرآن مجید امت کے

حوالے کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو جمع قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی اور دو عثمانؓ  
 تک امت بے قرآن کیوں رکھی گئی؟ اگر نہیں کیا تو منصب رسالت پورا نہیں ہوا  
 کیونکہ رسول کا فرض منصبی ہے کہ خدا کا پیغام امت تک پہنچائے۔ تو پھر دین مکمل  
 کیسے ہوا؟۔

جواب۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان سوالات کی آڑ میں سائل کیا کتنا چاہتا ہے  
 ان کے ظاہری منہموم کے مطابق تو سائل کو قرآن پاک کی حفاظت اور اشاعت سے شدید  
 دشمنی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی قرآنی حفاظت و اشاعت پر جب وہ مطمئن نہیں تو ظاہر ہے کہ  
 دوسری کبھی کوئی جماعت نہیں۔ بدستور قرآن دیکر گئے ہوں اور اسے بھی دیا ہو نتیجہ ظاہر  
 ہے کہ نہ رسولؐ نے فرض منصبی ادا کیا نہ دین مکمل ہوا۔ اور نہ صحیح قرآن لوگوں کی رہنمائی کے  
 لیے دنیا میں موجود ہے۔ اور یہی شدیدہ کا مقصد اصلی اور عقیدہ لازمی ہے۔

سادہ لوح سنی مسلمانوں کو اب تو بیدار ہونا چاہیے کہ ان کے متعلق وہ نظریہ رکھیں  
 اور سلوک کیا کریں جو منکرین قرآن اور منکرین نبوت سے ہونا چاہیے۔

اے قرآن حکیم کے دشمن! اب سنئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو قرآن سے  
 پڑ جانے سکھانے اور عمل کرانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ جب آپؐ رخصت ہوئے  
 تو تین برس میں مقورہ اکتھور اترنے والا قرآن پاک ہزاروں صحابہ کرامؓ کے دل و دماغ  
 میں محفوظ اور رنج بس چکا تھا۔ جو آیت اترتی آپؐ اس کی سورت اور جگہ بتا دیتے  
 اور اسی طرح صحابہ کرامؓ اپنے یادداشت نوشتوں میں لکھ لیتے اور یاد کر لیتے۔ اسی  
 ترتیب سے وہ دور کرتے۔ ایک دوسرے کو سناتے۔ نماز اور تراویح میں پڑھتے۔

رمضان شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ  
 دور کرتے تھے۔ آخری وفات کے سال دو مرتبہ دو کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس ترتیب  
 پر آپؐ کو یاد تھا اور جبریل سے دور کیا اسی ترتیب سے صحابہ کرامؓ کو یاد کرا کر یہ  
 امانت الہی ان کے سپرد کی۔ بخاری ج ۲ ص ۱۵۷ پر یہ حدیث ہے کہ شداد بن معقل نے  
 حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا کچھ حصہ چھوڑا



ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے وہی کچھ چھوڑا جو دو گتوں کے درمیان (المستدرک  
والناس) ہے۔ (یعنی یہی پڑھا کر گئے)۔ محمد بن حنفیہ (بن علیؓ) سے ہم نے پوچھا تو انہوں  
نے بھی یہی کہا ماترک لامابین الدفتین کہ دو گتوں کے درمیان محفوظ قرآن کے  
علاوہ کچھ نہ چھوڑا۔ علم و کرام کا اس پر اتفاق ہے۔

اما ترتیب لسور والایات فالاجماع  
وانت وص منزادۃ علی ان ترتیب  
الایات توقیفی ولا خلاف فیہ بین  
المسلمین (شرح معجم بحوالہ حاشیہ بخاری  
۲۷-۴۴۵)

رسی سورتوں اور آیات کی ترتیب تو تمام  
امت کا اجماع اور مخصوص لگاتار اس  
پر دلیل ہیں کہ ان کی ترتیب توقیفی یعنی  
خدا اور رسولؐ کی طرف سے بتائی ہوئی ہے  
اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں ہے۔

چونکہ مکہ میں قرآن فرقہ در فرقہ بعد کی پیداوار ہے اس لیے وہ اختلاف فرما  
ہیں۔ یا پھر مسلمانوں میں اختلاف نہیں قرآن کی ترتیب و حفاظت پر اعتراض کرنے  
والا ٹولہ مسلمان کہاں رہا؟

اب یہی یہ بات کہ پھر قرآن کو جمع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کی وجہ  
ظاہر ہے کہ دور صحابہؓ میں کثیر جنگیں کفار کے ساتھ ہو رہی تھیں۔ اور مسلمان قسار و  
حفاظت شہید ہو رہے تھے۔ عہد صدیقی میں تقبی کذاب مسلمہ کے ساتھ جو جنگ  
ہوئی منجہ اور شہداء کے سات سو حفاظ و قراء شہید ہوئے۔ اس امت کے محدث  
ملہم بن النہج جن کے کندھوں پر اللہ نے حفاظت قرآن اور امت کا انتظام ڈالنا تھا  
حضرت عمر فاروقؓ، حضرت صدیقؓ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ قرآن کو یک  
کتابی شکل میں یکجا لکھ لیا جائے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ چند جنگیں پیامہ جیسی اور ہوئیں  
تو حفاظ قرآن ختم ہو جائیں گے اور قرآن کے زوال کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ پہلے تو  
حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ترہد ہوا کہ یہ نیا کام جو رسولؐ خدا نے نہیں کروایا میں کیسے کروں  
آخر اللہ نے آپؓ کا سینہ کھول دیا۔ پھر دونوں نے حضرت زید بن ثابتؓ انصاریؓ جو  
نوجوان حافظ و قاری تھے اور عہد نبویؐ سے کاتب وحی تھے۔ ان کی ڈیوٹی لگائی کہ

وہ قرآن کتابی شکل میں جمع کریں مگر محض اپنی یادداشت اور حفظ سے نہیں بلکہ ان تمام تحریرات سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے سب صحابہ کرامؓ کو لکھوائی تھیں اور اس پر کم از کم دو دو گواہ بھی لیں۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم اگر مجھے کوئی پہاڑ نقل کرنے کا کہتے تو وہ کام آسان تھا اور یہ جمع قرآن اس سے زیادہ مشکل تھا۔ پہلے تو میں نے بھی کہا کہ تم یہ نیا کام کیوں کرتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اللہ کی قسم یہ کام بہتر ہے۔ پھر برابر مجھے کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے میرا سینہ اس کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے ابو بکرؓ کا کھولا تھا چٹا میں نے کھجور کے پتوں سے، چکنے سفید پتھروں سے، پیرے اور کاغذ کے ٹکڑوں سے، چھٹی بڈیوں سے اور لوگوں (سناظ) کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ سورت توبہ کی آخری آیت (لصورت تحریر) حضرت ابو خذیمہ انصاریؓ کے پاس پائی۔ اب یہ صحیفہ مکمل ہو کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد زندگی بسر حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد ام المؤمنین حفصہ بنت عمرؓ کے پاس بطور امانت رہا (بخاری)۔ حفاظت قرآن کا وعدہ اللہ نے اپنے نبی کے ساتھ کیا تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا احْفَظُوا الْكُتُبَ الَّتِي فِيهَا آيَاتُ اللَّهِ وَتِلْكَ حُجَّتُكُمْ وَأَنْتُمْ عَلَيْهَا قَائِمُونَ (حجرات ۱۶)

ہم ہی نے یہ ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کے یقیناً بہ دست محافظ ہیں۔

وہ حضرت ابو بکر و عمرؓ جیسے ملہم من اللہ امت کے پیشواؤں کے ذریعے پورا کر دیا۔ اور تا قیامت امت تک یہ امانت پہنچ گئی اب دشمنان قرآن کو جل کر کہہ دینا چاہیے کہ خدا نے خود وعدہ کیا تھا ابو بکر و عمرؓ کو کیوں واسطہ بنا دیا گیا۔ ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ آيَاتٌ لِّذِكْرِ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ آلِهِمْ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (آل عمران ۱۳۶) اور اللہ نے انزال کی صرف اپنی طرف نسبت کی ہے۔ پھر حبرِ بل امین کو واسطہ کیوں بنایا۔ حضرت نبی کریمؐ کو مخلوق کے درمیان تبلیغ قرآن کے لیے واسطہ کیوں بنایا۔ اگر حضرت حبرِ بل امین اور نبی کریمؐ قرآن کے لوگوں تک پہنچانے میں برحق واسطہ ہیں امت کبھی ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ تو اسی طرح حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ اور دیگر کاتبان قرآن تبلیغ وحی



الی الناس میں قوی امین اور محفوظ و سید ہیں۔ امت کہیں ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ تلاوت قرآن اور اس پر عمل سے جو ثواب امت کو پہنچتا ہے اس کا بڑا حصہ بدستور بعد از پیغمبر تاثرین و مبلغین قرآن کو بلاشبہ پہنچتا ہے۔ اور ان کی امت پر فضیلت کی اہم دلیل ایک یہ بھی ہے۔

دور عثمان تک امت بہ قرآن ہرگز نہ رہی بلکہ صحابہ کرامؓ میں سے کثیر حفاظ ہونے کی وجہ سے نوشتہ مصاحف کی ضرورت نہ پڑی۔ جب آرمینہ کی فتح کے موقع پر ایک لفظ کے متعلق لشکر میں اختلاف ہوا۔ صاحب السیر حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ دور کرد و بارخدا عثمانی مدینہ طیبہ میں پہنچے تو فرمایا۔

اس امت کا آپ انتظام کر لیں اس سے پہلے کہ وہ کتاب اللہ میں اسی طرح اختلاف کریں جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے قدرتِ حق کی طرف قاصد بھیجا کہ آپ وہ مجموعہ مصحف بھیجیں ہم اس کی مزید تصدیق کر کے اصل آپ کو

ادرك هذه الامت قبل ان  
يختلفوا في كتاب احذاف اليهود  
و نصارى و رسل عثمان الى حفصه  
ان رسلي بذا مصحف نسخته في  
مصاحف تم نزدھا اليك  
دجری ۲۶ ص ۵۷

واپس کر دیں گے۔

پہنچے حضرت عثمانؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، سعید بن جابرؓ اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی جنہوں نے اس کی نقلیں تیار کیں اور تین قریشی نوجوانوں کو یہ بھی کہا کہ اگر تمہارا زید بن ثابتؓ سے کسی قرأت اور طرزِ ادا کی بات میں اختلاف ہو جائے تو قریش کی لغت پر لکھنا کیونکہ اولاً قرآن انہی کی لغت میں اترا پھر آسانی کے لیے باقی صوبوں کی لغت میں پڑھنے کی عارضی اجازت ہوئی تھی، انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب وہ لغتوں مصاحف سے فارغ ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے قدیم نسخہ حضرت حفصہؓ کو واپس بھیج دیا۔ نئے مکتوبہ مصاحف مملکت کے ہر صوبے میں بھیج دیئے اور ان کے مطابق تعلیم و اشاعت ہوئی

ہی، اب اس کے علاوہ جن لوگوں کے پاس ذاتی نوٹ بک اور بیاض کی صورت میں  
نوشتہ آیات وغیرہ تھیں ان کے جملانے کا حکم دے دیا تاکہ کسی کا غلط یا غیر مرتب  
لکھا ہوا نوشتہ اختلاف کا سبب نہ بن جائے۔

حضرت ابو بکر و عمر و عثمانؓ کی اس خدمت قرآن کے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

اعظم الناس اجراً فی مصحف  
ابوبکران اب بکر کان اول من جمع  
انقرن بین اللوحین زنازعاً غفراً<sup>۶۳</sup>

قرآن کی خدمت کے سلسلے میں سب  
لوگوں سے زیادہ ثواب حضرت ابو بکرؓ کو  
ملے گا۔ کیونکہ آپؓ سب سے پہلے وہ شخص

تھے جس نے قرآن پاک دو گنتوں کے درمیان محفوظ و جمع کیا۔

حضرت عثمانؓ کے متعلق فرماتے تھے۔ لوگو! حضرت عثمانؓ نے جمع مصاحف

اور ان کی اشاعت کے متعلق جو کچھ ہماری رائے سے کیا۔ ان کی جگہ ہم ہوتے تو بھی ایسا  
ہی کرتے۔ (تاریخ الخلفاء)

الخص من نبی امت سے بغیر قرآن دیئے رخصت ہوئے نہ آپؐ سے منصب

رسالت میں معاذ اللہ کوتاہی ہوئی نہ دین ناقص رہا۔ قرآن کی حفاظت کرنے والے

خدا نے شیطان دشمنان قرآن سے مشورہ کیے بغیر نبیؐ اور اس کے اصحابؓ سے

اپنے اپنے زمانے میں خدمت قرآن کے سب مراحل طے کرا دیئے۔ عہد نبویؐ میں

یکجا مصحف جمع نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ رفتہ رفتہ قرآن اتر رہا تھا۔ کئی آیات منکامی

اور وقتی ہوتی تھیں جو کچھ سرحد بعد منسوخ ہو جاتی تھیں۔ اب اگر معاً قرآن بکھا گیا ہوتا

تو اغلب یہ تھا کہ کسی تک منسوخ آیت کی اطلاع نہ پہنچتی اور وہ یونہی یاد کر لیتا۔ یا

مصحف میں درج کر لیتا تو بعد میں انتشار واقع ہو جاتا۔ الحمد للہ اور اس کے رسولؐ

نے باقاعدہ حفظ قلوب سے جمع کا اہتمام فرمایا جو آیت منسوخ کرنی ہوتی وہ خود بخود

پیچید اور صی بہ کرام کو بھلا دی جاتی۔ جیسے ارشاد ہے۔

ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے

ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی لاتے ہیں

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا

نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا وَنُنسَخُ بِهَا خَيْرًا<sup>۶۴</sup>



سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَلْسُ الْإِبْرَاهِيمَ  
 ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہ  
 بھولیں گے بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ

(بصورت نسخ) کھیلانا چاہیے۔

اس موضوع پر اتنا کافی ہے۔ اب ان سہ سوالات کا جواب ختم کیا جاتا ہے۔  
 سوال ۴۸۔ آپ مسلمان کا تباہ دہی کی لمبی چوڑی فہرست لکھتے ہیں جس  
 سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور قرآن مجید لکھواتے رہے اور محفوظ فرماتے رہے لیکن  
 تعجب ہے کہ بعد از رسول زمانہ عثمانؓ تک لوگوں کو قرآن نہ مل سکا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟  
 جواب۔ خط کشیدہ جملہ کے پیور بتاتے ہیں کہ یہ کوئی یہودی یا عیسائی مسلمانوں  
 کو قرآن مجید لکھ کر محفوظ کرنے پر ڈالت رہا ہے۔ الحمد للہ بھٹی واقفی ہم ہی مسلمان  
 ہیں اور ہم ہی قرآن کی کتابت اور حفاظت کرنے والے ہیں۔

ایں سعادت بزورِ باز و نبیت تانہ بخشہ خدائے بخشندہ

قرآن کے جمع و محفوظ ہو کر گھر گھر پہنچنے اور پڑھے جانے سے جو آپ کو دکھ اور  
 قلق ہے وہ آپ کو مبارک ہو۔ ہم بالایہ تفصیل لکھ چکے ہیں کہ عہد نبوی میں قرآن حفظ  
 و کتابت دونوں طرح جمع تھا۔ مگر نسخ و اضافہ کا احتمال تھا۔ اس لیے مکتوب پر اعتماد نہ کرایا  
 گیا۔ پھر دور صدیقی سے دو عثمانؓ تک کتابت جمع ہو گیا تو بھی حفظ پر اعتماد تھا۔ مگر  
 اب اسلامی حکومت کی وسعت، کثیر تعداد مجبوں کے اسلام میں داخلے کی بنا پر تبلیغ قرآن  
 کو منظم کرنے کے لیے کتابی مصحف پر اعتماد کیا گیا اور اختلاف کی بڑھ کاٹ دی گئی۔

آپ کو چونکہ قرآن کریم اور اسلامی اصول کے اتحاد سے بیر ہے۔ آپ چاہتے ہوں گے کہ  
 اسے یکجا جمع نہ کیا جاتا تا کہ احادیث میں انتشار کی طرح آج قرآن بھی بیسیوں قسم کا ہوتا  
 ہر ایک کے پاس الگ آیات ہوتیں۔ مگر اللہ نے مجوس و یہود کی یہ سازش ناکام کر دی اب  
 وہ دم گھٹ کر حسب موقعہ قرآن پر حملے اور اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ قرآن  
 اور اس قرآن و سنت کا بگاڑ کچھ نہیں سکتے۔

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور قرآن کو اپنی  
 بَرِيدُونَ أَنْ يُحْفِظُوا نُورَ اللَّهِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ فِيكُمْ نُّورًا  
وَلَكُمْ فِي الْكَافِرُونَ (توبہ)

پھونکوں سے بچا دیں مگر اللہ اس سے  
انکاری ہے۔ وہ نورِ قرآن کو سب دنیا

میں پورا پھیلائے گا۔ گو کفار کو یہ بات ناپسند ہوگی۔

سوال ۴۹۔ آپ کو حافظوں پر بہت ناز ہے۔ لہذا آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ

صحابہ میں بہت حافظِ قرآن تھے۔ چنانچہ بتائیے حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ میں  
حافظِ قرآن کون تھا۔ حوالہ مکمل دیجئے۔ کتابیں اپنی دیکھیے۔

جواب۔ جی ہاں، اس نعمتِ خدا داد پر الحمد للہ ہم کو ناز ہے۔ آپ کو رونے پڑنے

سہر پہی ڈالنے، ازواجِ نبیؓ، بناتِ نبیؓ، یارانِ نبیؓ، اصحابِ نبیؓ اور اقرباءِ نبیؓ پر تیرے  
کرنے اور متو کرنے پر تو ناز ہو اور ہمیں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی کتابِ ہدایت و

شفاف پر بھی ناز نہ ہو؟

ہر کسے راہِ کار سے ساختند میل اور در دانش انداختند  
آپ کے سیاہ پوش، مے نوش عزا دار طائفے حافظِ قرآن کی جماعت اور محصور طلبہ کتاب  
کو گلی کوچوں میں ہزار گھوریں۔ آواز سے کہیں، طنزیں لگائیں اور منہ چڑھائیں۔ یہ قرآن  
دشمنی اور سیرتِ بولہبی ان کو مبارک ہو۔ ان شاء اللہ قرآنِ نبیؓ، جماعتِ نبیؓ اور اہلبیتِ نبیؓ  
ہمارے ہیں۔ قیامت کے دن ہم انہی کے دامنِ پناہ میں ہوں گے۔ آپ وہاں بھی گندھک  
کا کالا کرتہ پہنے اور زنجیروں سے لیس ماتم کدوں میں استکبار ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

صحابہ کرامؓ میں ہزاروں حافظ و قاری تھے۔ عام صحابہ  
خلفاءِ راشدینؓ حافظِ قرآن تھے

میں شہید ہوئے تو بقیہ کی تعداد کا کیا کہنا؟ پھر اکابر و اجل صحابہؓ کے حافظِ قرآن ہونے  
میں شک کسے ہو سکتا ہے؟ کہ ضرور ان کے نام کے ساتھ الحافظ بھی لکھا جائے۔ مع ہذا  
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں علامہ نوویؒ لکھتے ہیں۔

۱۔ قال النووی فی تہذیبہ  
الصدیق احد لصحابۃ الذین حفظوا  
علامہ نوویؒ شارحِ مسلم، تہذیب میں لکھتے  
ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ان صحابہ میں سے



القرآن کلہ دینہ الحلفہ۔  
تھے جنہوں نے عہد نبوی ہی میں سارا قرآن  
حفظ کیا تھا۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے متعلق اکابر صحابہ کا بیان کیجیے۔

۲۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ (ا) اگر عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پڑے میں رکھا جائے  
اور دوسرے پڑے میں تمام زمین کے لوگوں کا تو عمرؓ کا علم ان کے علم پر غالب آجائے۔ (ب) شبہ  
صحیہ سمجھتے تھے کہ عمرؓ کی وفات سے ۹ حصے دین چلا گیا۔ (طبرانی حاکم تاریخ المصنفین ص ۵۵)  
(ب) ابن مسعودؓ ہی فرماتے ہیں کہ جب نیکوں کا ذکر کیا جائے تو عمرؓ کو بھی ضرور مبارک  
اور خراج تحسین پیش کیا کرے۔

ان عمر عمن بکتاب اللہ و  
افقہنا فی دین اللہ (یصا)  
بے شک عمرؓ سب سے زیادہ اللہ کی کتاب  
کے عالم تھے اور ہم سب سے بڑھ کر اللہ کے  
دین کو سمجھتے تھے۔

(ج) حضرت قبیصہ بن جابرؓ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے حضرت ابو بکرؓ سے بہتر اور  
رعایا پر شفیق کوئی نہیں دیکھا اور میں نے حضرت عمرؓ کے سوا کتاب اللہ کا بڑا عالم اللہ کے  
دین کا بڑا سمجھدار اللہ کی حدوں کو قائم کرنے والا اور لوگوں کے دلوں میں زیادہ باریب  
نہیں دیکھا اور حضرت عثمانؓ سے بڑھ کر زیادہ حیا والا نہیں دیکھا (ابن الاثیر ج ۱ ص ۱۴۱)  
یہ واضح اور شبہ سے بالا بات ہے کہ باتفاق صحابہؓ اعلم بکتاب اللہ اور اقر بکتاب اللہ  
افقہ فی دین اللہ کی شان والے حضرت عمرؓ یقیناً حافظ تھے۔

۳۔ حضرت نائلہ زوجہ عثمانؓ بلوایوں سے کہتی تھیں۔ ”یہ ایک رکعت میں سارا قرآن  
پڑھتے ہیں اور پوری رات لگاتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء)

۴۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں اتری جس کو میں نہ جانتا  
ہوں کہ کہاں اور کن لوگوں کے بارے میں اتری۔ (طبقات ابن سعد)  
ختین کا یہ فعل و قول حافظ ہونے کی شہادت ہے۔

عبدالرحمن مہمئی کہتے ہیں کہ میں نے مقام ابراہیمؑ میں ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا

فاتحہ شروع کیا اور اس تک ختم کیا۔ پھر سلیتا بنا۔ میں نے دیکھا تو وہ عثمان بنے  
عفان تھے۔ (حلیۃ الروایۃ ص ۵۶)

سوال ۵۰۔ اگر صاحب ثلثہ حفاظ قرآن نہ تھے تو پھر شیعوں پر باوجود موجودگی  
حفاظ کے یہ طعن کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب۔ شیعہ حضرات کو جب موجودہ قرآن کی ترتیب و تکمیل پر ایمان ہی نہیں ہے۔  
تو وہ اس کے حفظ میں مختار اور وقت کیوں کھپا رہے اس لیے ان کا حافظ نہ ہونا ایک  
عقلی اور مشاہدہ کی بات ہے۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص بحث و مباحثہ اور مناظرہ و جدال  
کی خاطر کچھ سورتیں یا پارے یاد کر لے ایسے خود غرض یا ناقص حفظ کرنے والے حفاظ  
یہود و نصاریٰ۔ آریہ اور منہود وغیرہ ان قوموں میں بھی پائے جاتے ہیں جو مسلمانوں  
سے مذہبی مناظرے جاری رکھتے ہیں۔ بالفرض خانہ پری کے لیے ایک آدھ مان بھی لیا  
جائے تو التادیر کا معدوم شیعہ کا کمال نہ سمجھا جائے گا اور یہ مقولہ درست ہی رہے گا کہ  
”شیعوں میں حافظ قرآن نہیں ہوا کرتے“۔ چنانچہ شیعہ علامہ محمد حسین ڈھکو شیعوں کو شرم  
دلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”کس قدر شرم کی بات ہے کہ حافظ قرآن ہونا تو درکنار قاری  
قرآن بھی بہت کم ملیں گے۔ نماز باجماعت اور نماز جمعہ سے تو غرض ہی کیا۔ غنابات عالیہ  
کی زیارات کو اگر ۱۰ جائیں گے تو حج کو پانچ بھی نہیں۔ امام باڑوں کی عمارتیں عالیشان  
ہیں۔ ہزاروں روپے کا شیشہ آلات وغیرہ موجود ہیں مگر مساجد ویران پڑی ہیں۔“  
(سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین ص ۵۴)

### حضرت علیؑ کے جمع قرآن کا افسانہ

سوال ۵۱۔ آپ کے مذہب کی معتد کتاب اتقان سید طی ج ۱ پر لکھا ہے کہ حضرت  
علیؑ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ قرآن میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ پس میرے دل نے کہا میں  
نماز کے سوا اپنی ردا نہ پہنوں گا تا اینکه میں قرآن جمع کر لوں حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ آپ نے  
ٹھیک دیکھی۔ یہ روایت عکرمہ سے مروی ہے جو مذہب سنیہ کا معتد امام ہے اور اس روایت  
کو ہر سنی درست مانتا ہے۔ کیا یہ ثبوت کافی نہیں کہ بعد از رسولؐ آپ کے مذہب کی مبدی بقی



کلام خدا میں اضافہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے قائل مسلمان ہی ہوں گے۔ پھر آپ قرآن کے الہامی غیر محرف ماننے کو کس دلیل سے تقویت دے سکتے ہیں؟  
 جواب۔ اتقان کی روایت صحیح ہو یا غلط۔ یہ تو بعد کی بات ہے۔ آپ نے تو لمبی چوڑی تقریر کر کے قرآن کے محرف اور غیر الہامی ہونے کے اپنے عقیدہ کو واضح کر ہی دیا اب آپ ہمارے بجائے غیر مسلموں سے ہی اپنے متعلق فتویٰ پوچھ لیں کہ آیا آپ دشمن قرآن اور خارج از اسلام ہوئے یا نہیں۔ آپ نے یہ حوالہ نقل کرنے میں بھی خیانت سے کام لیا۔ اصل عبارت یہ ہے۔

”الوداد نے کتاب المصاحف میں بسند حسن عبد خیر سے یہ نقل کیا ہے اس نے کہا میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خدمت قرآن کے سلسلے میں سب سے زیادہ ثواب ابو بکرؓ کو ملے گا۔ اللہ کی ان پر رحمت ہو وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اللہ کی کتاب کو جمع کیا۔ لیکن ابن سیرین کی سند سے یہ روایت بھی نکالی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے میں نے قسم کھالی کہ اس وقت تک چادر نہ اڑھونگا جب تک قرآن جمع نہ کر لوں چنانچہ میں نے جمع کیا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں یہ اثر ضعیف ہے کیونکہ اکی سند منقطع ہے۔ (یعنی درمیان کے راوی نہیں ہیں) اور اگر اسے صحیح فرض کیا جائے تو حضرت علیؓ کا مطلب بطور یادداشت حفظ اور جمع کرنا ہے۔ عبد خیر کی سابقہ روایت ہی آپ سے صحیح ہے اور قابل اعتماد ہے۔“

پھر علامہ سیوطی ایک اور سند سے یہی روایت نقل کرتے ہیں جس کا مفید مطلب ناقص

حوالہ متعرض نے دیا ہے۔ وہ پوری یوں ہے۔

”عکرمہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کے بعد حضرت علی بن ابی طالبؓ گھر میں بیٹھ رہے حضرت ابو بکرؓ سے کہا گیا کہ حضرت علیؓ نے آپ کی بیعت ناپسند کی آپ نے قاسد بھیج کر پھوپھوایا۔ کیا آپ نے میری بیعت کو پسند نہیں فرمایا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ایسا نہیں۔ پھر آپ کیوں بیٹھ رہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں نے خیال کیا کہ اللہ کی کتاب میں زیادتی کی جا رہی ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں نماز کے بغیر چار دن نہ

پہنوں کا جب تک کہ قرآن جمع نہ کر لوں حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ آپ نے اچھا خیال کیا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عکرمہ سے کہا۔ کیا صحابہ کرامؓ نے اسی ترتیب پر قرآن جمع کیا کہ جو آیت و سورت پہلے انزی اسے پہلے لکھا؟ تو عکرمہ نے کہا کہ اگر تمام جن والنس جمع ہو کر ایسی ترتیب دینا چاہتے تو ایسا نہ کر سکتے۔ ابن اسبتہ نے ایک اور سند سے ابن سیرین سے مصاحف سے یہ نقل کیا ہے۔ کہ میں نے وہ حضرت علیؓ کی مجموعہ کتاب تلاش کی اور اہل مدینہ کو بھی لکھا مگر میں اسے نہ پاسکا (الالتقان ج ۱ ص ۵۸)

اس روایت کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کے رواقہ پر جرح و تنبیہ کی گئی ہے۔ ایک راوی ہودہ بن خلیفہ ہیں۔ امام احمد کہتے ہیں۔ وہ ٹھیک حدیثیں بیان نہیں کرتا تھا ہاں میرے خیال میں راست گو تھا۔ ابن معین اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ایک راوی عون بن محمد کی ولدیت مجہول ہے۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں عون نامی تین راویوں کا ذکر یوں ہے۔ عون بن عمارہ قیس البصری۔ امام بخاری کہتے ہیں۔ وہ مرد منکر روایتیں بیان کرتا تھا۔ ابوداؤد ضعیف کہتے ہیں۔ ابوحاتم ضعیف اور منکر الحدیث کہتے ہیں۔ دوسرے عون بن عمرو انوریاح ہیں۔ اسے ابن معین لاشی کہتے ہیں۔ امام بخاری منکر الحدیث اور مجہول کہتے ہیں۔ تیسرے عون بن محمد کندی ہیں۔ یہ اخباری قند گو تھا۔ صولی کے سوا کسی نے اس سے روایت نہیں کی۔ ایک عون ابو محمد کنیت والے بصری بخاری اشعری سے راوی ہیں۔ یہ بھی مجہول ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۰۴۔ بہ حال جب سندا یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے اور مضموناً منکر یعنی ثقات کی روایت کے خلاف ہے۔ تو تخریف قرآن یا ایک سے قرآن کی جمع و ترتیب پر اس سے استدلال باطل ہے۔

روایت کے متعلق دوسری بات یہ ہے کہ بظاہر یہ روایت بتاتی ہے کہ حضرت علیؓ ترتیب نزولی پر قرآن جمع کرنا چاہتے تھے اور اس کے خلاف ترتیب کو ایک قسم کا اضافہ جانتے تھے۔ مگر کوشش کے باوجود آپؓ ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ ہر سورت کی فردا فردا شان نزول پرچیان ہیں کرنا اور پھر جمع کرنا تمام جن والنس کے بس کا رنگ نہ تھا چہ جائیکہ وہ ایک



نماز کے وقفہ میں مکمل ہو جائے۔ بالفرض اس کا وجود مانا بھی جائے تو آپ کا یہ مرتبہ نثر حکمت الہی سے مقبول عام اور شائع ہونے کے بجائے مفقود ہو گیا کہ تلاشِ بسیار کے باوجود ابنِ سیرین جیسے علماء کو بھی نہیں ملا جس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اللہ کے ہاں قرآن کی یہی ترتیب صحیح اور واجب العمل ہے جو موجودہ ہے۔ اور یہی لوحِ محفوظ کے مطابق ہے اس کے سوا ہر سعی و ترتیب کا اللہ نے نشان مٹا دیا اور قرآن پاک کو اختلاف و تحریف سے محفوظ کر دیا۔ لہذا اسی قرآن کی صحت و ترتیب کو ماننا واجب ہے اور اس کے خلاف کہنا، سمجھنا، زندقہ اور بے ایمانی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے فرمان کا مقصد جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ تو یہ ہے کہ قرآن کو محفوظ کتابی شکل میں کر لینا چاہیے۔ اور میں بھی یہ خدمت بجا لا سکتا ہوں کیونکہ نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ وہ زبانی تعلیم و تعلم کی صورت میں دانستہ یا نادانستہ جملہ بڑھا گھٹا بھی سکتے ہیں تو اندیشہ ہے کہ غیر جمع اور غیر مکتوب و محفوظ ہونے کی صورت میں اس کی اصلیت متاثر ہو۔ جیسے دورِ عثمانؓ میں حضرت خذیفہؓ نے اذیہ میں لوگوں کو اختلاف کرتے دیکھا تو حضرت عثمانؓ تک پہنچے۔ جیسے مفصل حدیث گزری۔ تو حضرت علیؑ کا یہ فرمان جمع قرآن کی ضرورت کا اظہار اور مشورہ ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ نے دیا تھا۔ اور جب حضرت ابوبکرؓ نے اس پر عمل کر کے قرآن کو مجموع و مکتوب و مصحف کر لیا تو وہ خدشہ ہاتار ہا۔ شبہ کو قلق اس بات کا ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ سے یہ خدمت نہیں لی گئی۔ تو خلیفہ وقت کسی بزرگ کا مشورہ قبول کر کے جانفشانی اور سخت محنت کا کام کسی اور کے سپرد کر سکتا ہے۔ اور یہی حضرت ابوبکرؓ نے کیا کہ زید بن ثابتؓ کو اس بارگراں کا ذمہ دار بنایا۔ اب کیا حضرت علیؓ کو حضرت زید بن ثابتؓ کے مجموع و مکتوب مصحف پر اعتراض تھا؟ تاریخ و سیرت اس کی کوئی نشاندہی نہیں کرتیں۔ کیا حضرت علیؓ نے اس کے برعکس ترتیب پر کوئی قرآن جمع کیا یا اس کو پڑھا پڑھایا۔ اس کا ذکر بھی کسی ٹھوس روایت یا معتبر کتاب میں نہیں ہے۔ بلکہ حضرت علیؓ نے اور پھر ان کی اولاد نے بھی وہی قرآن پڑھا پڑھایا جو سب لوگوں کے ہاتھ میں مصحف تھا۔ اب خود بخود

قرآن کو مشکوک ظاہر کرنے اور اپنی ذہنی تباہی کے لیے حضرت علیؑ کے اتنی مشورہ مع خدشہ کو غلط رنگ دینا ایسی عقلمندی اور انصاف و دین کی بات ہے۔ اللہ شہید کو فہم صحیح اور قرآن سے محبت نصیب کرے۔

سوال ۵۲۔ آپ کی صحیح بخاری میں ہے کہ رسول قرآن بھول جاتے تھے جب صاحب کتاب نبی ہی تھے جسے جاسے تو کلام کی سحت مشکوک ہو جاتی ہے۔ لہذا آپ کے مذہب میں قرآن معتد نہ رہا اور نہ ہی حضرت رسولؐ قائم رہی جو کتب و سنت ہی معتد نہ رہی اور مشکوک ہو گئی تو مذہب یقینی کیونکر ہوا؟

جواب۔ یہ دھواں دھار تقریباً بیخ قرآن میں موجود ہے۔ علامہ سید ابوبکر علیہ السلام پر اگر کی ہے تو بالکل غلط اور بے جا ہے کیونکہ یہ سنت و اجماع تبلیغ احکام اور تعلیم قرآن میں نہ سہو پیچ کے قابل ہیں نہ شبہ کی طرح تفسیر و رد یا مصلحت اندیشی کے رنگ لاپتے ہیں تبلیغ دین میں سہو نہ ہو سکتا پر حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے۔

”علامہ سید ابوبکر فرماتے ہیں۔ اگر آپ کہیں حضور صلی اللہ علیہ السلام کا قرآن بھولنا کیسے جائز ہے؟ میں کہتا ہوں بھولنا درست نہیں، منجانب اللہ بھلنا نامراد ہے۔ اور یہ اختیاری چیز نہیں ہے۔ جمہور علماء کے قول میں آپ پر نسب صرف ان امور میں بائز ہے جن کی تبلیغ و تعلیم آپؐ فرماتے ہوں۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ نہ بیان بخیر نہ ہو بلکہ یاد آجائے۔“

وما غيرة فلا يجوز قس التليغ واما  
نسيان ما بلغه كما في هذا الحديث  
جاء في حاشية بخاری ج ۲ ص ۵۳۷

تبلیغ و تعلیم کے امور میں اور ایسی آیات  
میں تبلیغ سے پہلے بھول جانا جائز نہیں ہاں  
تبلیغ کے بعد جائز ہے (یعنی امکان عقلی ہے)

جیسا کہ حدیث ہذا میں ہے۔“

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق آیا فَسَّيَ۔ آپ بھول گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انشاء اللہ نہ کہنے کے سلسلے میں ارشاد ہے۔ وَذَكَرَ رَبَّهُ ذَ السَّبِيَّتِ کہ



کسی وقت اللہ کا نام لینا بھول جائیں تو یہ خدا کو یاد کر لیں۔ ان آیات ان روستہ تا  
 ممکن ہے کہ لازمہ بشری کے تحت کسی وقت کوئی آیت آپ کے ذہن مبارک سے اوجھل  
 ہو جائے پھر کسی کے پڑھنے سے یاد آجائے۔ حدیث محولہ بالا کا مقصد یہی ہے۔ یہ عارضی  
 بھول چوک غیر اختیاری معاف اور بے عیب چیز ہے۔ مذہب شیعہ کے ستون محقق موسیٰ  
 نے اپنی تفسیر البیان میں آیت **وَإِنَّمَا يُنِيبُكَ الشَّيْطَانُ** دیت کے تحت لسانِ پیغمبر کا صاف  
 اقرار بلکہ سنی و شیعہ کا متفق علیہ مسئلہ ہونا بتایا ہے۔ **العرض شور و شغب خاص تفکر وغیرہ**  
 کی صورت میں لازمہ بشری کے تحت امکان ہے کہ محض تلاوت و قرأت میں کوئی لفظ  
 بھول چھوٹ جائے۔ اس کا تبلیغ دین اور پیغمبرانہ حیثیت پر اثر بالکل نہیں پڑتا۔ حضرت  
 شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ شریعہ ص ۱۱۸ میں شیعہ کے اسی کید ص ۱۲۰ کے جواب میں فرماتے ہیں۔  
 اور سابق گزرا کہ سہ افعال بشریہ میں کچھ کوتاہی نہیں کرتا تا کہ انبیاء کو اس سے بچائیں۔ ہاں  
 احکام الہی پہنچانے میں سہر و انہیں ہے سو کسی نئی کو ہوا بھی نہیں۔ مگر غلبہ یہ ہے  
 کہ محولہ بالا روایت یا تو نسخ کے سلسلے میں ہے کہ جو آیات اللہ تعالیٰ منسوخ کرتے ہیں۔ وہ  
 پیغمبر علیہ السلام کو بھلا دیتے ہیں۔ اس میں کوئی عیب کی بات نہیں۔ ارشاد ہے۔

**مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلَمْ يَحْزَنْهُ فَلَمْ يَنْسَهِ لَمْ يَأْخُذْ بِهِ** ہم آپ کو قرآن پڑھائیے تو آپ نہ بھولیں  
 گے۔ بجز اس (منسوخ) حصہ کے جو اللہ بھلا نا چاہے۔

یاعارضی طور پر ذہن سے ذہول مراد ہے جو طبع بشری سے پھر حلیہ می یاد آجاتی  
 ہے۔ محدث اسماعیلی نے لسانِ پیغمبر کی یہ دو صورتیں ذکر کی ہیں جو موجب طعن نہیں ہے۔

(فتح الباری بحوالہ حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۴۵۳)

لہذا ہمارے اصول مذہب پر نہ کلام اللہ کی صحت مشکوک ہوئی نہ حیثیت رسول پر  
 حرف ایانہ کتاب و سنت غیر معتد اور مشکوک ہوئی یہ سب دشمن کے دل کی جبلت ہے۔  
 ہاں شیعہ اصول پر کتاب اللہ کی صحت۔ کتاب و سنت کا اعتقاد اور مذہب کا یقینی ہونا  
 بالکل ختم ہو گیا۔ کیونکہ وہ کتاب اللہ کو محرف مانتے ہیں۔ سنت رسول کو بعد از وفات  
 حجت اور قابل اتباع مانتے ہی نہیں۔ نبوت کے بجائے امامت ایجاء کی گرا سے بھی

نفسہ کی نذر کر دیا۔ حضرت جعفر و باقر جیسے بزرگ بھی النقیۃ من دینی ومن دین ابائی کا درس دیتے رہے۔ اور اپنے شیعوں کو مہدی غائب کا تصور دلا کر مذہب اور وحی الہی کا یوں صفایا کر دیا۔

فما من شیء علیہ الناس یوحى  
وہو منہ ف عما نزل بہ لوحی من عند  
للہ فاجب رحمۃ اللہ من حبث یدعی  
ی حبث یدعی حتی یاتی من لیسنا نف بکم  
دین اللہ اسینافاً۔ (مجالس المؤمنین ج ۲ ص ۲۴۵)  
آج جس مسئلہ پر بھی سب لوگ (شیعہ و سنی) قائم  
ہیں وہ اس وحی کے برخلاف ہے جو اللہ کی  
طرف سے اتری۔ اسے زائرہ اللہ کی سمجھ پر حجت  
ہو تجھے جو جو بات (متضاد باتیں) ماننے کو کہا  
جائے ماننا عجایبان تک کہ وہ ہستی (الہامیہ)  
کبائے جو تم کو نئے سرے سے اللہ کا دین (وحی الہی) کے مطابق، سکھائے

اس حدیث نے تو ملت جعفریہ اور ان کے دین جعفری کا بھانڈا پورا ہے، میں بھوٹ دیا۔  
کہ امام جعفر و باقر نے بھی وحی الہی والا صحیح دین اپنے شیعوں کو نہیں پڑھایا۔ تاہم گہراں  
چہ رسد۔

سوال ۵۳ آپ کی بے شمار احادیث کی کتب  
بیشبائشہ تخریف قرآن کے قائل ہیں | میں متعدد شواہد مرقوم ہیں کہ آپ کے مذہب کے  
مطابق قرآن محرف ہے اور اس میں کمی بیشی کی گئی ہے۔ مثلاً آیتان میں ہے کہ سورۃ  
احزاب کی دو سو آیات تحسیر لیکن اب ۴۳ ہیں باقی کیا ہوئیں۔ اگر مٹو خ ہوئیں تو اس کی  
ناسخ آیات کی نشاندہی کی جائے۔ اسی طرح آیتان جہ ۲۵ پر ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا تم  
میں سے کوئی برگزیدہ کہے کہ میں نے پورا قرآن لے لیا۔ اسے کس نے بتایا کہ پورا قرآن کتنا تھا  
حالانکہ اس میں سے بہت سا قرآن جاتا رہا ہے۔ لیکن اسے یہ کہنا چاہیے کہ میں نے اتنا لیا  
ہے جتنا قرآن میں سے ظاہر ہوا ہے۔ ان روایات کی موجودگی میں آپ کے مذہب کے  
مطابق قرآن محرف ہے ذرا تشریح فرمادجیے۔

جواب۔ مثلاً تخریف قرآن صرف شیعہ کا مسئلہ ہے۔ ان یہ اقرار دے کے ساتھ  
ان کا اس پر اقرار ہے۔ ان کی وہ ہزار ہا متواتر روایتیں ہیں جو تخریف قرآن پر دلالت ہیں



صریح ہیں۔ وہ سب ثقہ ثقات شیعہ کی مبرکتوں کا کافی گواہی دیتے ہیں۔ وہ اس کے خوف مرنے کا اعتراف بھی کرتے ہیں یہ عقیدہ ان کی عقل و فہم کے مطابق ہے کیونکہ جب وہ سب صحابہ کرام کو ان کا سب اور بے ایمان سادہ اللہ جانتے ہیں۔ اور مستثنیٰ ۳۰۳ حضرات کو تفسیر کہنے والے بتاتے ہیں تو ان صحابہ کرام سے منقول قرآن پاک کیسے درست ہو سکتا ہے۔ ان کی اہمات کتب کافی گواہی دیتے ہیں کہ اس عقیدہ سے بھری پڑی ہیں جن کی تفصیل کا یہ واقعہ نہیں ہے اور سنی علماء اسلام نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں تو شیعہ حضرات اٹھ چور کوٹوال کو ڈانٹتے۔ شانہ طعن تحریف سے بچنے کے لیے اہل سنت کی بحث نسخ کی روایات کو معارضہ میں پیش کر کے مسئلے کا رخ پھیر دیتے ہیں اور اپنے عقیدہ پر یہ وہ ڈال کر جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

سم کہتے ہیں یہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بالکل مذموم اور بوسیدہ حرکت ہے۔ شاہد بزرگ گٹ کی طرح رنگ بدلیں وہ اپنے تحریف قرآن کے عقیدہ سے دامن چھڑا نہیں سکتے۔ میں کہتا ہوں شیعہ حضرات درج ذیل فتویٰ لکھ دیں ہم ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔ ہم تمام شیعوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک جو لوگوں کے پاس موجود ہے یہ بالکل وہی قرآن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو پڑھا کر ان کے سپرد کر گئے اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ نہ آیات کا اضافہ ہوا نہ نکالی گئیں۔ نہ آیات اور سورۃ نئی از نیب بدلائی گئی۔ اور جو شخص بعد از زمانہ نبوت اس میں کسی قسم کی تحریف اور کمی بیشی کا قائل ہو وہ ہمارے نزدیک خارج از اسلام اور بے ایمان ہے۔ اس سے دین کی کوئی بھی بات حائل کرنا حرام ہے۔ ایسے لوگوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تمام سنی اس فتویٰ پر دستخط کرنے کو تیار ہیں۔

شیعہ حضرات اگر واقعی تحریف کے منکر صحت قرآن کے قائل اور منکر کوکا فرماتے ہیں تو سب ذمہ دار علماء دستخط کر دیں۔ جگر ختم ہو جائے گا۔ گو شیعوں سے ایسی توقع نہیں ہے۔

یہ باز و میر سے آئے ہوئے ہیں۔

جب شیعوں ایسا کہہ کر نہیں دے سکتے اور واقعی نہیں دے سکتے کہ ان کے قائل تحریف تمام محدثین کا فرہو جابٹیں گے۔ ان کی اہمات کتب سب بے اعتبار ہو جائیں گی۔ وہ امامت کے مسئلے پر بھی حدیث پیش نہیں کر سکیں گے کیونکہ روایات تحریف قرآن کتب شیعہ میں مسئلہ امامت سے کم نہیں دو ہزار سے زائد ہیں۔ ثقہ مؤلفین نے اپنی ثقہ و اساسی کتب میں درج کی ہیں۔ وہ خود تحریف کے قائل تھے ایسی صورت میں القان وغیرہ سے اختلاف قرائت اور منسوخ قسم کی روایات سے استدلال کرتے وقت شیعہ حضرات کو کچھ تو انصاف اور شرم و حیا کی لاج رکھنی چاہیے۔ تحریف قرآن پر اگر مواد دیکھنا ہو تو علامہ نوری شیعہ ایرانی کی کتاب ”فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب“ کا مطالعہ کریں۔ وہ کتاب جو زمانہ پرست شیعہ کے مفاد کے خلاف ہے۔ اس وجہ سے حکومت ایران نے اس پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔ صرف چند روایات پیش خدمت ہیں۔

۱۔ بہت سی معتبر حدیثیں ہیں جو قرآن میں کمی بیشی پر صریح دلالت کرتی ہیں علاوہ ان احادیث کے جو دلائل سابقہ کے ضمن میں بیان ہو چکی ہیں اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قرآن مقدار نزول سے بہت کم ہے اور یہ کمی کسی آیت یا سورت کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہ حدیثیں ان کتب متفرقہ میں پھیلی ہوئی ہیں جن پر ہمارے مذہب کا اعتماد ہے۔ اور شیعہ مذہب کا ان کی طرف رجوع ہے۔ میں نے وہ سب حدیثیں (فصل الخطاب میں) جمع کر دی ہیں جو میری نظر سے گزری ہیں۔ (فصل الخطاب ص ۲۱ مطبوعہ ایران)

اس اقتباس میں تین اقرار موجود ہیں۔ ۱۔ احادیث تحریف قرآن کثیر اور معتبر ہیں۔

۲۔ تحریف قرآن پر صاف دال ہیں۔ ۳۔ ان کتب میں ہیں جو مذہب کی اساسی کتب ہیں۔

تحریف کی روایات بہت ہی زیادہ ہیں۔

یہاں تک کہ سید نعمت اللہ جزائری نے

اپنی بعض تالیفات میں کہا ہے کہ تحریف پر

دال حدیثیں دو ہزار سے زائد ہیں۔ ایک

جماعت نے ان کے متوازن و مستفیض ہونے

۲۔ وہی کنیرۃ جداحتی

قال اسید نعمۃ اللہ الجزائری

و اخبار الدلۃ علی ذلک تزیید علی لفی

حدیث و ادعی استفادتها جماعۃ

کاملین و المحقق الداماد و علامۃ



کا اقرار کیا ہے۔ جیسے محقق داماد و مدام مجلسی  
و غیرہ نے بلکہ شیخ طوسی نے تفسیر قیام میں  
کثرت روایات تحریف کی تصریح کی ہے اور  
ایک جماعت نے تو ان کا دعویٰ کیا ہے۔

المجلسی بل الشیخ ایضا صرح فی التبیان  
بکثرتها بل ادعی تو انہا جماعۃ یأتی  
ذکرہم (فصل الخطاب ص ۲۲۴) بحوالہ رسالہ  
تحریف قرآن از مولانا اللہ یار خاں صاحب،

اس سے مزید و اقرار ثابت ہوئے کہ روایات تحریف دو ہزار سے زائد اور متواتر  
ہیں۔ بڑے بڑے محقق علماء نے ان کے مستفیض و متواتر ہونے کا اعتراف کر کے اپنے عقیدہ  
تحریف کی بھی شہادت دے دی ہے۔

چھٹا اقرار کہ عقلاً بھی شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ مستغنی از ثبوت ہے۔ اور خود  
ہمارے سائل عبد الکریم مشتاق زیر بحث سوال میں عقیدہ تحریف قرآن کا برملا اظہار کر رہے  
ہیں۔ شیعہ کے مستند اور مقبول عام ترجمہ مولوی مقبول دہلوی کے حاشیہ پر مسیوین آیات کو لفظی  
محرف بتلایا ہے۔ زبائرحال و ماضی کے متبر شیعہ علماء کی اس پر تصدیقات ہیں۔ کسی نے تحریف  
کی روایات پر اختلافی نوٹ نہیں لکھا۔ معلوم ہو کہ عقیدہ تحریف قرآن سب شیعہ علماء کا بنیادی  
مسلمہ عقیدہ ہے۔ صرف بطور تقیہ و کتمان اہل سنت یا اپنے عوام کے سامنے برملا اعتراف نہیں  
کرتے جیسے ان کے متقدمین و متاخرین علماء میں سے صرف چار علماء نے عقیدہ تحریف کا  
بظاہر انکار کیا مگر وہ بھی تقیہ ہے۔ کیونکہ قائلین تحریف قرآن کی کچھ نہیں کی۔ اصول کافی ج ۱  
کاباب تحریف (باب فیہ تنقہ من التزلزل فی الولاية) ص ۳۴ تا ۳۶ طبع ایران برعالم کو  
پڑھنا چاہیے۔ ہمارے سائل نے ایک نجی خط میں لکھا ہے کہ جو قرآن حضرت مہدی کے پاس ہے

التان کی مذکورہ بالا روایات کے کئی مرتبہ جواب دیئے

### التان کی روایات نسخ کا بیان

جا چکے ہیں۔ مگر صندی ختم چپ نہیں ہوتا۔ مزید عرض  
کیا جاتا ہے کہ یہ روایات نسخ کی فصل اور باب سے ہیں۔ بیانت پیشہ شیعہ مولفان کے  
محل وقوع تو بتاتے نہیں اور لوگوں کو گمراہی اور مغالطہ میں ڈالتے ہیں نسخ و دوسرے کثرت  
میں ہوا ہے۔ ایک نسخ فی الاحکام۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک حکم اتنا اور وہ اللہ کے علم میں  
محدود وقت کے لیے تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے موقع پر اس کے خلاف حکم نازل فرما کر

گویا اسے منسوخ کر دیا۔ البتہ منسوخ بعض دفعہ تلاوت سے بھی کر دیا گیا ہے کہ اب وہ آیات قرآن میں نہیں پڑھی جاتی ہیں اور بعض دفعہ تلاوت میں ہے مگر فی نفسہ منسوخ ہے جیسے بیوہ کی عدت کی آیت (البقرہ ع ۱۳۱) نے پہلے پوسے سال کی عدت بتائی ہے ع ۳۰ کی آیت نے چار ماہ دس دن کی عدت بتائی۔ اب دوسری پر عمل ہوتا ہے۔ اس نسخ کا ثبوت اس آیت سے ہے۔

مَا نُنسخُ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ (د پ ۱۳۶)

ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے یاد سے بھلا دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور آتا دیتے ہیں۔

بعض دفعہ نسخ تلاوت میں ہوتا ہے۔ اور یہ غیر احکام واقعات و اخبار میں بھی ہوتا ہے۔ یعنی اس کی تلاوت منسوخ کر کے خود اللہ تعالیٰ قرآن سے نکال دیتے ہیں اور لوگوں کو بھلا دیتے ہیں۔ جیسے سورۃ الاعلیٰ میں ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔

عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے آپ نہ بھولیں گے۔ بجز اس کے جتنا اللہ بھلانا چاہے۔

معلوم ہوا قرآن کا حسب مشیت الہی کچھ حصہ صرف بھلا کر منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ سورت احزاب اسی قسم سے منسوخ ہوئی کہ کوئی بھی باقی آیات منسوخہ کو نہ سنا سکا نہ کوئی تحریر ملی بلکہ افسانہ بن کر رہ گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مطلب تو واضح ہے کہ قرآن کے متعلق کوئی شخص یوں نہ کہے کہ جو کچھ اللہ نے اتارا تھا وہ سب اس کے پاس ہے کیونکہ اتارے ہوئے کا کچھ حصہ اللہ نے منسوخ کر دیا۔ لوج دل سے مٹا دیا۔ اب کسی کو یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کیا کچھ تھا اور کتنا منسوخ ہو گیا کیونکہ نسخ و انساز نہ بنایا خدا کا تقاضا یہی ہے۔ اب اسے یوں کہنا چاہیے کہ جتنا قرآن اللہ نے بر کسی کو یاد کرا دیا اور محفوظ رکھا اگر لوگوں کے ہاتھوں میں ظاہر دے دیا ہے اور وہ الحمد للہ الناس دو گنتوں کے درمیان مجلد ملتا ہے۔ وہی میرے پاس ہے۔



الغرض مذکورہ بالا روایات الاثقان ج ۲ عربی "الضرب الثالث بالنسخ تلاوتہ دونا حکمہ" کے تحت مذکور ہیں۔ اگر شیعہ مکمل حوالہ دیں تو ان کی مصنوعی امانت و تحقیق کا بھرم کھل جاتا ہے۔ اس لیے مبہم روایات نسخ کو کمی بیشی کی روایات ظاہر کر کے تخریف قرآن کا جھوٹا الزام جاہلین و مجافظین قرآن اہل السنۃ والجماعۃ پر لگا دیتے ہیں۔ یہیں علامہ سیوطی نے یہ سوال و جواب نقل کیا ہے۔

سوال۔ اس میں کیا حکمت ہے کہ حکم باقی رہنے کے باوجود تلاوت کو مرفوع و منسوخ مکر دیا گیا ہے۔ تلاوت کیوں نہ باقی رکھی گئی تاکہ حکم پر عمل کا اور تلاوت کا مٹاؤ اب مل جاتا۔

جواب۔ صاحب فنون نے یہ جواب دیا ہے کہ ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ اس امت کی فرمانبرداری کا وہ (اعلیٰ) درجہ ظاہر ہو جائے کہ بطور ظن بھی اپنی جانیں قربان کرنے میں بہت تیز ہے قطعی اور یقینی ذریعہ کا مطالبہ نہیں کرتی۔ بلکہ معمولی اشارہ سے عمل پر کمر بستہ ہو جاتی ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محض خواب دیکھنے سے بیٹا ذبح کرنے میں سرعت دکھائی حالانکہ خواب وحی کا سب سے کم تر ذریعہ ہے۔ (الاثقان ج ۲ ص ۲۵)

پھر کسی سلسلہ میں سورت احزاب کے کافی حصے کا منسوخ ہونا بتایا ہے۔ منجملہ اس میں یہ آیت نسخ بھی تھی۔

اذا ذنی الشیخ والشیخۃ فادجوھا جب (شادی شدہ) معمر مرد و عورت زنا البتۃ نکلا من اللہ واللہ عزیز حکیم کہیں تو انہیں سنگسار کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے۔ اللہ بڑے زبردست حکمت والے ہیں۔

آیت رجم کا حکم اب بھی باقی ہے۔ شیعہ بھی شادی شدہ محسن زانی جوڑے کو سنگسار کرنے کے قائل ہیں۔ علامہ سیوطی حکم کے باوجود نسخ الفاظ کے اغترار میں فرماتے ہیں کہ امت پر تخفیف کرنا مطلوب ہے کہ اس کی تلاوت مشہور نہ کی جائے اور قرآن میں نہ لکھی جائے اگرچہ اس کا حکم سنگساری، باقی ہے کیونکہ یہ بھاری اور سنگین

احکام میں نہ ہے اور تحت ترین حد ہے منسوخ کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ اسے چھپانا بہتر ہے۔

سائل کے سوال کا تہنیدہ کے عنوان سے اس بحث کے آخر میں خود علامہ سیوطی نے علامہ ابن حصار کے حوالے سے یہ جواب دیا ہے۔  
 ”اگر کہا جائے کہ ان آیات کا بغیر بدل کے نسخ کیسے ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے یا نہیں بھلاتے مگر اس سے بہتر یا اس جیسی آیت نازل کرتے ہیں۔ یہ خبر ہے اس میں تحوٹ کا امکان نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اب جو کچھ قرآن پاک میں ہے اور وہ منسوخ نہیں ہوا ہے تو وہ انہی آیات کا بدل ہے جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی پس جتنا قرآن اللہ نے منسوخ کر دیا جواب ہمارے علم میں نہیں ہے۔ تو اللہ نے اس کا بدل وہی قرآن بنایا ہے جسے ہم جانتے پہچانتے ہیں اور بطریقہ تواتر ہم تک اس کے الفاظ و معانی پہنچے ہیں (الاتقان ج ۲) امید ہے منصف مزاج اور اہل علم و دانش کے لیے اتنی بحث شافی اور تسلی بخش رہے گی۔

سوال ۵۴۔ کیا اللہ کے حلال کو رسول حرام قرار دے سکتے ہیں؟ قرآن مجید سے جواب دیجیے۔

جواب۔ اللہ کے حلال کا علم رسول کی زبان سے ہی معلوم ہوگا کیونکہ آپ وحی الہی کے ترجمان ہیں خدا کی طرف سے ایک چیز حلال بنا کر نسخ کا ذکر کیے بغیر اسے اسی جہت سے حرام بنائیں۔ یہ عقل کے بھی خلاف ہے۔ خدا و رسول کی باتوں میں تضاد نہیں۔ رسول نے جو کیا یا فرمایا۔ منشاء الہی کے تحت کیا کسی جہت سے اس پر حرف گیری دراصل خدا و رسول پر حرف گیری ہے۔ رسول اللہ نے جن کے گھر شادیاں کیں جن کو بیٹیاں دیں جن کو مصلیٰ پر کھڑا کیا، جن کو یار غار بنایا، جن سے اپنی ہریم رسالت کو رونق بخشی، جن کے مشوروں سے اسلامی ترقیاتی منصوبے بنائے گئے، جن کو ہمہ دم پاس رکھا، جن کو مشیر و وزیر بنایا، جن کی محبت کا لوگوں کو حکم دیا اپنے بعد جن کی اتباع



کا حکم فرمایا۔ رسول اللہ کے یہ سب اقوال و اعمال منجانب اللہ تھے۔ اور ایمان و ہدایت کا آئینہ تھے۔ آپ کے ان امور کے متعلقات میں کسی قسم کی قطعہ زنی ایمان کا خاتمہ اور رسول پر طعن ہے۔ سورت تحریم کی آیت لَعَنَ نَحْنُ وَمَا آخَلَّ اللَّهُ لَكَ رَأْيَ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی، کے تحت آپ خدا کے حلال کو حرام نہیں کر سکتے۔ ہاں غیر منصوص چیزوں کی حلت و حرمت بصورت بیان آپ کر سکتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ  
عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (اعراف)

وہ نبی امی ستھری چیزیں ان کو حلال بتاتا ہے اور خبیث چیزیں حرام بتاتا ہے۔  
گویا اصل میں شارع اور محلل و محرم اللہ تعالیٰ ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ رسالت و بیان محلل و محرم ہیں۔

سوال ۵۵۔ کیا اللہ و رسول کے حلال کو کوئی امتی  
تحلیل و تحریم کا اختیار کس کو ہے؟  
الزامی جواب۔ خدا و رسول کے صریح و مشہور غیر منسوخ حلال یا حرام کو کوئی امتی  
مذہب اہل سنت میں بدلائیں سکتا۔ کیونکہ یہ شرک فی الرسالت ہے۔ ہاں مذہب شیعوں کے ۱۲ امام جو معاذ اللہ نبی کی طرح منصوص و مبعوث الی ہدایتہ الخلق ہوتے ہیں۔ ان پر وحی بھی آتی ہے۔ ان کو خاص کتاب آسمانی بھی ملتی ہے۔ ان سے کسی بات میں اختلاف کرنا بھی کفر ہوتا ہے۔ ان کے نام کی خاص امت بھی (بنام شیعہ خدایاں) ہوتی ہے۔ ان کے شیعوں کے سوا باقی سب امت محمدیہ بے ایمان اور ناسراج از اسلام ہوتی ہے۔ ان کی شان خود شیعہ نے یہ بتائی ہے۔

يُحِلُّونَ مَا يَشَاءُونَ وَيُحَرِّمُونَ  
مَا يَشَاءُونَ (صول کافی)

وہ جو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں۔  
چنانچہ انہوں نے شریعت محمدیہ کے ایک ایک حکم کو بدل کر رکھ دیا۔ پیدائش سے لے کر مرنے تک تمام احکام کو مسخ کیا۔ نبی کی بیٹی چھوڑی نہ بیوی۔ نہ کوئی شاکر و

صحابی چھوڑا نہ کوئی یار و خلیفہ رہنے دیا۔ ہر ایک سے دشمنی و عناد رکھا۔ اہل بیت نبویؑ کو نذر و نفاق کی تلوار سے خاک و خون میں تڑپایا۔ اور قرآن پاک کو فرضی امام غائب کے پاس نامعلوم غار میں پارسل کر دیا۔ ناک نے تیرے صید نہ چھوڑا نہ نہیں مہذا ایمان کے ٹھیکیدار بھی ہیں اور حب آل رسول کے اجارہ دار بھی بقول کسے

وہ زند کے زند رہے ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی

اسی سوال کا جواب تحفۃ الاخبار میں دلچسپ و مختصر اور

خلاف شرع شیعہ مسائل | تحفہ امامیہ میں مفصل ہم دے چکے ہیں یہاں چند مثالیں۔

کافی ہیں۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کو بداء ہوتا ہے یعنی وہ مستقبل کے حالات مسئلہ بداء سے جاہل ہے (معاذ اللہ) جب کوئی واقعہ ہو چکتا ہے اور وہ خدا کی پہلی بتائی ہوئی خبر یا فیصلہ کے خلاف ہو تو شیعہ کہتے ہیں خدا کو بداء ہو گیا یعنی پہلی بات غلط ہو گئی اور خدا نے اپنی رائے بدل دی۔ ان کا یہ عقیدہ اصول کافی کے مستقل باب البداء میں ہے۔ اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بداء کی مثالوں میں سے ایک یہ ہے۔

کہ اللہ نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے بعد ان کا جانشین و امام ان کے بڑے بیٹے اسماعیل کو بنایا۔ جن کو آج آغا خانی مان کر اسماعیلی شیعہ کہلاتے ہیں۔ اور جعفر صادق کو ہند کر شیعوں میں بھی یہ بات مشہور کرادی۔ مگر حضرت جعفر صادقؑ کی موجودگی میں ہی اسماعیل کی وفات ہو گئی۔ تب خدا نے یہ وحی امام صادقؑ کو بھیجی کہ تمہارے بعد امام موسیٰ کاظم ہوں گے تو خدا کو اسماعیل کے بارے میں بداء ہو گیا۔ (اصول کافی) یعنی یہ پتہ نہ تھا کہ وہ تو جعفر صادقؑ کی زندگی ہی میں فوت ہو جائے گا تاکہ اس کی امامت کی اطلاع نہ دیتے۔

اس سے خدا کا صریح جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ اور یَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ خدا بندوں کے آئندہ اور گزشتہ سب حالات جانتا ہے، کے صریح خلاف ہے۔



عقیدہ بداء سے خدا کے بیاہل ثابت ہونے کا اقرار شیعوں کے مختہدوں کو کرنا پڑا۔  
 یعلم ان البداء لا ینبغی ان  
 یقول به احد لانه یلزم منه ان  
 یتصف اباری تعالیٰ بالجهل کمالا  
 یخفی (اسلم الاصول طکمہنوارہ ولدا علی)  
 کیونکہ اس عقیدہ سے خدا تعالیٰ جمالت  
 سے موصوف ہونا لازم آتا ہے جیسے کہ یہ  
 مخفی نہیں ہے۔

۲۔ شیعہ مسائل میں سے ایک متذ بھی ہے اور وہ بھی دور یہ کے قابل  
 متعہ دو بہرہ ہیں۔ یعنی کسی آدمی ایک عورت سے ایک ہی رات میں لگاتار ہمبستری کریں  
 قاضی نور اللہ شمس الدین مصائب النوائب میں ایک قید لگا کر اس کے جواز کا اعتراف  
 کرتے ہیں۔

”مصنف لواقض الروافض نے یہ جو ہمارے اصحاب امامیہ کی طرف منسوب کیا  
 ہے کہ وہ اس بات کو جائز کہتے ہیں کہ متعہ دو مرد ایک رات میں ایک عورت سے متعہ کریں  
 خواہ اس عورت کو حیض آتا ہو یا نہیں۔ اس میں ازراہ خیانت بعض قیدی چھوڑ دی ہیں  
 کیونکہ ہمارے اصحاب امامیہ نے متعہ اس عورت کے ساتھ خاص کیا ہے جس کو حیض نہ  
 آتا ہو نہ یہ کہ جس کے ساتھ چاہے کہ جسے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ (بجوالہ تکملہ تنبیہ الحائرین ص ۳۳)  
 قاضی صاحب کی یہ تاویل مان بھی لی جائے تو بھی کس قدر بے حیالی اور کج بین  
 اس میں سے جس مذہب میں بوی کے ساتھ لواطت کی طرح ایسے حیا سوز مسائل جائز  
 اور کار ثواب ہوں اس کے عمدہ مگر قرآن و سنت کی ضد ہونے میں کیا شک ہے۔

۳۔ شیعہ کا دو چار نفوس کے سوا باقی تمام صحابہ کرام کا انکار کرنا اور ان کو بے ایمان اور  
 تکفیر صحابہ منافق جانتا ایک بالکل واضح اور مسلم بات ہے جس کا قرآن کی سینکڑوں  
 آیات کے خلاف ہونا اور معلم کائنات کی تعلیم و تربیت کا انکار کرنا بدیہی بات ہے۔

۴۔ حضرت عمرؓ پر لعنت کو تمام عبادتوں سے افضل جانتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں  
 لعن بر عمرؓ اور فرعون پر بھی لعنت کا ثواب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَئِنْ  
 اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ اللہ کا ذکر سب سے بڑی عبادت ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے مہاجرین اور

انصار کو۔ خلفائے ثلاثہ کو۔ حضرت طلحہ و زبیر حبیبیہ عشرہ مبشرہ اور اہمات المؤمنین میں سے  
حضرت عائشہ و حفصہؓ کو نماز پنجگانہ کے بعد لعنت کرنا واجب جانتے ہیں (کافی) حالانکہ گالی دینا  
کسی بھی عامی شخص کو ہر ملت و شریعت میں حرام اور کینگی ہے۔ چہ جائیکہ اپنے رسولؐ کی  
بیویوں بہنوں۔ دامادوں اور قریبی رشتہ داروں کو گالی دے کر زبان گندری کی جائے  
۵۔ دھوکہ فریب ہر قانون میں حرام ہے۔ مگر اہل سنت کے مردوں  
دھوکہ کی اجازت | تک کو بھی شیعہ دھوکہ دینے کے قابل ہیں حضرت حسین رضی اللہ  
عنه کی طرف یہ حدیث منسوب کی ہے کہ انہوں نے ایک سنی کا جنازہ پڑھایا تو اس پر یوں بولنا  
کی۔ ”اے اللہ! اس پر لگاتار لعنت کر، اسے اپنے بندوں اور شہروں میں رسوا کر  
اور سخت عذاب دے الخ ز فروع کافی ج ۱ ص ۹۹

بطور نمونہ یہ پانچ مثالیں پیش کی ہیں۔ شیعہ کے ائمہ نے حلال و حرام کا منصب منہمال  
کر دین کا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔

تحقیقی جواب | اب آئیے مسئلہ کے تحقیقی جواب کی طرف، ہم کہتے ہیں کہ تحلیل و تحریم کا مطلب  
مضاف الیہ کی طرف نسبت سے مختلف ہوتا ہے۔ اصل شارع اور  
قانون ساز اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور پھر بیان و تبلیغ میں نمائندہ کی حیثیت سے حضور سرور  
کائنات علیہ افضل الصلوات والتحيات ہیں۔ آپؐ نے کئی چیزوں کی حلت و حرمت  
تشریع فرما کر بیان کی۔ مگر کئی چیزیں محل بھی رہیں کہ آپؐ کے عہد میں ان کی عملی ضرورت  
سامنے نہ آئی۔ جو بزم آگے بڑھا۔ ترقیات اسلام ہوئیں اور لالہ خدادانے مسائل و  
حوادث سامنے آئے تو اب جو علماء ان نئی جزئیات کو قرآن و حدیث کے کسی کلیہ سے جوڑ  
کر ان کے احکام بتانے لگے۔ یا اس محل و مبہم قانون کو زمانے کی ضروریات کے پیش نظر  
واقعاتی اور جزئیاتی دفات میں مفصل پیش کرنے لگے وہ فقہاء اور مجتہدین کہلائے اور  
کئی مسائل میں تحریم و تحلیل کی نسبت ان ائمہ کی طرف ہوئی کہ یہ چیز فلاں امام نے حرام  
بتائی ہے۔ فلاں کے نزدیک حلال ہے۔ تو درحقیقت یہ تجزیہ و استنباط لالہ خدا و رسولؐ  
کے حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنا نہیں ہے بلکہ مخفی و مستور چیزوں کی یا ضرورت زمانہ



کے پیش نظر خاص جزئیات کی حلت و حرمت کے ساتھ عملی تدبیریں ہوتی ہیں جو ترقی پذیر معاشرہ کے لیے انتہائی لایہی ہے۔ اور یہیں سے ہم کہتے ہیں کہ اسلام اور قانون شریعت میں اتنی لچک اور وسعت موجود ہے کہ وہ ہر زمانے کا چیلنج قبول کر سکتا ہے۔ ہر متقدم و مہذب قوم کے لیے لائق عمل ہے۔ اس نقطہ نظر سے بشمول سیدنا علی المرتضیٰ خلفاء راشدین کی بعض اصلاحات اور قانونی تعبیرات کو دیکھا جائے جو عہد نبوی سے شکل و صورت میں قدرے مختلف نظر آتی ہوں۔ تو ان میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا بلکہ اسلام کی ایک ارتقائی شان نمایاں ہوتی ہے۔

مثلاً باقاعدہ مصحف میں جمع قرآن عہد صدیقی میں ناگزیر ضرورت تھی جو سب صحابہ کرامؓ کے اتفاق سے عمل پذیر ہوئی۔ کلمہ کا اقرار کرنے کے باوجود منکرین زکوٰۃ اور مبینی کذاب کے پردہ کاروں سے جہاد کرنا بالاتفاق جائز سمجھا گیا حالانکہ عہد نبوی میں کلمہ کا اقرار تحفظِ دم کا ضامن تھا۔ مصارفِ زکوٰۃ میں مؤلفۃ القلوب بھی تھیں کہ کفار کو مائل باسلام کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جائے۔ مگر تمام صحابہ کرامؓ نے اسے علیہ السلام اور خاتمہ شرک کی بنا پر ختم کر دیا۔ (مجمع البیان ج ۲ ص ۸۵)

اسلامی معاشرہ میں غیر عربوں اور نو مسلموں کی بکثرت آمد سے جب سے نوشی عام ہوئی تو حضرت علیؓ کے مشورہ سے تمام صحابہ کرامؓ نے ہم کے بجائے ۸۰ درہم شہرانی کی حد مقرر کر دی (مسلم و ابن ماجہ) جس سے شیعوں کو بھی اتفاق ہے (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۲۹۸) کافی کلینی ج ۲ ص ۲۹۸ پہلے مفتوحہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کر دی جاتی تھیں مگر جب عراق کی وسیع اراضی "سوادات" فتح ہوئیں تو اختلاف رائے و تمحیص کے بعد وہ بیت المال کا حصہ اور اسٹیٹ قرار پائیں۔ تاکہ جاگیر داری کا نظام اسلام میں پیدا نہ ہو جائے۔ (ملاحظہ ہو کتاب الخراج ص ۱۸) کتابی عورتوں سے نکاح تو حلال ہے مگر حضرت عمرؓ نے اسلامی معاشرہ کو غیر مسلم حیرانیم سے بچانے کے لیے عارضی طور پر نکاح پر قدغن لگائی۔ مہر کے کم کرنے کی ترغیب دی اور اسے قانون بنایا۔ عہد نبوی میں عورتیں باجماعت نماز پڑھتی تھیں مگر بعد میں سادگی ختم ہونے اور غیر قوموں کی

مدینہ میں آمد سے اس پر پابندی لگائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ اگر یہ حالات حضور کے زمانے میں ہوتے تو آپ عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیتے مسلمان سے جنگ کرنا حرام ہے۔ مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ناگزیر حالات کی بنا پر مسلمانوں سے جنگ کی منع البلاغۃ محمد نبوی میں تراویح ایک رمضان میں باقاعدہ تین راتیں پڑھی گئیں۔ صحابہ کرام کے شدید شوق و رغبت کے باوجود آپ نے چوتھے دن نہ پڑھائی کہ وحی کا زمانہ ہے کہیں فرض نہ ہو جائے۔ البتہ اجتماعی یا انفرادی پڑھنے کی ترغیب دے دی۔ حضرت عمر فرما رہے تھے کہ ایک امام کے پیچھے باقاعدہ ۲۰ تراویح کا تمام صحابہ کرام کے اتفاق سے اہتمام کر دیا جو شرق و غرب و عجم میں تاہنوز جاری ہے (بخاری و مسلم)

الغرض ایسی مثالیں بکثرت ہیں کہ تمام صحابہ کرام کے اتفاق سے یا مرکزی کاہنہ (مجلس شوریٰ) کی کثرت رائے سے محمد نبوی کے بعض مسائل کو ایک خاص قانونی حیثیت دی گئی جس پر کسی نے طعن نہیں کیا۔ جو حقیقت اتباع رسول بھی تھی اور ترقی پذیر اسلام کا عملی نفاذ بھی تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما گئے۔

علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء  
لوگو! تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے  
خلفاء راشدین کی سنت پر چلنا جو ہدایت یا

ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی یہ ہے کہ ”سابقون الاولون، مہاجرین انصار کے ساتھ

ان کے پیروکار بھی جنتی اور رضاء الہی کے ثمن سے سرفراز ہیں (توبہ پ ۱۲ ع ۲)

افسوس ہے کہ شیعہ حضرات اپنے گروہ کے مفادات اور شخصی حالات کے لیے

سب کچھ کر گزرتے ہیں اور قرآن و سنت سے اعراض کے علاوہ اپنے اہل بیت کی بھی

صریح ممانعت کرتے ہیں جیسے آج کل اپنے مذہب کے تقیہ اور کتمان کی تعلیم جھٹلا کر ”فقہ

جوہریہ“ کے نفاذ کے لیے ملک میں انتشار پھیلا رہے ہیں۔ حالانکہ غیبت کبریٰ کے

اس دور میں ان کو ہرگز اس کا حق حاصل نہیں۔ یہ صرف ”ابامہدی“ کا خاصہ ہے



کہ وہ تشریف لاکر عملاً شیعہ قانونِ اسلام (ان کے بقول) نافذ فرمائیں گے۔ مگر ملائذہ تعالیٰ فضلہ و دبستانِ نبوت، مکتبِ رسالت کے تعلیمیافتہ، خلفاءِ اسلام اور صحابہ کرام کے حق میں وہ اتنے تنگ نظر اور عجیب چلن واقع ہوئے ہیں کہ وہ ان کے ہر عمل میں بال کی کھال اتارتے ہیں۔ اپنے فکرِ نارسا کی ترازو میں تولتے ہیں۔ عہدِ نبوی سے قدرے مختلف ہر ارتقائی شکل اور قانونی تعبیر پر بدعت کا حکم لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اقدامات کی صحت کی آپ نے ضمانت بھی دے دی۔ اتباع کا حکم بھی فرما دیا۔ اللہ نے ان کو جانشینِ رسول بنا کر وہ تمام وعدے اور پیشینگوئیاں ان کے ہاتھ پر پوری کر دیں جو علیہ اسلام، تمام موزین اور کفار و منافقین کی ہلاکت کی صورت میں اپنے نبی سے فرمائی تھیں اور تمام دنیا سے اسلام ان ہی کی قربانیوں اور فتوحات کا ثمرہ ہے۔ اگر وہی معاذ اللہ مخالفِ رسول اور بدعتی قرار پائیں تو قرآن کے ایک ایک لفظ سے لے کر عمل کے ادنیٰ شعبے تک کسی بھی چیز پر اعتبار نہ رہے گا۔

شیعہ کے لیے واجب الاتباع دو چیزیں | جیسے ان کے مخالف فرقہ شیعہ کا وجود عینی گواہ کافی ہے کہ ان کے اعتقاد میں قرآن و سنت نبوی اور خلفاء راشدین کی اتباع کے بجائے صرف دو چیزوں کی اتباع ہے۔ ”امام العصر کی جو آج کل بارھویں امام مہدی ہیں اور بارہ سو سال سے نامعلوم غائب میں غائب ہیں یا اس قرآن کی جو بقول شیعہ حضرت علی کا جمع کردہ ہے۔ اور آئمہ کے پاس صرف ہوتا ہے آج کل وہ بھی حضرت مہدی کے پاس ہے۔ وہ قریب قیامت تشریف لاکر اصل قرآن پڑھائیں گے اور قانونِ اسلام نافذ کریں گے۔ جب یہ واجب الاتباع دونوں چیزیں آج شیعہ کے پاس نہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو موجودہ دور میں اسلام کے متعلق ان کے بلند بانگ دعاوی ایک شور و غوغا سیاسی ٹریکٹ یا سراب اور سبز باغ کے علاوہ کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ (لغویاً بالشد من شرورنا و شرور الشیعہ)

اس تفصیل سے معذرت خواہی کرتے ہوئے حاصل جواب یہ ہوا کہ کوئی امتی رسول کے حرام و حلال کو بدل نہیں سکتا۔ مگر عمل کو مفصل خفی کو ظاہر کر سکتا ہے جزیب کے تتبع سے

کلی قانون بنا سکتا ہے۔ منشاء نبوت سمجھتے ہوئے حالات کے تقاضہ کے پیش نظر وقتی اصلاح و تغیر کر سکتا ہے اور قنونی اعتبار سے یہ باعث کمال ہے۔ قانون ساز کی تائید و اتباع ہے۔ اس کی مخالفت ہرگز نہیں ہے۔ دنیا کے ہر قانون میں اس کی گنجائش موجود ہے۔ بالفرض ہماری یہ سب تقریر اگر شیعہ کے لیے حجت نہیں تو اپنے ائمہ کے متعلق یحیون مایستادون اور محرمون مایستادون (کہ وہ اپنے منشاء سے حلال و حرام کرتے ہیں) کی جو توجہ کریں وہی ہمارے خلفاء اسلام اور پیغمبر کے لیے کر دیں۔

سوال ۵۶۔ مولوی شبلی نعمانی الفاروق ص ۲۱ بحوالہ صحیح مسلم تحریر متعہ کی بحث کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حکم دیا۔

” دو متعہ رسول اللہ صلعہ کے زمانے میں تھے ایک متعہ الحج اور ایک متعہ النساء مگر میں دونوں کو حرام کرتا ہوں۔“

حلال رسولؐ و رب رسولؐ کو حضرت عمرؓ نے کس اختیار دینی سے حرام قرار دیا۔ وضاحت فرمائیے۔

جواب۔ بقیہ صفحہ الفاروق کا حوالہ بالکل غلط ہے۔ تلاش لیبیار کے باوجود یہیں نہیں ملا۔ البتہ مسلم شریف ابواب المتعہ میں ایک حدیث ہے جس کے حوالہ سے سائل اعتراض کر رہا ہے۔ مگر اس میں بھی ناقل کو غلطی لگی ہے۔ اصل حدیث یہ ہے۔

عن ابی لضرۃ قال کنت عند جابر بن عبد اللہ فاتاک انت فقال ابن عباس وابن الزبیر اختلفا فی متعتین فقال جابر فعلنا ما ہم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہما باعنا عمر فلم نقد لہما

ابو لضرہ کہتے ہیں میں جابر بن عبد اللہ رض کے پاس تھا ایک آنے والا آیا اور اس نے بتایا کہ ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ نے دو متعوں رجح والاء اور تول والاء کے متعلق اختلاف کیا ہے حضرت جابرؓ نے کہا ہم نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے

ساتھ یہ کیے تھے پھر حضرت عمرؓ نے ہم کو روک دیا تو ہم نے پھر نہ کیے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ مشہور فاضل کثیر الروایۃ صحابی ہیں شیعہ



کتب رجال سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی ان کی عظمت کے قائل ہیں جب وہ حضرت عمرؓ کے منع فرمانے سے رک گئے حالانکہ ان کے تقویٰ، جدالتِ شان اور دیانت سے یہ توقع نہیں کہ وہ محض حضرت عمرؓ کے فرمانے سے رک گئے ہوں اور مخالفتِ رسول کی ہو۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے دلائل کے ساتھ ان کو منوایا کہ متعہ حرام ہے۔ کیونکہ بالآخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے حرام قرار دیا اور سابقہ جواز منسوخ کر دیا ہے۔ تب آپ رک گئے چنانچہ شارح مسلم علامہ نووی لکھتے ہیں۔

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے دور میں جس نے متعہ کیا اسے نسخ کی حدیث نہ پہنچی تھی۔ اور نہانا کا مطلب یہ ہے کہ جب نسخ کی خبر ہو گئی تو ہم نے چھوڑ دیا۔

هذا المحمول على ان لدى  
استتمت في عهد أبي بكر وعمر لم  
يبلغه النسخ وقوله حتى نهانا عنه  
عمر يعني حين بلغه النسخ۔  
(مسلم ج ۱ ص ۵۱۵)

جب ایک کام جواز کے بعد منسوخ کر دیا گیا تو اعتبار نسخ کا ہوگا جو آخری صورت ہے۔ اب اگر نسخ سے قبل کسی کے متعہ کرنے کا ذکر ملے یا اسے نسخ کا علم نہ ہو اور بعد از عمرہ نووی اس نے کیا ہو۔ تو اس سے جواز پر استدلال زبردست خیانت ہوگی۔ افسوس کہ شیخ حضرات کا یہی وطیرہ ہے کہ وہ کسی کتاب سے متذکرہ نے والی روایت تو لے لیتے ہیں مگر اسی باب سے نہی والی اور منسوخ کر دینے والی بکثرت روایات ہضم کر جاتے ہیں گو وہ حضرت علیؓ سے ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً اسی مسلم شریف میں باب المتعہ کا عنوان یہ ہے۔

و المتعہ جائز ہوا پھر منسوخ ہوا اور تا قیامت دائمی حرام کر دیا گیا۔ پھر شروع میں تین چار حدیثیں حضرت جابرؓ وغیرہ سے اباحت و جواز کی بطور واقعہ ماضی مذکور ہیں پھر ۸-۱۰ حدیثیں نہی از متعہ کی مرفوعہ مذکور ہیں۔

مثلاً ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أيها الناس قد كنت أذنتم لكم في الاستمتاع من النساء و منعتكم منهن  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔  
سے لوگو! میں نے تم کو عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ اب اللہ نے

اللہ قد حرم ذلک الی یوم یقامہ  
قیامت تک حرام کر دیا ہے۔

ایسی تین حدیثیں حضرت سبرہ بن عبدہ سے مروی ہیں :  
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منہ سے منع پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ مثلاً  
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباسؓ کے متعلق سنا  
کہ وہ منہ کے حق میں نرمی کرتے ہیں تو  
فرمایا ابن عباسؓ رک جاؤ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے دن منہ کے  
سے اور پالتو گدھے کھانے سے روک دیا  
عنہ عن ابن عباس بن یلین فی  
منہ فقال مہدی بن عباس فان  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی  
عن ہذا یوم خیمہ وعن حوم الحمر  
الاسیۃ (مسلم ج ۵ ص ۵۲)

ہے۔

حضرت علیؓ سے منہ کی حدیث شیعہ کی معتبر کتاب از صحاح اربعہ۔ الاستبصار  
لطوسی میں ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کا گوشت  
کھانا اور منہ کرنا حرام کر دیا ہے۔  
عن علی بن عبدہ السلام قل حرم  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم  
الحمر الاھلیۃ ونکاح منہ  
۱۔ انصاری ص ۱۲۲

تجب ہے کہ کتب طرغین میں حضرت علیؓ سے حرمت منہ کی ان احادیث کے باوجود  
شیعہ نے حضرت علیؓ کا فرمان و فتویٰ چھوڑ دیا۔ جن کا نام لے کر تمام دنیا نے اسلام کو  
اپنے سوا بے ایمان اور جہنمی بتاتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مرجوح فتویٰ  
— جو انہوں نے واپس لے لیا تھا — سے منہ چلانا شروع کر دیا۔ حالانکہ ان کو اعلیٰ  
گمراہ اور بے دین جانتے ہیں۔ الغرض منہ منہ کو حضرت عمرؓ نے حرام نہیں کیا خود  
حضرت حبیبہؓ نے حرمت منہ پر رض فرمائی مگر بعض صحابہ کو اس کی طلاع نہ ہو سکی۔ وہ  
کچھ دن جواز کے قابل رہے جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو آپؓ نے بذریعہ آرڈی منس اسکی



حرمت واضح فرمادی پھر سب لوگ باز آگئے۔ کسی صحابی و تابعی نے جو از متد کا فتویٰ نہ دیا۔ مگر بعد کے فرقہ شیعہ نے اس حرام گوشت کو اپنے دانتوں سے الگ نہ کیا۔

نوٹس۔ واضح رہے کہ اہل سنت کی کتب میں جس متد کی اباحت پھر تحریم کا ذکر ملتا ہے وہ دراصل وقتی نکاح تھا اور نکاح متد و قبیہ کے لیے گواہ شرط تھے۔ کیونکہ عقد کے لیے گواہوں کی شرط اس آیت نکاح سے معلوم ہوتی ہے۔

وَاجِلْ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ اِنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ (نساء ۴۶)

مذکورہ نحریات کے عداوہ عورتیں حلال ہیں جب کہ تم مہر کے بدلے دائمی نکاح میں لانا چاہو۔ شہوت رانی کرنے والے نہ ہو۔

۲۔ مُحْصِنَاتٍ غَيْرِ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَحْدَانٍ (نساء ۴۷)

وہ عورتیں دائمی نکاح سے ہوں شہوت رانی اور چھپی دوستی لگانے والی نہ ہوں۔

جس متد بلا گواہ کے شیعہ قائل ہیں وہ کبھی اسلام میں جائز نہیں رہا۔ محض جب بیت کا شمار تھا۔ شیعہ کے ہاں نکاح اصلی دائمی کے لیے بھی گواہ شرط نہیں۔ وہ متد کے لیے اس کے قائل کیسے ہو سکتے ہیں۔ شیعہ رسالہ توضیح المسائل کا یہ لطیفہ سن لیں۔

قانون الزام کے بعض فروعات۔ اہل سنت کے یہاں یہ ضروری ہے کہ عقد نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں پڑھا جائے۔ لیکن شیعوں کے یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے لہذا اگر کوئی منی بلا گواہوں کے عقد کرے تو اس کا عقد نکاح قانون الزام کے تحت باطل ہے اور اس عورت سے (شیعہ) عقد کر سکتا ہے۔ (توضیح المسائل ص ۳۵)

بلا گواہوں کے عقد عارضی گھنٹہ بھر کے لیے ہو یا دائمی ہو وہ چھپے تعلق کے تحت آتا ہے اور از روئے قرآن حرام ہے۔ اور گواہوں کی موجودگی عارضی وقتی نکاح بھی حرام ہے تفریق واجب ہے۔ بطور شیعہ متد کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

یہاں ہم نے یہ واضح کر دیا کہ متد خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ نے اسکی حرمت اسی اختیار دینی سے پھیلانی جس کی تفصیل پچھلے سوال میں ہم نے کر دی جن حضرات کو حرمت کا علم حضرت عمرؓ کے اعلان سے ہوا۔ انہوں نے

بطور جواز تہم کی نسبت حضرت عمرؓ کی طرف کر دی۔ اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ کبھی نسبت سبب قریب کی طرف کر دی جاتی ہے۔ جیسے بلا امتیاز بمستی شہوتے ہیں کہ فلاں چیز شریعت میں ناجائز ہے۔ حالانکہ وہ فقہا کا مستنبط حکم ہوتا ہے۔ قرآن و سنت میں منصوص چیز نہیں ہوتی۔ گویا سبب قریب کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے۔ الخضر منہ حرام ہے اور قطعی حرام ہے۔ خدا نے سورۃ مومنوں اور سورۃ محارج کی آیت میں حرام کر دیا ہے۔

وہ مومن کامیاب ہیں، جو اپنی شرکاءوں کو بچاتے ہیں بجز اپنی بیویوں اور باندہوں کے۔ کیوں کہ اس میں ان پر کوئی مدمت

وَلَذِينَ هُمْ يُعَدُّوْنَ حَافِظُوْنَ  
اِلَّا عَلَىٰ زَوَاجِهِمْۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْۙ  
فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْنَ

نہیں۔

نہ منہ بالاتفاق نہ بیوی ہے نہ باندی۔ کیونکہ نان و نفقہ، مکان، میراث، طلاق و عینہ حقوق زوجیت اس کو نہیں ملتے۔ وہ چار میں منحصر نہیں۔ لائق اور توفیق سے متو ہو سکتا ہے۔ باندی نہیں کہ وہ آزاد مگر کسی عورت ہے اسے بچا نہیں جا سکتا۔ معلوم ہوا کہ بیوی باندی کے ماسواہر قسم کی شہوت رانی بصورت زنا۔ متو۔ اغلام جنق نص قطعی سے سب حرام ہوئی۔ رسول خدا نے بھی متو حرام کر دیا۔ اب کسی روایت سے جواز متو کا استدلال ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ رِجْسٌ شَرَابٌ وَبِئْسَ لَكُمۡ كُنٰهٌ (ہے) سے تو اوراق کرے اور تَتَّخِذُوْهُ سَكَوًا وَّرِزْقًا حَسَنًا رِخْنًا (۵۶) (کہ تم انگور سے نشہ اور اچھا رزق بناتے ہو) سے شراب کی حلت پر استدلال کرنے لگے تو ایسا شخص زندیق ہے۔ اسی طرح خدا اور رسول کی حرمت کے بعد جواز متو کا قائل اور بزم خود بعض آیات و روایات سے جواز کشید کرنے والا زندیق و بے دین ہے۔

سوال ۵۷۔ قرآن مجید میں ہے۔ قَالَ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ

نَبِیِّہِۭ وَرِکْمَانِہِۭ اِلٰی مَحَبَّتِہِۭ یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیْنَ اٰلِ فِرْعَوْنَ کَا مُؤْمِنِیْنَ



ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بحالت خوف ایمان کو چھپانا مومن کے لیے مانع ایمان نہیں ہے۔ — پھر شیعوں کا تفتیہ کرنا کیوں مذہم ہے؟

سوال ۵۸۔ صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۲۳ مصر میں حسن بصری سے مروی ہے کہ تَنْقِيَةُ بَاقِيَةِ الْيَوْمِ الْقِيَامَةِ جب تفتیہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو پھر رب کے مذہب میں شیعوں کو کس وجہ سے نشانہ طعن بنایا جاتا ہے۔

جواب۔ پہلے سوال کی تو آیت ہی غلط لکھی ہے۔ آیت یوں ہے۔ وَفَن دَجَلُ مَؤْمِنٌ یہ ہے شیعہ کی قرآن دنی کہ ایک جملہ میں دو غلطیاں کر دیں۔ ایمان ایک قلبی فعل ہے جو خود بخود مکتوم اور مستور ہوتا ہے۔ یہ قیود واقعی ہے احترامی نہیں۔ جہاں کفر کے مقابلہ میں یا پوچھنے پر حق گوئی کی ضرورت پڑے تو اظہار کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یہ رجل مومن بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معتقد و مومن بن گیا تھا۔ مگر کبھی اسکو ”یا موسیٰ الم۔ د“ کا نعرہ لگا کر بلا ضرورت ایمان جتلانے کی حاجت نہ ہوئی۔ یا جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف قتل کی سازش کی وہ رجل مومن ردائے تفتیہ کو تارتا کر کے حضرت موسیٰ کی حمایت میں چلا اٹھا اور فرعون کے بھرے دربار میں وہ عظیم الشان تقریر فرمائی جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ مؤمن میں دو بڑے کوع میں نقل فرمائی۔ فرعون کی الوہیت اور شرک کی مذمت میں سب کچھ کہہ کر اپنی جان موت کے منہ میں رکھ دی مگر۔

فَوَفَاہُ نَدَائِیَہٗ مَا مَكَرُوۡا  
وَحَقَّ بِالْاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوۡرُۃُ الْعَذَابِ  
اللہ نے اس کو فرعونوں کی سازشوں سے  
بچا لیا اور بدترین عذاب فرعونوں کو لے  
ڈوبا۔ (مومن ۶۶)

اگر اسی چیز کا نام اصطلاح شیعہ میں کتمان دین اور تفتیہ ہے تو اللہ ہمیں یہ ایمان اور جراتِ جبل مومن نصیب کرے۔

مگر اے شیعو! تمہارا تفتیہ و کتمان بالکل اس کی ضد ہے۔ تم اتنی اس وقت کرتے ہو جب تمہارا پیشوا حضرت مسیح بن عقیل بناوت کے جرم میں بام با اسے گرایا جاتا ہے۔

تمہیں کتمان اس وقت اس کتاب ہے جب جگر گوشہ رسول سیدنا حسین مظلوم منافقوں کے زرعے میں آجاتے ہیں۔ آپ کو تقیہ پر تب ناز ہوا جب حضرت زین العابدینؑ نے یزید کی بیعت کر کے اس کی غلامی کا صاف قرار کیا۔ آپ کے آئمہ کے اس تقیہ التقیہ من دینی ومن دین اباوی کا رہل مومن سے کیا تعلق کہ اس تقیہ کی بنا پر دین محمدی ہمیشہ کے لیے اپا سچ، مفلوج اور غار میں محبوس ہو کر رہ گیا کہ آج آپ کو صاف صاف اقرار ہے کہ اصلی دین اسلام کا ظہور اور غلبہ حضرت ہمدی کے زمانے میں ہو گا۔ صرف وہ کسی ظالم زمانہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے۔ وہی صرف اصلی قرآن پڑھائیں گے اور نافذ کریں گے۔ خدا نے غلبہ دین قیام اسلام، شکست کفار، اقتدار اہل ایمان کی جو بھی پیشینگوئیاں فرمائی ہیں آج تک کوئی بھی پوری نہیں ہوئی حضرت ہمدی کے زمانہ میں پوری ہوں گی وغیرہ۔ دیکھئے حضرت ہمدی کے حالات درمندی الآمال قمی ج ۲۔ احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۲۸۴ پر ہے کہ حضرت امام ہمدیؑ یہ فرما کر غائب ہوئے کہ میرے باپ دادوں (آئمہ) میں سے کوئی ایک بھی نہ تھا جس کی گردن میں اس کے زمانہ کے طاعنی کی بیعت نہ ہو یاں جب میں اپنے وقت پر نکلوں گا تو کسی طاعت کی بیعت میری گردن میں نہ ہوگی۔

تو آج تک تو ۱۲ آئمہ نے تقیہ کے قلعہ میں بیٹھ کر اپنے شیعوں سے صرف متعہ کرتے کرانے اور رسوم عزاجالانے، یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے پڑھنے والے مسلمانوں کے قتل عام کی خدمت لی۔ سیف مرتضوی سے چند کفار کے سوا نہ کوئی کافران کے ہاتھ سے مرانہ مسلمان ہوا۔ نہ اسلامی حکومت قائم کی نہ احکام اکثر نافذ کیے۔ ہاں اس تقیہ نے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ ملاحظہ ہو علامہ خلیل قزوینی نے حضرت حسینؑ کے قتل کے اسباب میں کیا خوب لکھا ہے۔

وایں اشارت است بایں کہ از

جد باعث کشند شدن ایشان صلوات

اللہ علیہ تقصیر شیعہ امامیہ است از تقیہ و

کہ ان بزرگوں کی شہادت کا بڑا سبب

شیعان کوفہ امامیہ کا قصور ہے کہ انہوں

نے تقیہ وغیرہ مصلحتیں اختیار کیں جسے



و مانند آن مصالح امام۔  
 (صافی شرح کافی بحوالہ قاتلان حسینؑ)  
 امام کے لیے مفید جانتے ہیں۔

## شیعہ کے تقیہ و کتمان اور اہل سنت کے اکراہ میں فرق

واضح رہے کہ مذہب حق کے علمبردار اہل سنت والجماعت کثر اللہ سواد ہم قرآن و سنت کی ہر بات کو لفظ اور معنی کے اعتبار سے مکمل مانتے ہیں۔ کسی چیز کو خلاف مزاج یا کفر شیعہ کی طرح انکار یا اس سے اعراض نہیں کرتے۔ چونکہ اکراہ یا مجبوری کی صورت میں خود اللہ پاک نے ”کلمہ کفر کہہ کر جان بچانے“ کی اجازت دی ہے۔ اس لیے اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس اجازت کی آڑ میں من مانی کرنے اور ہر قسم کی آزادی کے قائل نہیں ہیں۔ حضرت حسن بصری تابعی کا مقلد صحیح بخاری شریف کتاب الاکراہ میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا  
 مَنْ اُكْرِهَ وَقُلُّهُ مُحْسِنٌ بِالْاِيْمَانِ ۚ  
 جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے  
 وہ خدا کے غضب کا حق دار ہے (بجز)

اس شخص کے جسے دُورادھم کا کرنا مجبور کیا گیا ہو جب کہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔  
 تو شیعہ کے تقیہ اور اہل سنت کے اکراہ میں کئی خاطر سے عظیم فرق ہے۔ دونوں کو گڈ مڈ کرنا یا فرق ظاہر نہ کرنا خیانت ہے۔

۱۔ یہ اکراہ اشد مجبوری کی صورت میں ہے جو زندگی میں کبھی کسی کو پیش آسکتا ہے۔ شیعہ کا تقیہ بجز خاص مواقع کے ہر شخص کو ہر وقت کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ امام جعفر کا ارشاد ہے۔

”دین کے ۱۰ میں سے ۹ حصے تقیہ میں (گزارنے) ہیں۔ تقیہ نہ کرنے والے بیدین ہے۔ یوزوں پر سح اور شراب پینے کے سوا ہر چیز میں تقیہ کرنا لازم ہے“ (کافی باب تقیہ)  
 ۲۔ ہمارے تقیہ و اکراہ کے لیے جان و مال اور عزت لٹنے کا خوف شرط ہے شیعہ کا تقیہ خوف و عدم خوف ہر حالت میں لازم ہے۔ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے۔ ”تقیہ

ہر بات میں جائز ہے اور تقیہ کرنے والا اپنی دہشت ضرورت اور موقعہ محل کو خوب جانتا ہے۔ (باب تقیہ از کافی)

۳۔ شیعہ کے تقیہ میں خوف جان و مال کی بالکل ضرورت نہیں ہے اور بالکل جھوٹ کے مترادف ہے۔ باب تقیہ کی حدیث ہے۔

”ابو بصیر نے پوچھا۔ اے حضرت صادق! کیا تقیہ اللہ کا دین ہے؟ فرمایا۔ ہاں اللہ کی قسم وہ اللہ کے دین سے ہے۔ حضرت یوسفؑ نے کہا اے قافلے والو! تم چور ہو حالانکہ انہوں نے کوئی چیز نہ چرائی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں بیمار ہوں۔ حالانکہ اللہ وہ بیمار نہ تھے“ (کافی)

معلوم ہوا کہ شیعہ کے تقیہ میں خوف شرط نہیں۔ حضرت یوسفؑ علیہ السلام کو قافلے سے کیا خوف تھا؟ یا حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کو کیا خوف تھا؟ یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ کا تقیہ اور شرعی جھوٹ بالکل ایک چیز میں کہ خلاف واقعہ بات کرنے کا نام ہے اہل سنت کے نزدیک ان دونوں قصوں کی صحیح تفسیر جو جھوٹ کی تہمت سے پاک ہے۔ یہ ہے کہ مؤذن کوئی اور تھا جو اپنے گمان میں پیمانہ نہ پا کر ان کو واقعی چور سمجھ رہا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے دل میں بھی بتوں اور بت پرستیوں کے خلاف دکھ اور روگ تھا۔ آپ کا کلام بھی سچا ہوا۔

۴۔ شیعہ کے ہاں تقیہ فرض و واجب ہے۔ کیونکہ تارک بے دین اور جہنمی ہے تقیہ نہ کر کے جان دینے والا ناجائز موت مرے گا۔ اہل سنت کے یہاں جائز ہے۔ اگر نہ کرے اور کلمہ حق کہتے ہوئے جان دے دے تو افضل ہے۔ مرتبہ شہادت پائے گا۔

شیخ صدوق نے سالہ اعتقاد یہ ص ۴۲ میں لکھا ہے۔

تقیہ یعنی دین چھپا کر رہنا واجب ہے  
اسے اٹھا کر مذہب ظاہر کر دینا جائز  
نہیں جب تک کہ قائم مہدی خروج نہ

التقیة وجبة لا يجوز رفعها  
الى ن يخرج ففقد من تركه قبل  
خروجه فقد خرج عن دين الله و



عن دین الامامیۃ وخالف الله  
ورسوله والائمة

کریں تو جو آپ کے خروج سے قبل تقیہ  
کرنا چھوڑ دے وہ اللہ کے دین سے

اور امامی شریعت سے نکل گیا۔ اور اللہ، رسول اور آئمہ کی اس نے مخالفت کی۔  
بہر حال امام مہدیؑ کے آنے سے قبل تقیہ تو ہر صورت میں فرض ہے۔  
مفاد دینی اور لیڈری جتانے کی خاطر جناب نجم الحسن کمراروی، الفیہ الاجتہادی  
اور مفتی جعفر حسین حبیبیہ "فقہ جعفری نافذ کرو" کا جو انتشار ملک  
میں پھیلا رہا ہے میں ان پر ترک تقیہ کی وجہ سے اسلام سے ارتداد، دین امامیہ سے  
خروج اور خدا اور رسول و آئمہ کی صریح مخالفت کا فتویٰ تو لگ گیا۔

اگر فقہ جعفری کے نافذ کرانے میں وہ واقعی مخلص ہیں تو آئمہ و شیخ صدوق  
کے فتویٰ کی رو سے وہ دین اسلام سے خارج اور مرتد ہیں۔ بطور مرتد قانون جعفری  
کے تحت قتل ہونا منظور کر لیں۔ پھر نفاذ کی صورت نکل آئے گی۔

واضح رہے صدوق کی عبارت میں تقیہ سے مراد تاخیر و چاقم اپنا دین و  
مذہب چھپانا ہے۔ اس کے لیے کوئی خوف و خدشہ کی قید نہیں ہے۔ کافی کے باب  
تقیہ اور باب کتمان سے بھی یہی مراد ہے کہ کسی ایک روایت میں بھی خوف مال و جان  
کی قید نہیں ہے۔ دراصل خوف مال و جان والا تقیہ اکراہ کہلاتا ہے۔ وہ خروج  
مہدی پر بھی منسوخ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ قرآن میں منصوص ہے۔ امام مہدی قرآن کو تو منسوخ  
نہ کریں گے۔ معلوم ہوا کہ آج شیعوں کو مذہب چھپا کر رہنا فرض ہے۔ مذہب کا ظہار  
حرام ہے۔

۵۔ اہل سنت کا تقیہ بوقت مجبوری عوام کے لیے ہے۔ خواص یعنی انبیاء معصومین  
کے لیے جائز نہیں۔ جبکہ شیعہ کا تقیہ رسول کے علاوہ آئمہ معصومین کے لیے بھی لازم ہے۔  
امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے۔

تقیہ من دینی ومن دین  
امامی و من من تقیہ نہ رہا کم کافی

مذہب چھپانا میرا اور میرے باپ کے  
کا مذہب ہے جو تقیہ نہ کرے وہ بدین ہے

۴۔ شیعہ کا تعلقہ خود خدا نے بھی کیا کہ حضرت علیؑ کے امامت سے عقیدہ کو کمال حق  
نفس کے چھپا۔ حدیث کافی ملاحظہ ہو۔

۵۔ امام باقرؑ فرماتے ہیں اللہ کا حضرت علیؑ کو امام و ولی بنانا ایک لازماً جو اللہ  
نے حضرت علیؑ کو کونہو۔ از بتایا اور حضرت جبریلؑ نے حضرت محمدؐ سے لے کر اللہ کو بطور راز  
یہ بتایا۔ اور نہ ت محمدؐ نے یہ راز صرف حضرت علیؑ کو ہی بتایا اور حضرت علیؑ نے  
ہر راز۔ جانا حضرت حسن و حسینؑ بتایا۔ پھر اے شیعو! ہم اس راز کو چھپاتے پھرتے  
ہو۔۔۔۔۔ ہم جیسا کہ شیعوں کو مت پھیلاؤ۔

معلوم ہوا کہ پورا مذہب شیعہ اور عقیدہ امامت باب حقہ سرستہ ہے۔ اس  
کی شاعت ہرم ہی ہے۔ اس میں خوف کا تو کوئی پلو ہی نہیں۔ لہذا آج۔ لغز بازی  
جنت امانی۔ رسوم عزاداری اور فقہ جعفریہ کے نفاذ کے مطالبہ و بغیرہ کسی بھی صورت  
میں مذہب شیعہ کو پھیلاتا، عقیدہ امامت علیؑ ظاہر کرنا اور گلی کوچے میں تشیع کی تبلیغ کا  
مشن بنانا امام باقرؑ کے فتویٰ میں حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔

کیا ان زریعہ امت نے مذہب کے علمبرداروں کو ذرا بھی خدا مہول اور امام  
معصوم سے جیا نہیں آتی؟۔

۶۔ اہل سنت کا اکراہ و تنقیہ فطری ہے کہ مجبور می اور شرائط کے تحت ہر دور  
میں رہے گا۔ یہی مطلب حسن بصریؒ کا ہے کہ حضرت مہدیؑ کی آمد اور غلبہ اسلام کے وقت  
بھی یہ ممکن ہے کہ کوئی مسلمان تنہائی میں کسی کا فرڈاکو کے ہاتھ لگ جائے جہاں انکی  
مدد کو کوئی نہ پہنچ سکے تو وہ کلمہ کفر کہہ کر اپنی جان بچالے۔ جبکہ شیعہ کا تعلقہ حضرت مہدیؑ  
کے آنے پر بالکل ختم ہو جائے گا۔

اس سلسلے میں چند احادیث | تعلقہ کا معنی مذہب چھپانا ہے و اس دور میں فرض ہے

مشتی نمونہ از خزائن

ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت جعفر صادقؑ فرماتے ہیں جو جوں جوں امام مہدیؑ کا خروج نزدیک ہوگا



تقیہ کی شدید ضرورت ہوگی (ان کی آمد پختہ ہوگا) (کافی تقیہ)

ب۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا۔ اے حبیب! جو تقیہ کرے گا اللہ اسے بلند کرے گا۔ اے حبیب! جو تقیہ نہ کرے گا۔ اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ اے حبیب! سب لوگ (شیعہ کے تقیہ کرنے کی وجہ سے) صلح و صفائی کے ساتھ رہیں گے۔ پھر حبیب امام مہدیؑ (آجائیں گے) تو تقیہ چھوڑ کر (شیعہ مسلمانوں سے بڑیں گے)۔ (کافی باب تقیہ) اس حدیث میں اشارات کو ہم نے واضح کر دیا ہے۔

ج۔ شیخ صدوقؒ نے فرمایا ہے۔ تقیہ ضروری ہے۔ اس کا چھوڑنا قائم مہدیؑ کے نکلنے تک جائز نہیں۔ (احسن الفوائد ترجمہ رسالہ صدوق ص ۴۲)

۸۔ ان احادیث کی روشنی میں شیعہ کے تقیہ کا معنی و مفہوم بھی متعین ہو گیا کہ بحیثیت مجبوری بھی سب شیعوں کو اپنا مذہب و عقیدہ اس وقت تک چھپانا لازمی ہے جب تک امام مہدیؑ ظہور نہ فرمائیں کیونکہ فطری تقیہ و اکراہ کا مفہوم جو مسلمانوں کے تحت بیان کیا وہ ظہور مہدیؑ کے بعد بھی ہوگا اور شیعوں کو بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے وہ تاقیامت منسوخ نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا جو تقیہ منسوخ ہو جائے گا وہ یہی ہے کہ اپنے دین اور مذہب کو غیر شیعہ سے چھپایا جائے اس کی غیر کو کبھی تبلیغ نہ کی جائے لہذا ہم کہتے ہیں کہ شیعہ حضرات اپنے شخصی اور جزوقتی مفادات سے قطع نظر کر کے امام کی اعلیٰ تعلیم کو اپنائیں اور تقیہ و کتمان مذہب پر پورا عمل کریں۔ ہم آپ کے تقیہ پر کوئی طعن و تشنیع نہیں کرتے۔ نہ مذہب ہونے کی رٹ لگاتے ہیں۔ ہم تو کافی کے باب التقیہ۔ باب کتمان۔ بحار الانوار کے کتاب التقیہ وغیرہ کتابوں کے ابواب التقیہ کی سینکڑوں احادیث معصومین کا حوالہ دے کر آپ کی نجات و تحفظ کی خاطر بار بار یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ خدا را تقیہ کریں، ضرور تقیہ کریں۔ تقیہ چھوڑ کر آئمہ کو مجتہدائیں مذہب کو ظاہر کر کے۔ امام کے فتویٰ کی رو سے۔ بے ایمان۔ بے دین اور جہنمی نہ بنیں۔ مذہب پھیل کر اپنے آئمہ کو بدنام نہ کریں۔ تبلیغ ظاہر کر کے ذلیل و خوار نہ ہوں ترک تقیہ سے مخالف امام اور بدعتی نہ بنیں۔ عامہ مسلمین سے علیحدگی اختیار کر کے

اسلام سے خارج نہ ہوں۔

اگر آپ کو یہ الفاظ گراں گزرے ہیں تو گستاخی مواد، کافی کا باب التقیہ اور باب الکتمان اور شیخ صدوق کا رسالہ اعتقاد یہ کھول کر خود پڑھ لیں۔

۱۔ امام ہاشمی نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! روئے زمین پر تقیہ سے زیادہ پیاری چیز مجھے کوئی نہیں ہے۔

۲۔ امام جعفر صادقؑ ارشاد الہی۔ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قال لحسنة التقية والسيئة الاذاعة۔ نیکی دین کو چھپانے کا نام ہے اور برائی شیعہ مذہب کو پھیلانے کا نام ہے۔

۳۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ شیعو! تم ایسا کام نہ کرنا جس سے ہم بدنام ہو کیونکہ بری اولاد والدین کو بدنام کرتی ہے۔ تم جن (آئمہ) کے ہونچے ہو ان کے لیے زینت بنو۔ بدنامی کا داغ نہ بنو (ہماری تعلیم یہ ہے) کہ اہل سنت کے ساتھ باجماعت نمازیں پڑھو۔ ان کے بیماریوں کی عیادت کرو۔ ان کے جنازے پڑھو۔ وہ کسی تنگ کام میں تم سے آگے نہ بڑھیں۔ کیونکہ تم ان سے زیادہ نیکی کا حق رکھتے ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ کی عبادت خیر سے زیادہ اچھی نہیں کی گئی۔ میں نے کہا خیر کیا چیز ہے؟ فرمایا تقیہ کرنا یعنی اپنے مذہب کو چھپا کر رہنا ہے۔

۴۔ امام صادقؑ نے فرمایا۔ ایک شیعہ بندے کو ہماری حدیث پہنچتی ہے۔ وہ صرف اپنے اللہ کو دکھا کر اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کو دنیا میں عزت ملتی ہے اور آخرت میں نور ایمان ملتا ہے اور ایک بندے کو جب ہماری حدیث پہنچتی ہے فیذیادہ اس کو پھیلاتا ہے۔ اس سے وہ دنیا میں ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں اللہ اس سے نور ایمان چھین لیتا ہے۔

۵۔ امام صادقؑ نے فرمایا۔ اے سلیمان! تم اس دین پر ہوجو اسے چھپائے گا اللہ اسے عزت دے گا اور جو اسے شائع کرے گا خدا اسے ذلیل کرے گا۔



۶۔ امام باقرؑ نے فرمایا ولا تبثوا امرنا ولا تذايعوا امرنا۔ یعنی مذہبِ اہلبیت کے خلاف ہمارے احکام کو مت پھیلاؤ اور ہماری امامت کی تبلیغ مت کرو۔ (کافی باب کتمان مع شرح درحاشیہ)

۷۔ امام صادقؑ نے فرمایا۔ ہماری امامت کا بھید یہ ستور چھپا رہا تھا کہ مختار ثقفی کے پیروکاروں کے ہاتھ لگ گیا تو انہوں نے اسے گلی کوچوں اور بستوں میں اپنا شروع کر دیا۔

اس حدیث کی شرح میں یہ بھی لکھتے ہیں۔ اولاد کی سان سے مراد وہ غدار اور مکار لوگ ہیں جو طالبِ قصاصِ حسینؑ مختار ثقفی کے پیروکار بن گئے خود کو شیعہ کہتے تھے حالانکہ شیعہ نہ تھے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ۱۲ ائمہ کے عقیدہ امامت کا پرچار ایک سیاسی ڈھونگ تھا۔ جو مختار ثقفی نے اپنے اقتدار اور قتلِ اہلِ اسلام کی خاطر کیا اور آج بھی اس کا پرچار کرنے والے مختاری ضرور ہیں، جو ضروری و باقری ہرگز نہیں۔

**مختار ثقفی کا تحریف** | مختار کے متعلق آئمہ اہل بیتؑ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں

جس کے نام پر آج شیعہ فخر کرتے ہیں اور اسے سفکِ زمانہ پر لٹریچر پھیلا رہے ہیں

۱۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ مختار علی بن الحسینؑ پر جھوٹ بولا کرتا تھا رجال کثیری

۲۔ مختار نے عراق سے بہت سے بایازین احادیث کی طرف بھیجے۔ جب وہ ان کے

دروازے تک پہنچے اور اجازت چاہی تو آپ کے قاصد نے آکر کہا۔ میرے دروازے سے

بہٹ جاؤ میں کذابوں کے زبدا یا لیتا ہوں نہ خط پڑھتا ہوں رجال کثیری (رجال کثیری) جدار الحیون

میں بھی یہ روایت ہے۔

۳۔ ابنِ ادیس نے مؤثق سند کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مختار

جہنم میں جلیے گا۔ وہ حضورؐ، حضرت علیؑ و حسینؑ سے چھڑانے کے لیے شفاعت

چاہے گا۔ جو مختارؑ حضرت حسینؑ اس کو نکالیں گے کیونکہ اس نے آپؑ کا انتقام لینا

۸۔ امام صادقؑ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب پوچھا گیا۔ اِنْ كُنتُمْ حَسِبْتُمْ  
 بِحُبِّ اللَّهِ تَفْكَرُوا اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز سب سے بڑا پرہیزگار ہے،  
 اِنْ كُنتُمْ حَسِبْتُمْ بِتَقِيَّةٍ فَرِثَا جَوْثَمِیْن سے سب سے زیادہ تقیہ پر عمل کرے گا، رسالہ اعتقاد پر  
 شیخ صدوقؒ

۹۔ امام صادقؑ نے فرمایا مومن کے ساتھ دیکھا وافر کر ہے اور منافق کے گھریں  
 ریاکاری عبادت ہے۔ اور فرمایا جو اہل سنت کے ساتھ صفِ اول میں ہو کر نماز پڑھے۔  
 گویا اس نے صفِ اول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ انکی سیما پسی  
 کرو۔ ان کے جنازے پڑھو۔ ان کی مساجد میں باجماعت نماز پڑھو دفنِ لحدین شیعہ کے  
 پیچھے نماز پڑھنے کی فضیلت والی احادیث کی تعداد مولوی محمد حسین ڈھکونے تیس سے زائد  
 بتائی ہے ایضاً

۱۰۔ امام صادقؑ نے فرمایا جس نے کسی بدعتی (تارکِ تقیہ) کی تعظیم کی اس نے اسلام  
 کو گرنے کی کوشش کی جس شخص نے امورِ دین میں سے کسی چیز میں بھی ہماری مخالفت کی  
 (مثلاً تقیہ پر عمل نہ کر کے مخالفت کی) تو ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اس نے تمام (شیعی) دینے  
 میں ہماری مخالفت کی (فرمان شیخ صدوقؒ) احسن الفوائد فی شرح العقائد

۱۱۔ امام صادقؑ نے محلی نامی شیعہ کو یہ فرمایا۔ اے محلی! ہماری امامت کو چھپا  
 ات مت پھیلانا۔ کیونکہ جو اسے چھپائے گا اور پھیلانے لگے گا۔ اللہ اسے دنیا میں عزت دیگا  
 اور آخرت میں دونوں آنکھوں کے درمیان نور پیدا کرے گا جو اسے جنت تک پہنچائے گا۔

اگر شیعہ سے پوچھتے، راوی نے کہا اسے جہنم میں کیوں عذاب دیں گے حالانکہ اس نے ایسے کام  
 کیے، حضرت نے فرمایا اگر اس کے دل کو پھاڑا جائے تو ابوبکرؓ و عمرؓ کی کچھ محبت اس سے نکلے  
 گ۔ من محمدؐ کو رسول بنا کر بھیجنے والے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر جبریلؑ و میکائیلؑ کے دل  
 میں ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت ہوئی تو حق تعالیٰ ان کو بھی یقیناً دوزخ میں ڈالے گا۔  
 اہلِ راییون، شیعہ کی شیخینؓ سے نفرت کا اندازہ لگائیے۔ شکر ہے کہ محبِ شیخینؓ ہی نے  
 حسینؑ کا بدلہ لیا۔ رافضی تو تقیہ کے قلعہ میں بیٹھ کر متوجہ کرتے رہے ہوں گے



اے مہلی جو ہمارے سلسلہ امامت کو ظاہر کرے گا اور نہ چھپائے گا اللہ اسے دنیا میں ذلیل کرے گا اور دونوں آنکھوں سے نور سلب کر کے ایسے اندھیرے میں کرے گا جو اسے جہنم تک پہنچائے گا۔ اے مہلی! تقیہ مذہب چھپانا ہی میرا دین ہے۔ میرے باپ دادا کا دین ہے۔ جو بھی مذہب شیعہ کو نہ چھپائے وہ بے دین ہے۔ اے مہلی! اللہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عبادت خفیہ کی جائے (بطور شیعہ) جیسے کہ وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عبادت علانیہ (بطور اہلسنت) کی جائے۔ اے مہلی! ہمارے مذہب کو پھیلانے والا گویا اس کا منکر ہے۔ (کافی باب کتمان)

۱۲۔ امام صادقؑ نے فرمایا۔ ہمارا مذہب و اعتقاد مستور اور چھپا ہوا ہے۔ (فدا رسول و آئمہ کی طرف سے) عہد لیا گیا ہے کہ اسے چھپا کر رکھا جائے۔ پس جو ہمارے مذہب کو ظاہر کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ (ایضاً) سید ظفر حسن شیعہ نے شافی ترجمہ کافی ج ۲۲۹ پر اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ ”ہم اس معاملہ پوشیدہ ہے۔ لہذا الٰہی جو ظہور قائم آل محمد تک ظاہر نہ ہوگا۔ پس جس نے ہماری پردہ دری کی خدا اس کو ذلیل کر دے گا۔ الحاصل یہ ایک ادھی جھلک ہے۔ مذہب شیعہ کے چھپانے اور تقیہ و کتمان دین کرنے کی۔ شیعہ بھائیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دین و ایمان کے تحفظ اور آخرت میں دوزخ سے نجات کی خاطر ان ارشادات پر غور کریں۔ ان پر ضرور عمل کریں۔ اپنے مذہب کو چھپا کر رکھیں۔ نفاذ فقہ جعفریہ کا ناجائز مطالبہ واپس لیں۔ آئمہ سے شرم و حیا کی لاج رکھتے ہوئے عزاداری کے جلوس اور عشرہ محرم میں مذہب کی ہر قسم کی تبلیغ بند کر دیں۔ احکام اہل سنت کے خلاف لٹریچر کی اشاعت سے اور مکانات پر کالے جند لگانے سے اپنے آئمہ کی دلازاری نہ کریں۔ تفریق ملی سے باز آکر ملکی و قومی وحدت و سلامتی کے لیے کوئی مفید کام کریں۔ اللہ آپ کو توفیق دے۔ اگر آپ ان متواتر احادیث کو نہیں مانتے تو اپنے آئمہ کے جھوٹے ہونے کا اعلان کریں۔ یا پھر ان کے شیعہ اور پیروکار ہونے سے انکار کریں۔ ورنہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ آپ کا دعویٰ حب اہل بیتؑ محض سیاسی چال اور جھوٹ و فریب ہے۔ اور ”غیبت کبریٰ“ کے اس دور میں آپ صرف

عوام الناس کی سچی عقیدت آل رسولؐ سے ناجائز دنیا کماتے اور ان کے متعالیٰ سیم تنوں سے وصال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدا و رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ کی سچی محبت و اتباع نصیب کرے۔

### چند فقہی مسائل

سوال ۵۹۔ فتاویٰ قاضی خان پر مرقوم ہے کہ اگر کیا شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے؟ کوئی شخص محارم (یعنی ماں، بیٹی، بہن، خالہ وغیرہ) سے شادی کر کے ان سے مقاربت کرے اگرچہ وہ تسلیم بھی کرے کہ میں شادی کتنے وقت جانتا تھا یہ نیکہ پر حرام ہے۔ تب بھی ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ کیا ایسے فتویٰ والا مذہب قابل اتباع ہے عقل و نقل سے جواب دیجئے۔

جواب۔ شبہ سے حد ساقط ہونے کی نظر میں یہ مسئلہ غلطی سے امام صاحب کی طرف منسوب ہو گیا ہے۔ علامہ ابن قیم اعثۃ اللہ فان میں لکھتے ہیں۔

”کہ امام ابو حنیفہؒ پر یہ بہتان ہے کہ وہ محارم سے نکاح اور وظی پر حد کے قائل نہیں۔“ وجہ اس کی یہ ہے کہ احادیث صحیحہ ایسے شخص کے قتل کا حکم دیتی ہیں۔

مشکوٰۃ شریف ص ۲۴ باب المحرمات میں یہ حدیث ہے کہ برادر بن عازبؓ کے ماموں ابو بردہ بن نیارؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھنڈا دے کر بھیجا کہ فلاں شخص کا سر قلم کر لاؤ جس نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا تھا۔ اسے ترمدی، ابو دؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ نسائی ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں۔

”کہ مجھے حضورؐ نے اس شخص کی گردن مارنے اور مال لوٹ لینے کا حکم دیا ہے۔“ اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جو محرم عورت سے جماع کرے اسے قتل کر دو۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۲۲۸) ملا علی قاری عفی عنہ نے یہ تشریح بھی لکھی ہے۔ ”اگر اسے حرمت نکاح کا علم ہو پھر حذل سمجھتے ہوئے نکاح کرے تو مرتد ہو کر قتل کیا جائے گا اور اگر حرام جانے تو فاسق ہو گیا۔ جدائی کر کے اُسے



سنگین تعزیر لگائی جائے گی جب تک کہ دخول نہ کیا ہو۔ ورنہ اگر حرام جانتے ہوئے دخول بھی کر لیا تو وہ زانی بھی ہے اس پر احکام نہ ناجاری ہوں گے۔ (حد نہ لگے گی۔) ایسے شخص کے متعلق صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

ويعاقب عقوبة هي اشد ما يكون من التعذيب سياسة لاحدا مقدار اشد عدا بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۲۲۸

اور اسے سنگین سزا دی جائے گی جو تعزیر سے بھی سخت ہے تاکہ اسے عبرت ہو۔ شرعاً مقررہ حد مثلاً گنوار سے کو... کوٹے، پر اکتفا نہ کی جائے گی۔

تعزیراً ایسے مجرم کو قتل کرنا بھی روا ہے توفیقہ حنفی کا فیصلہ احادیث بالا کے مطابق ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شیعہ اس مسئلہ کے بیان میں عمدۂ خیانت سے کام لیتے ہیں کہ لا حد علیہ کسی اجمالی مقام سے نقل کر لیتے ہیں مگر عقوبت و تعزیر کے مقام سے قتل تک کی صورت میں سنگین تعزیر نقل نہیں کرتے۔ اعاذنا اللہ من شرور ہم۔ تعجب ہے کہ شیعہ حضرات ہم پر کیوں طعن کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ تو شیعہ کے اپنے گھر کا ہے۔ کہ وہ نکاح محارم کے بعد وطی کو زنا ہی نہیں مانتے۔

شیعوں کی مستند کتاب فروع کافی ج ۲ ص ۲۵۲ پر بحوالہ آفتاب ہدایت، لکھا ہے۔

الذی یتزوج ذات المحارم التي ذكوها عن رجل نحر يميها في القرب من الامهات و البنات الى اخر الآية كل ذلك حلال من جهة التزويج حرام من جهة ما نهى الله عنه لا يكون اولادهم من هذا الوجه اولاد الزنا من قذف امولود من هذا الوجه عند لانه مولود بتزويج ريشدة۔

جو شخص محرم عورت سے شادی کرے جن کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا ہے جیسے ماہیں بیٹیاں۔ یہ شادی کی حیثیت سے جائز ہے اور اللہ کے منع کرنے سے حرام ہے۔ اس نکاح سے ان کی اولاد حرامی نہ ہوگی۔ اور جو شخص ایسی اولاد کو حرامی کہے اسے حد قذف (۸۰ کوٹے) لگے گی کیونکہ وہ جائز نکاح سے پیدا ہوئی ہے۔

اب تو مسئلہ صاف ہو گیا کہ شیعہ توہم سے دس قدم آگے ہیں کہ نکاح کو ہی جائز کہہ رہے ہیں۔ اگر ان کا مذہب قابل اتباع ہے تو ہمارا بدرجہ اولیٰ ہے کہ ہم تو قبیح کبیرہ مان کر تحریر کے قابل ہیں اور ایسے مسائل فرضی صورت پر مبنی ہوتے ہیں واقعی نہیں ہوتے۔

سوال ۶۔ نص قرآنی ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ پھر فتاویٰ عالمگیری ج ۱۳ پر ہے سورت فاتحہ پیشاب سے لکھی جاسکتی ہے (معاذ اللہ) موقوف جہ بیان کیجیے۔

جواب ۱۔ یہ ابو بکر اسکاف کا قول ہے۔ وہ صاحب المذہب اور طبقہ اولیٰ کے فقہاء میں سے نہیں ہیں تاکہ مذہب حنفی پر اعتراض وارد ہو۔ طبقات الفقہاء میں مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

”دوسرا طبقہ اکابر متاخرین کا ہے۔ جیسے ابو بکر خضاف طحطاوی، ابوالحسن کرخی شمس اللامہ مرخسی، اور حلوائی، فخر الاسلام ہزدوی، قاضی خان صاحب ذخیرہ وغیرہ جیسے حضرات یہ اجتہاد میں پھلے فقہاء سے ان مسائل میں مقدم ہیں جن میں صاحب مذہب سے روایت نہیں ہے۔ مگر یہ صاحب مذہب کی مخالفت پر قدرت نہیں رکھتے۔ نہ اصول میں، نہ فروع میں۔“

۲۔ ہم کہتے ہیں کہ کتابت بالبول کا یہ قول صاحب مذہب کے خلاف ہے۔ لہذا حنفیہ اہل سنت پر الزاماً حجت نہیں بن سکتا۔

”امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نصرانی کو فقہ اور قرآن بتاتا ہوں شاید وہ مسلمان ہو جائے۔ مگر قرآن کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا۔ اور اگر غسل کرے پھر ہاتھ لگائے تو کوئی حرج نہیں۔ کذا فی الملتقط (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱)“

نیز آپ فرماتے ہیں۔ قرآن کریم جب پرانا ہو جائے کہ پڑھنا نہ جاسکے اور اس کے بچٹ کرنا لٹع ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے کپڑے میں لپیٹا جائے اور دفن کیا جائے۔ دفن



وہاں بہتر ہے جہاں نجاست و عیزہ پڑنے کا اندیشہ نہ ہو اور سامی بنا کر دفن کیا جائے  
کیونکہ اگر اسے درمیان میں دفن کیا جائے تو اس پر مٹی ڈالنی پڑے گی اور اس میں  
ایک قسم کی بے ادبی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۸)  
غور کیجئے۔ جب مٹی ڈالنا امام صاحب کے نزدیک بے ادبی ہے تو پیشاب سے  
لکھنا کیسے جائز کہیں گے؟

۳۔ بالفرض اسے درست تسلیم کیا جائے تو وہ ان فرضی صورتوں میں لکھا گیا ہے  
کہ اس قسم کے تعویذ سے علاج کے علاوہ کوئی صورت جان بچنے کی ممکن نہ ہو۔ اور تعویذ  
کی تاثیر عامل جانتا ہو۔ الفاظ یہ ہیں لو کان فیہ شفاء ولا یأس کہ اگر ایسے تعویذ میں شفا  
ہو تو (جان بچانے کے لیے) کوئی حرج نہیں۔ پھر آخر میں یہ مثال دی ہے کہ پیاسے  
کو مجبور ہی کی حالت میں شراب پینا حلال ہے۔ (عالمگیری ج ۳ ص ۴۴۴)

نیز شیعہ کے ہاں تعویذ قرآن بلا وضو درست ہے۔ اور لکھے ہوئے الفاظ کے  
بغیر قرآن پاک کو چھونا بھی درست ہے۔ جیسے شیعہ رسالہ فقہ توضیح المسائل ص ۳۸ پر  
جن چیزوں کے لیے وضو مستحب ہے یہ لکھی ہیں نماز جنازہ۔ قرآن پڑھنے یا لکھنے یا  
ساتھ رکھنے یا حاشیہ قرآن کو چھونے کے لیے *تَوَلَّیْمَتُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ* کی تو  
نہ مخالفت کر دی۔ ان کا مذہب ہم سے کمزور ہی ہوا۔

سوال ۶۱۔ قرآن مجید کی ہر سورت بسم اللہ شریف سے شروع ہوتی ہے لیکن  
سورت توبہ میں یہ آیت نہیں ہے۔ کیوں؟

جواب۔ عہد نبوی میں مکتوبہ قرآنی آیات و سورت  
سورت توبہ کی بسم اللہ کیوں نہیں | صحابہ کرامؓ نے کم از کم دو معتبر گواہوں کی گواہی  
سے جمع کیں۔ تو ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی ملی۔ مگر سورت انفال و توبہ  
کے درمیان نہ ملی اور کسی نے اس کی تصدیق بھی نہ کی تو اسے بلا بسم اللہ ہی لکھا۔

قسطانی کے حوالے سے حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۲۸ پر ہے ”کہ سورت توبہ کے شروع  
میں بسم اللہ نہ لکھی گئی کیوں کہ یہ سورت تو امان اٹھانے کے واسطے رکازوں سے جدائی اور

جنگِ یلغار اتنی ہے اور بسم اللہ میں امان ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے مگر سورتِ توبہ کا محل و موضوع نہ بتایا۔ اس کا مضمون سورۃ انفال کے مشابہہ تھا کہ اس میں وعدے کرنے کا ذکر تھا اور اس میں وعدے والے کو ایسے کرنے کا لہذا اس کے ساتھ (بجز بسم اللہ) ایسے ملا دیا۔

سوال ۶۲۔ جب ہر سورۃ کا جزو بسم اللہ بنایا گیا ہے تو پھر نماز میں سورتیں بلا بسم اللہ کیوں پڑھی جاتی ہیں؟

جواب۔ تسمیہ کے ہر سورت کے جزو ہونے کا دعویٰ محل نظر اور محتاج دلیل ہے دراصل یہ ایک فروعی اختلافی مسئلہ ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ قرآن کی آیت ہے۔ مگر جزو و سورت ہونے کا اتفاق صرف سورت نمل کے متعلق ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ و روایت عن احمد بن حنبلؒ یہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ سورت نمل کے بجز قرآن پاک کی کسی سورت کا جزو نہیں اور امام شافعیؒ اور روایت عن احمد بن حنبلؒ کہ ہر سورت کی خصوصاً سورۃ فاتحہ کی جزو ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مستقل قرآن کی آیت ہے۔ جو سورتوں کے درمیان فصل اور تبرک کے لیے اتاری گئی ہے۔ مذہب حنفیہ کا صحیح قول یہی ہے (تفسیر الواسع ج ۱) جب حنفیہ کے نزدیک ہر سورت کا جزو نہیں۔ تو اس کا ہر سورت کے شروع میں پڑھنا نماز میں مسنون نہ ہوا۔ ہاں مسلسل تلاوت میں پڑھی جاتی ہے کہ مقصود ربط اور روانی ہے۔ اور بسم اللہ فصل کا کام دیتی ہے۔

سنی کتب میں امام ابو حنیفہؒ کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ حضرت انسؓ سے شیعین راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہوں نے کسی سے بلند آواز سے بسم اللہ نہ سنی۔ معلوم ہوا نہ فاتحہ کا جزو ہے نہ کسی اور سورت کا۔

۲۔ حدیث قسمت الصلوٰۃ میں ہے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں۔ میں نے فاتحہ اپنے اور

بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے۔ جب وہ الحمد للہ کہتا ہے تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں



میرے بندے نے میری تعریف کی الخ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۲) اگر سورت فاتحہ کا جزو ہوتی تو یہ حدیث بسم اللہ سے شروع ہوتی۔

۳۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ و عثمانؓ قراءۃ الحمد اللہ سے شروع کرتے تھے۔ ترمذی ص ۳ نے حسن صحیح کہا ہے (ان روایات میں محمد بن فرات نے) سوال ۶۳۔ ثنا کو قرآن مجید سے ثابت کیجئے۔

**ثنا** جواب۔ سوال کے لیے بھی اصول چاہیئے۔ اہل سنت میں سے کس نے دعویٰ کیا کہ ثنا قرآن کی عبارت ہے یا شیعہ سے کس نے کہا کہ جو دعائیں وہ نماز میں پڑھتے ہیں وہ سب قرآن سے ثابت کریں؟ اگر ایسا کچھ ہوتا تو تنبیہ سوال بر محل تھا ورنہ نہیں۔ مہذا ہم کہتے ہیں کہ ثنا کے مرتب الفاظ تو قرآنی نہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث مرفوعہ اند حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں۔ مگر یہ کوئی شیعہ کا کلمہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل اور لغو یا علی مدد کی طرح من گھڑت اور قرآن کے خلاف شرک کی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایک ایک لفظ عظمت و توحید الہی کا پیامبر اور متنا قرآن سے ثابت ہے۔

- |                           |                                                                                    |
|---------------------------|------------------------------------------------------------------------------------|
| ۱۔ سُبْحَانَكَ اِلهُمَّ۔  | ۱۔ سُبْحَانَ الَّذِي اَسْرَىٰ بِكَ۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ پ۔                           |
| ۲۔ وَجَمَدِكَ۔            | ۲۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ پ۔ وَلَهُ لِحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پ۔            |
| ۳۔ وَتَبَارَكَ سَمٰوٰی۔   | ۳۔ تَبَارَكَ اِسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پ۔                       |
| ۴۔ وَتَعَالٰی جَدُّكَ۔    | ۴۔ رَبُّنَا تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا پ۔ اَجْن۔                                      |
| ۵۔ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ | ۵۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا انتَ پ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا نَا پ۔ |

سوال ۶۴۔ الصلوٰۃ یخیر من النوم کا جملہ قرآن میں دکھائیے۔  
**الصلوٰۃ یخیر من النوم** انہیں تو حدیث مرفوعہ بیان کیجئے۔

جواب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو محمدؓ کو آذان سکھاتے ہوئے فرمایا۔

جب فجر کی اذان ہو تو حی علی الصلاۃ کے  
بعد کہو اللہ صوۃ خیر من النوم۔ رک نماز  
نمید سے بہتر ہے ۱۰

اذ کان ذان الفجر قل بعد  
حی علی صلاۃ صوۃ خیر من  
النوم (ابوداؤد ص ۳ نسائی ص ۵۷ مواد الطمان

طحاوی ص ۸۲)

اسی طرح طحاوی نیل الاوطار للشوکانی، طبرانی، بیہقی، دارقطنی وغیرہ میں مرفوعاً  
یہ جملہ خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہے۔ لہذا اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اضافہ سمجھنا  
جہالت یا بددیانتی ہے۔

سوال ۶۵۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس جملہ کو حصہ اذان ثابت کیجئے۔

جواب۔ جب اصل مصدر شریعت ہستی رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت

ہو گیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد دو سالہ مختصر دور میں بھی ثابت ہو گا۔ اس دور میں مسلمان  
بڑے بڑے معرکوں میں مصروف تھے اتنی فرصت کسے تھی کہ وہ ان جزئیات کو آپ کے  
زمانے کی تصریحات کے ساتھ روایت کرتا جس کا ٹی کا کہی سے چلنا اور حیدر آباد رکنا  
ثابت ہو جائے تو کوٹری سے اس کا گزرنا خود بخود سمجھا جائے گا۔

سوال ۶۶۔ نماز تراویح یا جماعت زمانہ رسول و حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ  
نماز تراویح کا ثبوت | میں ثابت کیجئے۔

جواب۔ بخاری شریف ج ۲ ص ۲۶۹ باب فضل من قام رمضان میں یہ حدیث ہے

من قام رمضان ایما واخساب جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے

غفرلہ ما تقدم من ذنبہ رمضان میں قیام کرے تو اس کے پہلے

گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات تک اسی

طرح لوگ قیام رمضان کرتے تھے۔ پھر اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ زمانے میں انفرادی و اجتماعی طور پر حسب اتفاق لوگ رمضان کا قیام

کرتے تھے۔ یعنی تراویح پڑھتے تھے۔ عبد الرحمن بن عبد القاری کہتے ہیں۔ میں رمضان کی



ایک رات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ نکلا تو لوگ متعدد جماعتوں میں نماز تراویح پڑھ رہے تھے۔ کوئی اکیلے پڑھ رہا تھا۔ کوئی ۸-۱۰ آدمیوں کی جماعت کر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ان کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ بہتر ہو چنانچہ پھر بجتہ اردہ کر کے دھابہ سے مشورہ کے بعد سب کو حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے جمع کر دیا۔ آگے حضرت عائشہ صدیقہ رضی کی روایت ہے۔

”کہ حضور علیہ السلام نے رمضان میں ایک رات نماز پڑھائی۔ لوگوں نے اس پر خوب باتیں کیں۔ دوسرے دن لوگ زیادہ جمع ہوئے آپؐ نے باجماعت نماز پڑھائی۔ لوگوں نے پھر خوشی سے باتیں کیں۔ تیسری رات بہت سے لوگ جمع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ چوتھی رات آئی تو مسجد میں لوگ کما بھی نہ سکتے تھے۔ آپؐ نے اس رات نماز نہ پڑھائی۔ پھر صبح کی نماز پڑھا کر فرمایا۔ لوگو! تمہاری آمد اور شوق کا تو مجھے پتہ تھا۔ لیکن میں اس لیے پڑھانے نہ آیا کہ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں تم پر حکم دہی، فرض نہ ہو جائے اور تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ رسول اللہؐ کی وفات تک لوگ اسی طرح انفرادی و اجتماعی نماز تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

دونوں روایتیں ہم نے مفصل ذکر کر دی ہیں کہ تراویح کا آغاز بھی خود حضور علیہ السلام نے باجماعت واحدہ فرمایا۔ مگر فرضیت کے خوف سے خود جماعت کرانا چھوڑ دی۔ اور لوگ اکیسے یا باجماعت پڑھتے رہے تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور کے بعد فاروق اعظمؓ کے دور میں مسلمانوں کو داخلی سکون نصیب ہوا اور وحی کے ذریعے فرضیت کا اندیشہ جاتا رہا۔ تو آپؓ نے تراویح کی سنت نبویؐ کو پھر سے زندہ اور باقاعدہ قائم کر دیا اور میں پڑھی گئیں۔ اس لیے نسبت آپؓ کی طرف سمجھی گئی۔ ورنہ جب نفس تراویح سنت نبویؐ ہے تو جماعت بھی سنت نبویؐ ہے۔ تو ۲۰ کا عدد بھی ضرور سنت نبویؐ ہو گا۔ اور صحابہ کرامؓ نے اس خود ایجا نہ کیا ہو گا۔ کیونکہ وہ متبع سنت ہوتے تھے۔ یہاں شیوخ حضرات کی تشکی کے لئے مستند حکم کا حوالہ مفید ہو گا۔ وہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس میں واضح دلیل ہے کہ مسلمانوں کی مساجد میں باجماعت تراویح سنت مستونہ ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ پر زور دیتے رہے کہ یہ سنت نبویؐ باقاعدہ قائم کریں۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اُسے قائم کر دیا۔ الغرض سب صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں حضرت عمرؓ نے اس سنت نبویؐ کو باقاعدہ جاری فرمایا۔ کسی نیکر نہ کی۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے دور میں پھر لبر کے تمام خلفاء اسلام اور مشرق و مغرب میں اس پر عمل جاری ہے۔ تعجب ہے کہ شیعہ کو اس عبادت سے کیوں ضد اور جڑ سے۔ حالانکہ الاستنبصا میں روایت ہے کہ حضرت جعفر صادقؑ ۲۰ رمضان تک بیس رکعتیں ہر شب کو زائد پڑھتے تھے۔ آخری عشرہ میں بصورت نفل اور اضافہ کرتے ہوں گے۔

### نماز میں ہاتھ باندھنے کی ۹ توثیق شدہ احادیث

سوال ۶۷۔ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کے جواز میں آپؐ کے پاس صرف ۹ روایات ہیں۔ رجال کشی کے اصول پر ان کے اسناد صحیح ثابت کیجیے اور تمام راویوں کو ثقہ ثابت کیجیے۔

جواب۔ نہ معلوم معترض صاحب نے کون سی انوکھی درسگاہ سے ادیب فاضل کر کے مذہبی مباحث شروع کر دی ہیں۔ اور مناظرانہ اصول کا اتنا بھی پتہ نہیں کہ جس مذہب کی حدیث ہو اسی مذہب کی کتب جرح و تعدیل سے اس کی صحت اسناد کو جانچا جاتا ہے۔ رجال کشی تو چھٹی صدی کی شیعہ کتب رجال کی قدیم ترین کتاب ہے جس میں ما شاء اللہ۔ ابو بصیر زرارہ۔ برید بن مویہ۔ محمد بن مسلم۔ اسماعیل جعفی وغیرہ مرکزی رواۃ شیعہ کو کذاب۔ ملعون۔ بد اعتقاد۔ کافروں سے بدتر۔ یہود و نصاریٰ سے بھی برے آئمہ اہلبیت کی زبانی کہا گیا ہے۔ ہمیں کیا ضرورت پڑی کہ ہم اپنے رواۃ ثقات کو اس بوچڑخانہ کی بدبو سے آلودہ کریں۔ آپؐ کو باندھنا ہاتھ باندھنے کی ۹ روایتیں تسلیم ہیں حالانکہ وہ بہت زیادہ ہیں۔ جب کسی مسئلہ میں احادیث لاتعداد اور حدیث شریعت و تواتر کو پہنچ جائیں تو رواۃ و اسناد کی انگ انگ توثیق کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر ان سب کو جمع کر کے



توثیق شروع کر دی جائے تو مخیم جلد درکار ہے۔ تاہم بالبدار رک رک کر لے کر رک کے  
تحت ہم صرف آپ کے بقول ۹ روایتیں مع توثیق اسناد نقل کرنا کافی جانتے ہیں۔  
۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے۔ حدثنا وکیع (نفعہ ثبت تقرب۔

عن موسیٰ بن سُمَیْد (ابن معین ابو حاتم بن زہیر خطیب عجمی اور دولابی ثقہ کہتے ہیں  
نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی خرابی نہیں۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۶۲) عن عقیقہ  
بن وائل (ابن حبان نے ن کو ثقافت میں لکھا ہے۔ ابن سعد ثقہ کہتے ہیں۔ ابن حبان  
صدق کہتے ہیں۔ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۸) عن ابیہ وائل بن حجر صحابی مشہور

انہ صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
سلم موضع بدۃ الیمین علی البسری  
تحت السرة  
حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھ کر  
تو دایاں ہاتھ بائیں پر باندھا اور نواف  
کے نیچے رکھا۔

اہل حدیث عالم عبد الرحمن مبارک پوری تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۱ میں کہتے ہیں  
شیخ قطوبغا نے کہا ہے۔ یہ سند جید ہے۔ شیخ ابوالطیب مدنی کہتے ہیں۔ سند کے اعتبار سے  
یہ حدیث قوی ہے۔ مدعا بد سند ہی کہتے ہیں اس کے رجال ثقافت ہیں۔

۲۔ عن علی قال من سننت  
وضع الکف الیمین علی الکف البسری  
فی صورة تحت السرة (مصنف ابن ابی  
شیبہ بحوالہ تعلیق الحسن ص ۶)  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ سنت  
یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے دایاں ہاتھ  
بائیں پر رکھ باندھے۔

حافظ ابن قیم بدائع الفوائد ج ۳ ص ۹۱ میں لکھتے ہیں۔ سنت صحیحہ یہ ہے کہ ہاتھ  
باندھ کر ناف کے نیچے رکھے جائیں۔ حضرت علیؓ کی حدیث صحیح ہے۔ اور سپینہ پر ہاتھ باندھنا  
سنت میں منع آیا ہے جسے تکبیر کہتے ہیں۔

۳۔ عن انس قال نذرت من  
اخلاق نبوتہ تعجب لا فصر ودر خدر  
تسجود و وضع الیمین علی بصری  
حضرت انسؓ فرماتے ہیں اخلاق انبیاء میں  
سے تین چیزیں راہم ہیں۔ فطرہ جلدی  
کرنا۔ سحری دیر سے کھانا اور نماز میں

دَحَّتِ السُّرَّةَ (الجوهري المنقح ج ۲)

دایاں ہاتھ بائیں کے وپہ ناف کے تحت

باندھنا۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں۔ سنہ حسن ہے۔ اور ابو مجاز راجح بن سبیر کا قول بھی  
باسناد صحیح آثار السنن ص ۱ میں مذکور ہے۔

لم۔ بخاری تشریف باب وضع یمنی علی بصری فی الصلوۃ ج ۱ ص ۱۲ میں ہے۔  
عن سہل بن سعد قال کان  
ناس یؤمرون ان یضع الرجل الید  
ایمنی علی ذرۃ بصری فی الصلوۃ  
بخاری تشریف کی یہ روایت توثیق سے مستغنی ہے کیونکہ عبد اللہ بن مسلمہ غنی۔

مالک بن انس اور ابو حازم سہل بن سعد سب ثقافت ہیں۔  
مثلاً تفسیر التہذیب لابن حجر سے توثیق ملاحظہ ہو۔ عبد اللہ بن مسلمہ غنی ثقہ و عابد  
ہیں۔ مالک بن انس مشہور امام ہیں۔ ابو حازم مسلمہ بن دینار ثقہ اور عابد ہیں۔

۵۔ سنن نسائی باب موضع الیمین من الشمال فی الصلوۃ ص ۱ میں یہ حدیث ہے۔  
اخبرنا سوید بن نصر حدثننا  
عبد اللہ بن مبارک عن زائدۃ قل  
حدثنا عاصم بن کلبی عن حدیثی  
ابی ان وائل بن حجر اخبرہ قال  
قلت لا نظرن الی صلوۃ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کبف یصلی فخرت  
لیہ فقام فکبر ورفع یدہ علی  
رکبتہ حتی حدوا ذنبا فذبح وضو  
یدہ الیمنی علی کشف البصری والرسغ  
والساعد الخ

پراٹھائے۔ حتی کہ وہ کانوں سے بندہ  
ہو گئے۔ پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں  
ہاتھ پر رکھا۔ اور کھڑی (کو کھڑا)





## تقریب التہذیب سے توثیق ملاحظہ ہو۔

- ۱۔ سوید بن نصر المروزی - ثقة من العاشرة - ۲۔ عبد اللہ بن مبارک المروزی امام ثقة ثبت، فقیہ، عالم، جواد، مجاہد جمع فیہ خصال الخیر من الثامنة - ۳۔ زائدة (بن قدامد) ثقة ثبت من السابعة
- ۴۔ عاصم بن کلیب بن شہاب الکوفی صدوق - ۵۔ کلیب والد عاصم صدوق من الثانية - ۶۔ وائل بن حجر صحابی مشہور۔
- ۷۔ مشکوٰۃ ص ۵، مسلم کے حوالے سے حضرت وائل بن حجر کی یہ حدیث ہے۔
- ..... ثم وضع يدك الیمنی علی اليسری - پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں

پر رکھا۔

اس کے رواۃ بھی توثیق سے مستغنی ہیں کہ روایت صحیح مسلم کی ہے۔  
۸۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی ہاتھ باندھنے کے متعلق یہ حدیث ہے۔

عن قبصة بن هلب عن	قبیصہ بن ہلب اپنے باپ سے روایت
ابیہ قال کان رسول الله يؤمنا	کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
بأخذ شماله بيمينه (بحوالہ مشکوٰۃ ص ۶)	وسلم ہمیں جماعت کر لیتے تو بائیں ہاتھ
وأيمنه بيمينه بيمينه	دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔

ابن ماجہ کی سند میں اس کے راوی یہ ہیں۔

عثمان بن ابی شیبہ - ابوالاحوص - سماک بن حرب - قبیصہ بن ہلب

ہلب رضی اللہ عنہ

اب تقریب سے توثیق ملاحظہ ہو۔

- ۱۔ عثمان بن محمد بن ابراہیم (ابن ابی شیبہ) ثقة حافظ شہیر۔
- ۲۔ ابوالاحوص عوف بن مالک بن نضلة الکوفی مشہور بکثرت وثقة من الثانية - ۳۔ سماک بن حرب بن راس الکوفی ابو مغیرہ صدوق - ۴۔ قبیصہ بن ہلب الکوفی مقبول من الثانية - ۵۔ ہلب صحابی مشہور۔

حضرت ابن الزبیرؓ نے فرمایا  
سنت نبویؐ یہ ہے۔ قدم ملا  
کر رکھے جائیں۔ اور ہاتھ  
دوسرے ہاتھ پر باندھا  
جائے۔

۸۔ روی ابوداؤد حدثنا  
بن علی انا ابواحمد عن العلاء بن  
صالح عن زرعة بن عبد الرحمن  
قال سمعت ابن الزبیر يقول صف  
القدمین ووضع الید علی الید من  
الستة (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱)

تقریب سے توثیق ملاحظہ ہو۔

- ۱۔ نصر بن علی بن نصر بن علی ثقة ثبت دسویں طبقہ کے ہیں۔
- ۲۔ ابواحمد محمد بن عبد اللہ بن الزبیر الاسدی الکوفی ثقة ثبت الا انه قد یخطی فی حدیث الثوری من التاسعة۔ ۳۔ علاء بن صالح ر لم اجده فی التقریب۔ ۴۔ زرعة بن عبد الرحمن بن جرهد الاسلمی المدنی وثقه النسائی من الثالثة۔ ۵۔ ابن الزبیر۔ عبد اللہ بن الزبیر من صفار الصحابة فی ۹۔ حدثنا محمد بن بکار بن

الریان عن هشیم بن بشیر عن  
الحجاج بن ابی زینب عن ابی عثمان  
النہدی عن بن مسعود انه کان  
یصلی فوضع یدہ البسری علی الیمنی  
فراک البنی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع  
یدہ الیمنی علی البسری (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱)

تقریب سے توثیق یہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ یا یاں ہاتھ  
دائیں پر رکھ کر نماز پڑھ رہے تھے  
تو حضورؐ نے دیکھ کر دایاں بائیں پر  
رکھا۔

- ۱۔ محمد بن بکار بن الریان الهاشمی ثقة من نعاشرۃ۔ ۲۔ هشیم بن  
بشیر واسطی ثقة ثبت کثیر لندیس ولا رسأل من سابعة۔ ۳۔ حجاج  
بن ابی زینب اسمی واسطی صدوق یحییٰ من اسد سۃ۔ ۴۔ ابوعثمان نہدی



عبد الرحمن بن مل مختصر من كبار من ثمة ثقة بنت عابد ذات سنة ۵۵۵

### ۵۔ ابن مسعودؓ لا نظیر له فی الطحاۃ

الحمد لله۔ حسب وعدہ ۹ احادیث صحیحہ مع توثیق اسناد ہاتھ بندھنے کے سلسلے میں

ہم نے ذکر کر دی ہیں۔ مگر میں شبیہ حضرات کو پہنچ کرنا ہوں کہ وہ اپنی صریح سے صرف  
۵۱۵ حدیث نبوی ہاتھ چھوڑنے کے سلسلے میں رجال کشتی کے معیار پر مع توثیق نقل کر دیں  
تو میں ان لوں گا کہ شیعہ کے پاس۔ اپنے گھر سے بھی کچھ نہ کچھ اس مسئلہ پر مواد  
موجود ہے۔ لیکن مجھے اس کی توقع نہیں ہے۔ ہاتھ کی دانت دکھانے کے اور ہوتے  
ہیں کھانے کے اور۔

سوال ۶۸۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور سے متعلقہ کوئی ایسی مثال یا روایت

صحیح مع حوالہ بتائیے جس سے ثابت ہو کہ حضرت ابو بکرؓ ہاتھ باز رکھ کر نماز پڑھتے تھے  
پھر مالکی سنی ہاتھ کھول کر کیوں نماز پڑھتے ہیں؟

کیا مالکی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں؟ جواب۔ یہ سوال ہے نکاح ہے۔ ایک حدیث کا

ثبوت ہے تو یہ اس امر کے یقین کے لیے کافی ہے۔ کہ تمام صحابہ کرامؓ اسی طرح ہاتھ باز  
کر پڑھتے تھے۔ اگر کوئی اس کے خلاف ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا ہو تو اس کا ثبوت معتزلین  
کو دین چاہیے۔ کیا مالکیہ کا دعویٰ یا دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہاتھ بندھ کر  
نماز پڑھتے تھے۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو اس ڈھکوسلہ باز می سے کیا نکالیں گے۔

فقہی و علمی اصرار میں استصواب حال یا اجماع سے تعبیر کیا جائے گا کہ ہاتھ بندھ کر  
عمل اصولاً ثابت ہو اسب اس کے کرنے پر مامور تھے۔ کسی ایک کا خلاف بھی ثابت  
نہیں تو یقیناً ہونے کا کہ یہ سب کا متفقہ عمل تھا سب اس پر کار بند تھے۔ شبہ  
کو بھی یہی اصول اپنا پڑتا ہے کہ مثلاً امام صادقؑ کا ایک قول و عمل سب کے لیے  
کا معمول سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ کیا آپؑ کی جو تفصیل حضرت صادقؑ سے نقل کیے  
ہیں حضرت علیؑ مثلاً علیؑ و علیؑ سے بھی جو کتب سے نقل کر سکتے

ہیں؛ اور جب وہ نہ ملے تو کیا اپنے مخالف کو آپ یہ حق دیتے ہیں کہ وہ حضریٰ قول و  
اعمال کو یہ کہہ کر رد کر دے اور مشکوک ظاہر کرے کہ ان کا ثبوت صریح بعد و لے چھ  
ائمہ سے نہیں ہے؛ یہ تنبیہ اس لیے کرنی پڑی کہ شیعہ حضرات اہل سنت سے مباحثہ کے  
وقت یہی بے ہولی اور دھاندلی شروع کر دیتے ہیں۔ فافہم۔

۱۔ مالکیہ کا ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا تو یہ ان کے متاخرین کو غلطی لگ گئی کہ بعض  
مالکیہ سے نقل مذہب امام میں سہو ہو گیا تو پھر یہ رواج چل گیا۔ جیسے مسئلہ عزاداری کے  
سلسلہ میں شیعہ کو غلطی لگ گئی اور وہ مذہب امام سمجھ کر اس کے پیرو ہو گئے۔ حالانکہ ائمہ  
کی تعلیمات میں امور سراسر حرام اور ناجائز ہیں۔ راقم کی تالیف مسئلہ عزاداری اور  
تعلیمات اہل بیت سے آپ شیعہ کی یک سو احادیث نبوی و ائمہ اس کی سخت تردید  
میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یا جیسے غریب قرآن خود ائمہ اہل بیت کا مذہب نہیں۔ مگر  
بعد کے تمام علماء اس کے قائل ہو گئے اور اب بھی قائل ہیں۔ قرآن کو صحیفہ صدیقی و  
صحیفہ عثمانی کہہ کر اپنے نوٹس اور شک کا اظہار کرتے ہیں۔ دراصل امام مالک سے نقل  
مذہب میں روایات مختلف ہیں۔ ایک میں جمہور اہل اسلام کی طرح وضع یدین کے قائل  
ہیں اور اپنی اصح ترین حدیث و فقہ کی کتاب مؤطا میں یہی نقل کیا ہے۔ ابن منذر و غیرہ  
نے امام مالک سے اس کے حذف کوئی قول نقل نہیں کیا۔ علامہ ابن عبد البر مالکی نے  
لکھا ہے۔

لم یأت عن أنبى صلى الله عليه .

حضور عبد الصلوٰۃ والسلام سے ہاتھ

وسلم فیہ خلاف وهو قول جنہود

باندھنے کے مسئلہ میں کوئی اختلاف مرتب

الصحابیۃ والتابعین قال وهو النبی

نہیں ہے۔ یہی جمہور صحابہ و تابعین کا مذہب

ذکرہ مالک فی المؤطا ولم یحک بن

ہے۔ اور اسی کو امام مالک نے مؤطا میں

المتذرو غیرہ عن مالک وغیرہ و

ذکر کیا ہے اور ابن منذر و غیرہ نے امام

دوی عن مالک الارسل و صار الیہ

مالک سے اس کے برخلاف نقل نہیں کیا

اکثر اصحابہ (مخبر سبیل سلاخۃ ۲۶۲ بہرہ فی)

امام سے ایک روایت ارسال کی بھی ہوئی۔



آپ کے اکثر اصحاب نے اسے مذہب بنالیا۔

اور ابن حکم نے بھی امام مالک سے وضع کی روایت نقل کی ہے اور ابن القاسم نے ارسال کی۔ (نیل الاوطار للشوکانی ج ۲ ص ۱۹۳)

لیکن یہ کوئی تصریح نہیں ملتی کہ امام مالک نے ارسال پر کون سے صحابہ و تابعین کے عمل سے استدلال کیا ہے۔ لہذا شیعہ کو ان کے ارسال سے کچھ فائدہ نہیں۔ امام مالک نے موطای میں فرمایا ہے: تین چیزیں سنت ہیں۔ ایک ہاتھ دوسرے پر باندھنا۔ نماز میں روزہ جلدی کھولنا۔ سحری میں دیر کرنا۔

سوال ۶۹۔ قرآن مجید میں ہے: ”روزہ رات تک پورا روزہ کے افطار کا وقت“ کرو؟ اور رات اندھیرا چھا جانے پر ہوتی ہے۔ آپ روزہ جلدی کیوں کھول لیتے ہیں؟ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نماز مغرب کے بعد روزہ کیوں کھولتے تھے؟ (فقہ عمرؓ)

جواب۔ تاخیر افطار کا یہ مسئلہ شیعہ نے محض اختلاف برائے اختلاف بنایا ہے۔ ورنہ شریعت کی تعلیم بالکل واضح ہے کہ جب سورج ڈوب جائے اور رات آنے لگے تو روزہ افطار کرو۔ اور نماز پڑھو۔ قرآن پاک کی مذکورہ آیت بھی یہی چاہتی ہے، یہاں یہ توسنی و شیعہ کا اتفاق ہے کہ جیسے آئِدِ یُکِّمُ اِلَی الْمَدَاقِ میں کہنیاں ہاتھ میں داخل ہیں۔ اسی طرح اَتِمُّوا الصَّیَّامَ اِلَی اللَّیْلِ میں رات صیام میں داخل نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روزہ تمام رات رہے رات ختم ہونے پر کھولا جائے۔ جب رات روزہ سے خارج ہے تو رات کے جز اول ہی میں روزہ کھولنا ہوگا۔ جیسے کوئی کہے کہ میں نے دریا تک سفر کیا تو دریا کا خشک کنارہ سفر کی انتہاء ہوئی۔ پانی سامنے آتے ہی سفر ختم ہو گیا۔ جیسے یہاں کچھ پانی میں پہنچنا لازم نہیں۔ اسی طرح رات میں گھس کر روزہ جاری رکھنا لازم نہیں۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ رات اندھیرا چھا جانے پر ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی عرف میں تو سمجھا جاسکتا ہے مگر شرع میں اس کا اعتبار نہیں۔ ورنہ رات کا چھا جانا اس وقت سمجھا جاتا ہے جب مشرق و مغرب کا فرق نہ ہو سکے۔





غالباً یہ وہی وقت ہے جس پر تمام اہل اسلام روزہ کھوتے ہیں۔ امام صادقؑ نے چاروں طرف رات چھا جانے اور اندھیرا ہونے کو وقت افطار نہیں بتایا۔

**سوال نمبر ۱۔** آپ کتنے ہیں کہ شیعوں کے قرآن کے چالیس شیعہ کے، اقرآن ہیں | پارے ہیں۔ کتب اربعہ سے وہ حوالہ نقل فرمائیے۔

**جواب۔** یہ خود شیعوں نے قرآن میں تخلف اور کمی کا بار بار یہ دیکھ کر عامۃ الناس میں یہ تاثر پھیلا دیا ہے کہ شاید شیعوں کا مکمل قرآن اس سے بڑا چالیس پارے کا ہوگا۔ کسی عالم نے ایسا نہیں لکھا۔ ہاں شیعوں کے قرآن اور صحیفہ بہت ہیں جن کا ذکر کتب اربعہ میں ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ اصول کافی ج ۲۳ باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر والجمزہ و مصحف فی المذنب علیہ السلام۔ پھر شیعوں کے ان چار قرآنوں کی تفصیل باب ہذا میں یوں آئی ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ ”ہمارے پاس جامعہ بھی ہے جس کی لمبائی حضور علیہ السلام کے گز سے۔ ۷ گز ہے۔ اس میں تمام مخلوق کا حال مکتوب ہے۔ پھر حلال و حرام اس میں ہے۔ اور ہر وہ چیز اس میں ہے جس کی ضرورت ہو حتیٰ کہ خراش سے اور ہاتھ سے مارنے کی دیت بھی اس میں لکھی ہے۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا ہمارے پاس جعفر بھی ہے۔ وہ ایک ایسا جامع خزائن ہے جس میں تمام انبیاء، اوصیاء اور بنی اسرائیل کے گذشتہ علماء کے علوم موجود ہیں۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا ہمارے پاس مصحف فاطمہؑ بھی ہے۔ وہ یہ ہے۔

مصحف فیہ مثل قرآنکم  
ہذا ثلث مروت والله ما فیہ من  
قرآنکم حرف واحد کافئ ج ۳۹

وہ ایب قرآن کہ تمہارے قرآن سے تین  
گنا بڑا ہے اللہ کی قسم اس میں تمہارے  
قرآن کا ایک حرف بھی نہیں معلوم ہوا کہ

یہ قرآن تو آئمہ نے اہل سنت ہی کو بخش دیا۔ وللہ الحمد

مز تفصیل باب ۱۰ بت میں یوں آئی ہے۔ امام صادقؑ سے جعفر کے متعلق  
”یہ قرآن تو آئمہ نے اہل سنت ہی کو بخش دیا۔ وللہ الحمد“

وہ قرآن ہے۔ چڑے کی طرح چوڑائی میں۔ گزلبا ہے۔ بڑے موٹے اونٹ کی ران کی طرح موٹا ہے۔ اس میں ہر انسانی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ ہر مسئلے کا حل اس میں ہے حتیٰ کہ خراش کی دیت بھی ہے۔

مصحفِ قاطمہؓ کی تعریف میں فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف ۵۷ دن زندہ رہیں اور آپؐ کو وفاتِ نبویؐ پر شدید غم ہوا۔ حضرت جبریلؑ آپؐ کو تسلی دینے آئے تھے اور خوش کرتے تھے۔ ابا جان کے حالات بتاتے تھے۔ حضرت علیؓ یہ سب کچھ لکھتے جاتے تھے پس مصحفِ قاطمہ علیہ السلام ہی ہے۔

امام صادقؑ نے شیعہ کے دو اور قرائنوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کی قسم میرے پاس دو کتابیں ہیں جن میں ہر نبی کا نام ہے اور ہر بادشاہ کا جو زمین کا بادشاہ ہوگا۔ اللہ کی قسم! ان میں کسی میں محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علیؓ کا نام نہیں ہے۔ (کافی ج ۲ ص ۲۴۲)

ان عجیب و غریب قسم کی پانچ آسمانی کتابوں کے علاوہ آئمہ شیعہ کو ہر دور میں ایک نئی کتاب ملتی ہے۔ ۱۲ آئمہ کی ان مستقل بارہ آسمانی کتب کا ذکر کافی کلینی میں ہے۔ علامہ مجلسی کلینی سے بسند معتبر لکھتے ہیں۔

حضرت فرمود ہر ایک ازما صحیفہ دارد کہ آنچه باید در مدت حیات خود بعمل آورد در آن صحیفہ است (جلد العیون ص ۱۹۹ حالات حضرت حسینؓ) ہیں وہ سب اس میں لکھے ہوتے ہیں۔

اس تفصیل سے پتہ چل گیا ہوگا کہ جب ہر قسم کی معلومات اور دنیا میں قابلِ عمل ہر مسئلہ اور ضرورت کی ہر چیز شیعہ کے ان سترہ قرائنوں میں ہے جن کے متعلق تعالیٰ آمیز دعوے بانیانِ تشیعہ نے کیے ہیں۔ تو شیعہ کو موجودہ قرآنِ نبوی کو مرکزِ عقیدت

ہے چونکہ شیعہ کو حضرت حسنؓ اور آپؐ کی اولاد کی بزرگی سے خاص چڑ ہے اس لیے اس کی نفی میں امام صادق سے کافی تک میں حدیثیں روایت کر دی گئیں۔ م۔



ماننے اور رشدِ عمل و طاعت استوار کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ وہ اگر اس پر ہر قسم کے اعتراضات کرتے اور بے اعتباری ظاہر کرتے ہیں۔ تو یہ عین قطری و قبیحی بات ہے۔ مجدد جس قرآن سے انبیاء کی عظمت و اطاعت کا بارہا سبق دیا۔ اور وَجَعَلْنَا لِمَنْ يَشَاءُ آيَاتٍ لِّعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (اے اللہ! ہمیں یہ سبیر گاہوں کا امام بنا) سے امامت کو کسی بنا دیا اور مذہبِ شیعہ کی جڑ کاٹ دی۔ جس نے وَاتَّخِذُوا (اور غم نہ کیا کرو) دیا کر عزاداری کے نظام کو درہم برہم کر دیا جس قرآن نے سینکڑوں آیات میں صریحاً رسولِ رفیع شیعہ دشمنانِ آلِ علیؑ کی تعریف و منقبت کا جھنڈا لہرایا جس نے جگہ جگہ خدا کی توحید اور اسے پکارنے کا حکم دیا اور یا علیؑ مد کو باطل کر دیا جس نے ایمان کے بعد عمل صالح کی بارہا تلقین کی اور ماتم کدوں سے ملنے والی جنتی ٹکٹوں کو جعلی بتایا اس قرآن سے شیعہ محبت رکھ ہی کیسے سکتا ہے۔ لہذا وہ ہر ممکن طور پر قرآنِ محمدی سے دور رہیں گے عوام کو دور رکھیں گے کیونکہ مذکورہ بالا سترہ قرائن کی عظمت اور ان پر ایمان کا قیام ہی ہے۔

**سوال نمبر ۱۔** اگر متعہ حرام ہے تو سمار سنت بکتر متعہ اور شیعہ کے ذمہ و احقرات نے متعہ کیوں کیا۔ ثبوت کے لیے دیکھئے بغیر نظر کی

**جواب الزامی۔** یہ سول بھونڈا اور اشتعال انگیز ہے۔ شیعہ کہا کرتے ہیں کہ ”ہم جن اکابر و اہلبیت کو مانتے ہیں اہل سنت کے ہاں بھی ان کی عظمت مسلم ہے۔“ شیعہ کو چاہیے تھا کہ وہ اہل بیت کے گھرانے کی ہر دور میں متعہ کرنے کی مثالیں پیش کرتے تاکہ جہاں ہم پر الزام ہوتا تو وہ شیعہ اور ان کی مستورات کے لیے واجب۔ تباع ہوتا۔ مذکورہ مثال تو ان کے لیے واجب۔ تباع نہ ہی۔ ہم متعہ کے قابل ہی نہیں تو اس سے مقصد سوائے ہمیں گناہ دینے اور غیرت چڑانے کے کیا ہوا۔ لہذا میں شیعوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر ان میں فرقہ بھر بھی ایمان کی جڑ ہے اور وہ متعہ کو کارِ شوب جانتے ہیں تو خاتمِ بدین کیا وہ مستوراتِ اہل بیت کی مثالیں کم از کم یک درجن اپنی کتب سے پیش کر سکتے ہیں؟ جیسے پانچ ہی سہی۔ اگر ثابت کر دیں تو فیہا اس مبارک عمل

کا اپنے گھر کی خواتین سے افتتاح کریں اور تمام دنیا نے شیعیت کے لیے ایک واجب<sup>الانباء</sup> نمونہ پیش کریں۔ اور مخلص داعی متعہ کو اس پر ناراض یا شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ایک تشریحی حکم ہے جسے عمر نے مار دیا تھا۔ آپ اپنے گھر سے اس مردہ سنت کو زندہ کر کے ثواب شہادت حاصل کریں۔ ہمارے بزرگ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی — جن کی منصب امامت شیعہ بھی پڑھتے ہیں — کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ تقریر میں بیوہ کے نکاح ثانی کی ترغیب دے رہے تھے۔ کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ اختلاف کی وجہ سے نکاح ثانی کو بہت محبوب سمجھا جاتا ہے۔ کسی نے اٹھ کر کہہ دیا۔ آپ اپنی بیوہ بہن کا نکاح ثانی کیوں نہیں کرتے۔ آپ ناراض ہونے کے بجائے فوراً گھر گئے۔ بہن کی منت سماجت کر کے اسے نکاح ثانی پر آمادہ کیا۔ کسی نیک آدمی سے نکاح کر کے فوراً واپس آگئے اور تقریر کے مجمع کو تسلی دے دی کہ تمہارا الزام دور کر دیا اپنے گھر سے سنت کو زندہ کر دیا۔ آج اخبارات کی زینت بننے والے شیعہ علماء کرام اور ”ہم متعہ کیوں کرتے ہیں۔“ ”متعہ اور اسلام“ جیسے رسائل لکھنے والے شیعہ مجتہدین مذہب کے ساتھ اخذ ص اور حرابت بیانی سے کام لے کر گھنٹہ بھر یا دن بھر وغیرہ مدت معلوم کے لیے اپنی ..... کو متعہ کے لیے دینے کا اعلان عام کر دیں تو شیعہ معاشرہ میں چودھویں کے چاند کی طرح یہ متعہ سنت زندہ ہو جائے گی۔ پھر حضرت عمرؓ کو گالیاں دینے کے بجائے سب شیعہ نوجوان و مستورات اپنے علماء و مجتہدین اور بزرگوں سے دعاؤں سے نوازیں گی۔ پھر کوئی نہ کہے گا کہ اگر متعہ ختم نہ کیا جاتا تو سحر شقی کے کوئی زنا نہ کرتا۔ اور ”فرمان صادق“ سچا ہو جائے گا ”کہ شیعہ! اللہ نے تم پر شراب کو تو حرام کر دیا مگر اس کے عوض میں متعہ دے دیا۔“ اور اگر شیعہ کے ذمہ دار قابل اتباع حضرات ایسا نہیں کر سکتے تو خدا را ہم کو یہ اعتقاد رکھنے سے تو منع نہ کریں۔ کہ اپنے گھر میں متعہ ناپسند کر کے دوسروں کی بہن بیٹی سے متعہ کرنے والے زانی ہیں۔ ان کا ضمیر بھی زنا کا فتویٰ دیتا ہے وہ دوسروں کو زنا ہی کی تعلیم دیتے اور زنا پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے گھر میں س زنا کو پسند نہیں کرتے۔ اب فقہ جعفری کے قانون کے مطابق



متعدہ کا رشتہ دیں۔ یا انکار کرنے اور متعدہ کو بے حیائی سمجھنے کی سزائے ارتداد و قتل۔ قبول کریں۔ یا پھر اس مذہب سے توبہ کر لیں۔

اگر آپ تین باتوں سے کوئی بھی قبول نہیں کرتے تو آپ شدید ہرگز نہیں خالص منافق ہیں۔ آپ کا ٹھکانا جہنم ہے۔ کیونکہ علامہ مجلسی و بیگزہ علماء نے متعدہ کو ضروریات دین (مثلاً نماز روزہ) سے لکھا ہے۔ اور یہ تو یقینی مسلمہ اصول ہے کہ ضروریات دین کا منکر و ناپسند کرنے والا ایک کافر جہنمی ہے۔ تارک، فاسق ہے۔ خدا اور رسول اور آئمہ کی لعنت کا مستحق ہے۔ تفسیر منہج الصادقین سے متعدہ کرنے والے کی مذمت میں احادیث ملاحظہ ہوں۔ تہیہ آیت والمحصنات ہے۔

۱۔ حدیث مرفوع ہے۔ جس نے ایک مرتبہ متعدہ کیا اس کا درجہ حسین جتنا ہے۔ جس نے دو مرتبہ کیا اس کا حسن جتنا ہے۔ جس نے تین دفعہ کیا اس کا درجہ علی بن ابی طالب جتنا ہے۔ جس نے چار مرتبہ کیا اس کا درجہ میرے برابر ہے۔ (مسند اللہ) اگر پانچ مرتبہ کرے تو؟

اب جو شخص حضرت علی و حسینؑ کا درجہ نہ چاہے یا متعدہ کے ذریعے اس کے حصول کی تمنا نہ کرے۔ اس سے بڑا بد بخت اور بے ایمان کون ہوگا۔

۲۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا ہے۔ کہ متعدہ ہمارے دین (دستور و عمل) ہے۔ اور ہمارے باپ دادا (آئمہ معصومین) کا دین ہے۔ جو متعدہ کرے اس نے ہمارے دین پر عمل کیا اور جو متعدہ سے انکار کر دے اس نے ہمارے دین کا انکار کیا اور مذہب کے خلاف اعتقاد رکھا۔ یقیناً متعدہ سلف سے قریب ہے اور شرک سے لمان ہے۔ متعدہ کی اولاد نکاح حلال کی اولاد سے افضل ہے۔ متعدہ کا منکر و نہ کرنا کفر و مرتد ہے۔

۳۔ جو شخص دنیا سے متعدہ کرے کرائے بغیر مر جائے وہ قیامت کے دن اٹھیکا تو اس کے ناک کان کٹے ہوں گے۔

متعدہ کی تعریف | متعدہ یہ بتانا ہے کہ کوئی مرد و عورت باہمی رضا مندی سے وقت مقرر

اور فیس (مهر) مقررہ کے ساتھ بغیر گواہوں کے ایجاب و قبول کر کے تعلق قائم کریں چونکہ نکاح دائمی کے لیے شیعہ کے ہاں گواہ شرط نہیں تو اس گھنٹہ بھر کے عارضی تعلق کے لیے گواہ بد جہہ اولیٰ نہیں۔ جب وہ وقت گزر گیا عورت خود بخود آزاد ہو گئی نہ اسے طلاق دی جائے گی۔ نہ وراثت ملے گی۔ نہ نان و نفقہ کی حق دار ہے۔ نہ اس کی عدت ہے۔ نہ وہ مرد پر فیس لینے کے سوا اور کوئی حق رکھتی ہے۔ یہ ساری شرائط و تفصیلات شیعہ کی تہذیب الاحکام وغیرہ میں مذکور ہیں۔

**تحقیقی جواب** الزامی جواب سے معذرت خواہی کے بعد اصل تحقیقی جواب یہ ہے کہ مظہری میں یہ روایت طحاوی اور نسائی کے تولد سے ملتی ہے۔ ہم نے نسائی کو غور سے تمام کتاب النکاح دیکھا مگر یہ روایت نہیں ہے۔ باب تحریم منہ موجود ہے۔ اس میں حضرت علیؑ کی روایت سے مرفوعاتین حدیثیں مذکور ہیں جیسے سوال ۵۶ کے جواب میں مسلم شریف کی روایات گزریں۔ طحاوی میں بھی یہ روایت نہیں ہے۔ من ادعیٰ فضلیہ البیان۔ معلوم ہوا قاضی صاحب کو ان کی طرف نسبت کرنے میں غلطی لگ گئی۔ یا کاتبوں اور نسخہ کا تصرف ہے۔

علامہ موسیٰ جلال اللہ الوشیعیؒ فی لفظ عقائد الشیعہ ص ۱۳۱ میں فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کے ساتھ حضرت اسماءؓ کی شادی کو بعض راویوں نے عقد الی اجل سے تعبیر کر دیا ہے جسے شیعہ نے منہ بنا ڈالا۔ حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ ”شادی کے وقت طرفین نے احتیاطاً کچھ شرائط لگاتے ہیں۔ تاکہ ناموافقیت کی صورت کا تدارک ہو سکے۔ تو غالب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بطور احتیاط یہ شرط لگا دی کہ اگر موافقت نہ ہو تو کچھ مدت کے بعد طلاق دے دینا۔ تو لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ نکاح موقت ہوا۔ پھر راویوں نے یہ گھڑ لیا کہ سیدہ اسماءؓ کا نکاح منہ تھا۔ حالانکہ عام سادات قریش اسے ناپسند کرتے تھے تو صدیق اکبرؓ تو بڑے مردار اور معزز تھے۔ وہ ایسا کب کر سکتے تھے کہ اپنی بچی کا نکاح کسی اجرت یا مفاد کے لیے کریں۔ پھر شیعہ کی یہ بھی کتنی بڑی زبردست خیانت اور سپینہ زوری سے کہ مظہری میں ہم صفحات پر پھیلی ہوئی منہ کی بحث میں سے ابتدائی چند



سفر میں جن میں سوال کے طرز پر جواب متنعہ کی روایات ہیں، تو نظر اگلیں مگر تحریم و نسخ کے  
بقیہ دیبول روایات سے اعراض کر لیا۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی کتاب سے منافع کے  
سوال کو اصل مسئلہ ظاہر کر کے لکھا جائے اور جواب کو دیکھا نہ جائے۔ صاحب منہری  
چند آثار کے بعد فرماتے ہیں۔

”ان آثار صحابہؓ سے متنعہ کا جواب تو معلوم ہوتا ہے لیکن منسوخ نہ ہونا و راب  
بھی جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ صرف حضرت ابن عباسؓ کا اثر اور ابن مسعودؓ کی قرأت  
سے غیر منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے۔“

میں کہتا ہوں حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت تو شاذ ہوئی اس کا قطعی کلام اللہ سے  
معارفہ نہیں ہو سکتا۔ اثر ابن عباسؓ کی تردید اور اس کا رجوع قاضی صاحب نے خود  
آخر میں ثابت کیا ہے۔ پھر صاحب منہری فرماتے ہیں۔

”مسئلہ متنعہ کے ناجائز اور حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ سوائے تنبیہ کے کوئی  
اس کی حلت کا قابل نہیں۔ حرمت متنعہ کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْذِهِمْ حَفِظُونَ  
إِلَّا عَلَىٰ زَوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ  
فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَنُومِينَ ۝  
اور وہ لوگ اپنے ستر کی حفاظت کرتے  
ہیں۔ بجز بیویوں اور مملوکہ باندیوں کے  
کہ ان پر کوئی مداومت نہیں۔

پھر منہری نے مسم شریف سے تقریباً ۱۰ حدیثیں نسخ اور حرمت متنعہ کی نقل  
کی ہیں جن کو تنبیہ پر چھ کر مہتمم کر جاتے ہیں۔ ڈکارنگ نہیں لیتے۔ اور خیانت مجربانہ  
کرتے ہوئے نسخ سے قبل کی دوہین روایتیں گردانتے رہتے ہیں۔

پھر آخر میں قاضی صاحب فرماتے ہیں۔ ”میں کہتا ہوں، شاید حضرت ابن زبیرؓ  
اور دوسرے علی سے مناظرہ کرتے کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے اپنے سابقہ فتویٰ سے  
رجوع کر لیا تھا اور متنعہ کا منسوخ ہونا ان پر ظاہر ہو گیا تھا۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ  
حضرت ابن عباسؓ متنعہ کا فتویٰ۔ رجوع سے قبل جب دیتے تھے۔ صرف اس حالت  
میں دیتے تھے کہ آدمی سفر میں مجبور۔ درمضطر ہو۔ (منہری ج ۳ ص ۳۴۲) (دو)

ابن منذر نے تفسیر میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت بیان کی ہے ”کہ منہ تویس ایسا ہے جیسا خنزیر اور مردار کا گوشت کہ مجبور کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آپؐ سے کہا گیا آپ منہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تو انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھی۔ پھر فرمایا خدا کی قسم میں نے تو اس کا فتویٰ نہیں دیا تھا نہ میری یہ مراد ہے۔ اور نہ مجبور کے علاوہ کسی اور کے لیے منہ حلال قرار دیا ہے۔ (انتہی ملخصاً تفسیر مظہری) ۵

قاریین کرام! اس تفصیل سے آپ کو پتہ چل چکا ہو گا کہ اصل کتاب میں کیا اور کتنا کچھ لکھا ہوتا ہے اور شبیر اپنا الوسیدھا کرنے کے لیے کیسے ناقص پر خیانت حوالے دے کر اپنے عوام و قاریین کو مخاطبہ دیتے رہتے ہیں۔ (اعاذنا اللہ منہ شر و ہم)

سوال ۷۲۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نکاح حضرت ام کلثومؓ اور حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے جناب سیدہ کے لیے درخواست کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا انہا صغیۃ۔ یعنی جناب سیدہ چھوٹی بچی ہیں۔ تم سے شادی کرنے کے قابل نہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

سوال ۷۳۔ اگر غلط ہے تو اس پر مکمل جرح کر کے ثابت کیجئے عقلاً و نقلاً۔

سوال ۷۴۔ اگر صحیح ہے تو عقل سلیم سے فیصلہ کیجئے کہ کیا کوئی انسان یہ باور کر سکتا ہے کہ ام کلثومؓ جس کی والدہ ماجدہ بوجہ صغیر سنی جس شخص کے جالہ و عقد میں نہیں آسکتی وہی شخص مدت بعد اسی عودت کی سب سے چھوٹی بیٹی سے شادی رچا لے؟

جواب

یہ مشکوٰۃ کے علاوہ خود شبیر کی کتابوں، حیات القلوب، جلاذ العیون، کشف الغمہ، علی بن عیسیٰ اردبیلی میں مذکور ہے کہیں یہ صراحت نہیں کہ انہوں نے رشتہ اپنے لیے



مانگا تھا یا اپنی ولادت کے لیے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب میں حضرت  
کا عذر پیش نہیں کیا بلکہ یہ روایت شدید یوں فرمایا۔

ان لم رہا لی ربہا ان شاء ان کہ فاطمہؓ کو بیاہنے کا اختیار مجھے نہیں خدا  
یزوجہا زوجہا (کشف الغمہ ص ۴۸) کو ہے۔ وہ اسے چاہے گا تو بیاہ دیگا۔

پھر شیعہ روایت ہی میں یہ تفصیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ  
وسعد بن معاذؓ ایک دن مسجد نبویؐ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کا

ذکر خیر آیا تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ آپؐ سے فاطمہؓ کا رشتہ تو بڑے بڑے شرفوں نے  
مانگا ہے مگر آپؐ نے جواب میں فرمایا ہے اس کو بیاہنے کا اختیار خدا کو ہے۔ حضرت

علی بن ابی طالبؓ نے آپؐ سے رشتہ نہیں مانگا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے تنگدستی مانع ہے  
اور میرا حق یہ بھی کہتا ہے کہ خدا و رسولؐ نے فاطمہؓ کو علیؓ ہی کے لیے بھٹا رکھا ہے۔ چلو حضرت

علیؓ کو جا کر رشتہ مانگتے کے لیے آمادہ کریں۔ راوی حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ  
بنیوں حضرت علیؓ کو تلاش کرنے نکلے۔ ایک کنویں پر پانی سینچتے پایا تو خدا و رسولؐ کی ان پر

عنایت کا ذکر کیا۔ فاطمہؓ کا رشتہ مانگنے پر آمادہ کیا۔ مالی تعاون کا پورا یقین دلایا۔ چنانچہ  
بالآخر حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، سعدؓ کی تحریک و کوشش سے آپؐ کی شادی ہو گئی چہر

کا سامان ابوبکرؓ نے خریدا۔ بلالؓ نے اٹھایا۔ حق مہر کی رقم حضرت عثمانؓ نے دی۔ ولیمہ  
چار ہزار ہاجرین و انصارؓ نے کھایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عن جمیع اہلبین۔

جب یہ حضرات اس رشتہ سے حضرت علیؓ جیسے رفیق خاص کا گھر آباد دیکھنا  
چاہتے تھے۔ تو اپنے لیے طلب کسی؟ اور شیعہ کی جرح و حجت بازی کی ضرورت کیوں؟

بالفرض اگر آپؐ اپنے لیے مانگتے تو عقداً، عرفاً، شرعاً کوئی قباحت کی بات نہ تھی۔ جیسے  
اپنی ماں کی عمر جیسی خاتون سے نکاح درست ہے تو بیٹی جیسی عمر والی لڑکی سے بھی درست

ہے۔ دونوں باتوں میں حضور علیہ السلام کی سنت موجود ہے۔ سب سے پہلی آپؐ کی کنواہن  
کی شادی میں آپؐ کی عمر ۲۵، ۲۶ سال تھی۔ اور حضرت خدیجہؓ سلام اللہ علیہا کی عمر چالیس

سے تجاوز کر رہی تھی پھر آپؐ کی عمر ۵۰ سال تھی کہ وفات خدیجہؓ کے بعد حضرتؐ نے خود

حضرت ابوبکرؓ سے ہوا آپ سے ڈھائی سال چھوٹے تھے، حضرت غدیکہؓ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کا رشتہ طلب کیا ہوا اس وقت ۶ سال یا کچھ زائد عمر کی تھیں۔ عمر کے اس تفاوت میں آپ کو اعتراض کیوں نہیں ہو جھٹتا؟ پھر شیعہ روایات کے مطابق حضرت فاطمہؓ کی ولادت ۵۷ ہجرت ہوئی۔ نکاح ۳۲ھ میں ہوا رشتہ الیہ الہام فی ص ۹۴ تو دس سال کی بچی کے ساتھ ۲۳ سالہ شیر خدا کا عقد کیسے؟ چلیے یہ قابل تسلیم ہی کہ اس سال رشتہ میں بھینچی کے ساتھ ایک نوجوان شادی کر لے۔ مگر کیا یہ عقل سلیم تسلیم کرے گی۔ کہ اپنی اس بیوی کی بھانجی کے ساتھ جو رشتہ میں ایک قسم کی نواسی ہوئی بیوی کی ذات کے بعد وہی شخص شادی کر لے۔ جیسے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت زینب بنت یحییٰؓ کی شادی کر لے۔ امامہ بنت ابی العاصؓ سے حضرت علیؓ نے شادی کی جس کے اثبات کی حاجت نہیں۔

محترم! دورِ حاضر میں میری اور آپ کی عقل نامہ ان شادیوں اور مخلصانہ تعلقات کو تسلیم کرے یا نہ مگر حقیقت ہے کہ تفاوتِ عمر کے باوجود یہ شادیاں ضرور ہوئیں۔ جن میں جذباتِ جوانی کے بجائے فریقین میں الفت و محبت کی تکمیل رشتہ سے آخرت کا مفاد اور خاندانِ رسالت سے وسیع تعلق قائم کرنا مقصود تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہی کہہ کر رشتہ مانگا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ جیسے میں نے رسولِ پاکؐ کو رشتہ دیا ہے۔ اسی طرح خاندانِ رسالت میں رشتہ کرنا بھی چاہتا ہوں۔ تاکہ یہ دوہرہ تعلق نزدیک میری آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے۔ یہ رشتہ ہوا۔ یقیناً ہوا۔ کافی کلمینی، بخاری شریف۔ جو فریقین کی مستند ترین کتابیں ہیں۔ تک میرے اس کا ذکر موجود ہے۔ ہر مورخ اور سیرت نگار نے اسے تسلیم کیا ہے۔ شیعہ کے متقدمین و متأخرین علماء و مؤلفین نے اسے تسلیم کیا ہے۔ جنہوں نے اپنے مقاصد کے خلاف پایا تو انکار کی تو جرات نہیں کی ہاں غلط سبط تاویل و توجہ کی۔ فروع کافی ج ۲ ص ۲۴۶ طاب ان میں یہ باب ہے۔ باب تزویج ام کلثوم۔ محشی علی کبر الخفاء۔ ہی نے یوں توجہ کر لیا ہے۔ یہ امیر مومنین علیؓ کا اسلام کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دورِ رسالت



میں ان کا رشتہ نہ تھا۔ پہلے تو حضرت میسر نے انکار کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کچھ کہا سنا تو اس کا اختیار حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو دے دیا۔ انہوں نے عدنیہ سب لوگوں کے سامنے اس کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ہم سے چھینی گئی۔ یہ شیعہ پھر یہ حدیث نقل فرماتی ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذالک  
فوج خصباہ  
مام صادقؑ نے ام کلثوم کی شادی کے  
متعلق فرمایا: یہ وہ شر مگاہ ہے جو ہم  
سے چھین لی گئی۔

تعب ہے کہ چچا جان بابا کے حکم سے وکیل بن کر کھسے بندوں کا نکاح کر کے  
دے رہے ہیں۔ مگر یا لوگ سے ”غضب شر مگاہ“ کے گندے شے سے خبر  
کر کے حضرت علیؓ در تمام بڑا شتم کی بعیرت کو پھر رسید کر رہے ہیں۔

علامہ شوستر می حضرت علیؓ کی کمال تابع نبوی پر مثالیں دیتے ہوئے فرماتے  
ہیں۔ ”اگر نبیؐ عجز کے وقت غار کو بھاگے۔ علیؓ عجز کے وقت گھر میں دروازہ بند  
کر کے بیٹھ رہے۔ اگر نبیؐ مکہ سے مدینہ گئے، علیؓ مدینہ سے کوفہ گئے۔“

اگر نبیؐ دختر شہزادہ، ولی دختر  
اگر نبیؓ نے اپنی صاحبزادی عثمان کو بیہ  
دی تو علیؓ نے اپنی لڑکی عمر کو دیدی۔

(محاسن المؤمنین ج ۳ ترجمہ مقداد)

اسی طرح الاستبصار شافعی... وغیرہ کتب شیعہ میں اس بے بنیاد شادی  
خانہ آبادی کا تذکرہ موجود ہے جس نے شیعہ مذہب کی جڑ کاٹ دی کہ حضرت علیؓ  
حضرت عمرؓ کے دشمن تھے اور عمرؓ علیؓ کے دشمن تھے۔ زمانہ حال کے شیعوں نے  
اس نکاح کا انکار شروع کر دیا ہے اور دورانہ کار مخالطے دیتے ہیں۔ لاہور کے  
ایک صاحب نے تو فحش گوئی اور تکذیب ائمہ و علماء شیعہ کی حد کر دی۔ کہ کتاب کا  
نام بھی ”السہم المسموم فی نکاح ام کلثومہ“ رکھا۔ گویا حضرت ام کلثومؓ کو یہ زہر آلود  
یتیمار (معاذ اللہ) اس مسئلہ پر موجودہ شیعہ کے انکار کے پیش نظر علماء اہلسنت نے

مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جیسے داماد علیؑ و داماد نبیؑ۔ از مولانا مفتی لبنیر احمد لیسپوری  
نکاح ام کلثوم۔ از مولانا عبد المؤمن فاروقی۔ ہم یہاں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھنا  
چاہتے ہیں کہ شیعہ کے اس عام مغالطہ کا رد کر دیں کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؑ عمریں  
چھوٹی تھیں، قابلِ نکاح نہ تھیں۔ سو واضح ہونا چاہیے کہ حضرت فاطمہؑ کی عمر بوقتِ  
نکاح علمی و شیعہ نے ۹ برس لکھی ہے۔ طبری کی اعدام اور سی لا اعلام اھل بیتؑ  
طہران پر ہے۔ وکان لفاطمۃ یومئذ بنی یھا عبد المؤمن تسع سنین (گو  
اہل سنت کی تحقیق کے مطابق آپؑ اس وقت پندرہ برس کی تھیں، آپؑ کا نکاح کشف  
میں جناب صادقؑ کی روایت سے رمضان ۲ھ میں ہوا (جدد العیون ص ۱۶۷ اردو)  
جلسی ہی نے ابن بابویہ سے بسند معتبر نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی دختر ابوجہل  
سے خواستگاری کی خبر سن کر ناراضی سے جب میکے گئیں۔

حضرت امام حسنؑ را بردوش راست و  
و جناب حسینؑ را بردوش چپ گرفت و  
دست ام کلثوم را بدست راست اند  
خود گرفت و بجرہ پیر رفت۔  
حضرت امام حسنؑ کو دائیں کندھے پر ور  
حضرت حسینؑ کو بائیں کندھے پر بٹھایا۔  
اور ام کلثوم کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں  
پکڑا اور باپ کے گھر چلی گئیں۔

اور اس قصہ کے آخر میں ہے کہ حضرت رسولؐ نے امام حسنؑ کو اٹھایا حضرت  
فاطمہؑ نے حضرت امام حسینؑ کو اٹھایا اور ام کلثومؑ کا ہاتھ پکڑا اور گھر سے مسجد کی طرف چلے  
آئے (بخاری قصہ ناز ص ۱۷۱ فاطمہؑ پر علیؑ)

معلوم ہوا کہ حضرت ام کلثومؑ حسینؑ سے بڑی تھیں کہ خود چل کر نانا کے پاس آئیں  
پھر نانا جی نبیؑ داماد میں صلح کرانے چلے تو بھی پیدل چل کر گئیں۔ (جدد العیون ص ۱۶۷ اردو)  
بھی ہے کہ حضرت فاطمہؑ کے انتقال پر ام کلثومؑ روضہ طہر میرا کر دیں کہ ہم یہ آپؑ کی  
مصیبت آج پھر تازہ ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ ۱۱ھ میں اچھی خاصی سیانی سمجھا رہی تھیں۔

۸۔ ۸ برس کی ہوں گی حضرت عمرؓ سے نکاح بالفاق مؤرخین ذیقعدہ ۱۱ھ میں ہوا۔  
(الفاء وق ص ۱۱۱) معلوم ہوا کہ اس وقت عمر سن بونع ہیں تیرہ۔ چودہ برس ہو گئی۔ پھر حضرت



عمرؓ کے نکاح میں ۲۸-۲۹ ذوالحجہ ۲۳ھ ۶ سال رہیں۔ آپؐ سے ایک صاحبزادہ ہو۔  
جس کا نام زبید بن عمرؓ تھا۔ اور لڑکی تھی جس کا نام رقیہ بنت عمرؓ تھا۔ حضرت زبید بن عمرؓ  
اور ان کی والدہ ام کلثومؓ کی وفات ایک ہی ساعت میں حضرت سہیلؓ کے دور میں ہوئی  
یہ پتہ نہ چلا کہ پہلے کون مرا۔ پھر کسی کو ایک دوسرے کا وارث نہ سمجھا گیا۔ (حدیث باقرہ  
تہذیب الاحکام ص ۳۸)

سوال ۵۷۔ کیا درود شریف  
ازواج مطہرات اور اصحابِ رسولؐ پر درود شریف کے بغیر آپ کی نماز جائز ہو سکتی  
ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو ثبوت پیش دیا جائے اور اگر نہیں ہو سکتی تو درود شریف محمدؐ و آل محمدؐ  
کے علاوہ اصحابؓ و ازواجؓ پر کیوں نہیں پڑھا جاتا۔ جب اصحابؓ و ازواجؓ پھر درود پڑھے  
بغیر نماز ہو جاتی ہے تو جلسے اور میدان کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب۔ ہم حنفیہ کے نزدیک نماز میں درود شریف پڑھنا واجب و فرض نہیں  
بلکہ سنت ہے۔ تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔ شیعہ کے ہاں بھی نماز میں درود  
سنت و مستحب ہے۔ واجب و رکن ہرگز نہیں۔ ملاحظہ ہو شیعہ رسالہ توضیح المسائل ص ۹۹-۱۰۱  
سنت کا حکم یہ ہے کہ نماز میں چھوٹ جانے یا چھوڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے سب سے  
بھی نہیں آتا۔ البتہ عمد اور درود شریف یا کوئی سنت چھوڑنا فی نفسہ گناہ اور کمی کا باعث  
ہے۔ ہاں شوافع کے ہاں درود کا پڑھنا واجب ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ پھر  
نماز میں درود شریف ہم بالعموم بخاری شریف والا حضرت کعب بن عجرہؓ کی روایت سے  
پڑھتے ہیں چونکہ یہ زیادہ مفصل ہے اور اس میں مشبہ بہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان  
کے آل و پیروکار مذکور ہیں اس لیے یہ بہتر سمجھا گیا۔ بہتری کی وجہ یہ نہیں کہ اس میں شرف  
آل محمدؐ کا نام ہے۔ اور بقایا درودوں میں اصحابؓ و ازواجؓ کی بھی صراحت ہے۔  
تو وہ کم ہوئے درجہ افضل ہے کیونکہ یہ خالص شیعہ ذہنیت ہے۔ چونکہ دشمنان نبیؐ اور  
اعداء اصحابؓ و ازواجؓ رسولؐ و فضیل نے درود شریف کو جو ابنا کر پیش کیا ہے اور  
عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم درود شریف پڑھ کر قدر سے وضاحت سے

اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اللهم صل على محمد وعلى آلِهِ واصحابه واولاده وازواجه وذريته  
واهل بيته واصهاره وانصاره واشياعه ومحبيه وامته وعلينا معهم  
اجمعين يا ارحم الراحمين (از حسن بروایہ قاضی عیاض در شفا)

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ لفظ قرآنی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے  
نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ ایمان والو! تم بھی نبی پر درود و سلام بھیجو (احزاب)  
آیت میں صرف نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا قرآن کی  
تعمیل میں صرف آپ پر بالذات درود بھیجنا درست ہے تو نتیجہ کا یہ کہنا غلط ہوا کہ  
آل کے بغیر نبی پر درود بھیجنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے حضور پر درود آل کے  
تابع ہو گیا۔ اس میں آپ کی توہین ہے۔ حالانکہ تنہا یا مع الغیر جو درود آپ پر بھیجا جا  
گا۔ وہ آپ پر بالذات یا بالاصالہ ہو گا۔

۶۷۔ حضور کے بعد آل و اصحاب۔ ازواج و غیرہ پر بھی درود درست ہے۔  
بدعت و ناجائز نہیں۔ جیسے شیعہ کا خیال ہے۔ کیونکہ آل و اصحاب و ازواج پر درود  
بھی قرآن پاک میں آیا ہے۔ سورۃ احزاب ہی میں دو رکوع قبل اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔  
۱۔ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ  
وَمَلَائِكَتُهُ يُخْرِجُكُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ  
اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا  
تَخَيَّرْتُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ وَّ اَعَدَّ  
لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا (احزاب ۵۶)  
وہ وہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے  
تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تاکہ وہ تم کو اندھیر  
و اتفاق کی، اندھیریوں سے ایمان کی،  
روشنی کی طرف نکال لائے۔ اور وہ  
مومنوں پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے  
جس دن یہ لوگ خدا سے ملیں گے۔ سلام ان کی  
نے ان کے لیے بہت ہی اچھا اجر تیار کر رکھا ہے۔ ترجمہ مقبول؛

اس آیت میں خدا اور فرشتوں کا درود و رحمت عام مومنین صی بہ کرام پر  
ہے۔ ہمارے خیال میں حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ چونکہ معصوم نہیں لہذا اس آیت



میں شامل ہیں کہ، شہر کو بھی اندھیروں سے نور کی طرف نکالنا ہے۔ یعنی دن بدن اعمال و درجات میں ترقی و ترقی یافتہ رہی ہو رہی ہے۔ شیعہ حضرات کے نزدیک چونکہ وہ چار افراد پیدائشی قطعی معصوم ہیں۔ کفر و نفاق کی ظلمت سے نور کی طرف اخراج کا تصور نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ اس آیت اور درود کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ اب میں شیعہ کو چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے چار افراد معصوم کے لیے درود کی سارے قرآن سے ایک آیت پیش کریں۔ تا قیامت پیش نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ اپنے عقیدہ عصمت سے توبہ کر لیں۔

۲۔ وَاِذْ بَعَاثْنَاكَ الْاَنبِيَاۡتَ بِرُحْمٰنٍ  
بِاٰتِنَا فُقُلٌ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ کَتَبَ رَبُّہٗ  
عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ (پ ۱۲۶)

اور اے رسول! جس وقت تمہارے پاس وہ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو تم ان سے کہہ دو کہ تم پر سدی

ہو۔ تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت واجب فرمائی ہے۔ (ترجمہ مقبول)

قرآن پاک کی ایک آیت غیر نبی و اصحاب نبی پر درود بھیجنے کی یہ ہے۔

۳۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِہُمْ صَدَقَۃً  
نَّظْہَرْہُمْ وَنُزْکِیْہُمْ بِہَا وَصَلْ عَلَیْہُمْ  
اِنَّ صَوْتَكَ مَسْکُوۡنٌ لَّہُمْ وَاِنَّہٗ سَمِیْعٌ  
عَلِیْمٌ (پ ۱۲۷)

ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لو کہ ان کو بھی پاک کر دو۔ اور اس صدقہ لینے کی وجہ سے ان کے مال کو بھی بڑھ دو۔ اور ان کے لیے دعائے رحمت کرو۔ تمہاری دعائے رحمت کرنا ان کی تسکین کا باعث ہوگا اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(ترجمہ مقبول)

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کے اصحاب، ازواج اور آپ کے پیروکاروں پر درود بھی کثیر احادیث مرفوعہ میں آیا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی نے زاد السعید میں درود و سلام پر مشتمل جو پچیس حدیث ذکر کی ہیں۔ اور تبلیغی جماعت کے سربراہ مولانا زکریا سہارنپوری نے فضائل درود شریف میں وہ سب سالہ نقل کر دیے ہیں۔

چند احادیث اس سے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اللہم اجعل صلواتک و

دعواتک علی محمد النبی الامی

وازواجه ائمتہ المؤمنین و اہل بیتہ

کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم

انک حمید مجید (ص ۳۹)

ہے۔ بے شک تو تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ

اس کا درود بہت بڑے پیمانے سے ناپا جائے تو وہ ہم اہل بیت پر یوں دند کورہ بالا،

پڑھا کرے۔ معلوم ہوا کہ اندراج مطہرات نبی اہل بیت رسول ہیں۔ اور یہ حضرت علی کا

فیصلہ اور حکم ہے۔

۲۔ اللہم صل علی سیدنا محمد

نبی الامی و آلہ و اصحابہ وسلم۔

اے اللہ! ہمارے سردار محمد نبی امی پر

اور ان کے آل و اصحاب پر رحمت اور

سلامتی نازل فرما۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترغیب اہل السعادت میں لکھا ہے کہ جو شخص نہایت

رسول مقبول چاہے۔ وہ شب جمعہ میں دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار

آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد اور بعد سلام ۱۰۰ بار یہ (بالا) درود شریف

پڑھے۔ ان شاد اللہ تین جمعے گزرنے نہ پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ معلوم ہوا کہ

وہ د شریف میں مکمل وزن اور فضیلت ازواج و اصحاب کے ذکر خیر سے آتی ہے۔

۳۔ اللہم صل علی عبدک و

رسولک و صل علی المؤمنین و المؤمنات

والمسلمین و المسلمات۔

اے اللہ! اپنے بندے اور رسول پر رحمت

بھیج۔ اور ایمان والے مردوں اور ایمان

والی عورتوں، مسلمان مردوں اور مسلمان

عورتوں پر رحمت بھیج۔



یہاں آل کے بجائے مومنوں اور مسلمانوں کا ذکر اس کی دلیل ہے کہ مومنین و مسلمین بھی آل رسول اور مستحق درود ہیں۔

۴۔ اللہم صل علی محمد وازواجه وذریئہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وازواجه وذریئہ کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

۵۔ اللہم صل علی محمد وعلی ازواجہ وذریئہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی ازواجہ وذریئہ کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ دونوں یکساں ہیں۔ صرف دوسرے میں علی جبار کا اضافہ و تکرار ہے۔

۶۔ اللہم صل علی محمد بن النبی وازواجه امہات المؤمنین وذریئہ و اہل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید۔

۷۔ ابو حمید ساعدی کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ ہم کیسے آپ پر درود بھیجیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

فولوا اللہم صل علی محمد وازواجہ وذریئہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریئہ کما بارکت علی ابراہیم انک حمید مجید۔  
(متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۸۶)

اسے اللہ! حضرت محمدؐ پر اور آپؐ کی بیویوں پر اور آپؐ کی اولاد پر رحمت نازل فرما جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما حضرت محمدؐ ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر جیسے تو

نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر۔ بے شک تو تعزلیوں والا بزرگ ہے۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ پیانہ پورا بھر کر اسے ثواب دیا جائے وہ ہم اہل بیت پر یوں درود پڑھے۔

اللہم صل علی محمد بن النبی الامی وازواجہ امہات المؤمنین وذریئہ و اہل بیتہ کما صلیت علی آل ابراہیم انک حمید مجید (الوداؤد مشکوٰۃ ص ۸۶)

۹۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا اور فرشتوں کی اتباع اور آیات بالائی تعجیل میں آنے والے صحابہ کرامؓ کو دعائے سلام دیتے۔ دعائے رحمت بھیجتے اور صدقہ و ہدیہ قبول

فرما کر ان کو گناہوں سے پاک بنانے کے لئے۔ مثلاً: صبحِ رستہ وغیرہ میں آیا ہے اللہم  
صل علی آل ابی اوفی (اے اللہ! بو اوفی کی آل پر رحمت بھیج)

ان تمام آیات و احادیث سے واضح ہوا کہ اصحابِ رسول و ازواجِ رسولؐ پر  
درود بھی حکمِ قرآنی اور فعلِ نبوی ہے۔ جس کا منکر کا فر ہوگا۔ ان پر بھی درود و سلام  
سنت سمجھا جائے گا اور بھیجنا چاہیے۔ میلادِ مروجہ توفیقہ و ارادہ رسم ہیں۔ ہاں جلد تبلیغ  
ہو یا کوئی شخص خیر دیاں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھا جائے گا۔ اپنے  
آلِ پیروکارؑ ازواجِ مطہراتؑ، اصحابؑ، عام مومنین اور نیک امتیوں پر بھی درود  
بھیجا جائے گا۔ اسی سے حدیث میں صراحت کے مطابق ثواب کا پیمانہ بھر کر ملے گا اور  
نافع رہے گا۔

ازواجِ پاکؑ اور صحابہ کرامؑ نبی الہیتِ رسولؐ ہیں | سوال ۷۷۔ کوئی صحیح اور مستند  
حدیثِ رسولؐ مع مکمل حوالہ پیش کیجئے۔

جس میں مذکور ہو کہ تمام اصحاب و ازواج پر درود و در خواص واجب ہے اور یہ بھی بتائیے  
کہ اگر واجب ہے تو اس کے بغیر نماز کیسے ہو جاتی ہے؟

جواب۔ روایاتِ صحیحہ مستندہ کے علاوہ ہم نے تو تین آیاتِ قرآنی بھی پیش  
کر دیں۔ شبیہ میں صرف ماننے والوں کی کمی ہے۔ فضائلِ تبلیغ اور مشکوٰۃ شریف سے  
احادیثِ خاصہ نقل کرنے کے بعد ہم نے اصل کتبِ بخاری۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ  
ریاض الصالحین کی مراجعت کی تو احادیثِ کو درود شریف کے باب میں ٹھیک یا یا  
حضرت ابو حمید ساعدیؒ والی۔ وایت جس میں اذا دجہ اموات مومنین کی تصریح  
ہے ہر جگہ پائی۔ جیسے پہلے ذکر ہوا۔ نماز میں درود و در خواص واجب نہیں سنت ہے اور  
کوئی درود بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ درود و وجہ کے علاوہ اور کسی کی محالوت تو  
نہیں۔ یہاں۔ اس نکتہ پر غور کریں کہ ہر درود میں حضرت ابراہیمؑ کی آل کے ساتھ تشبیہ  
ہے تو کیا آپ بنا سکتے ہیں کہ آل و اہل بیتِ ابراہیمؑ کون ہیں؟ آپ صرف صلیبی اولاد کا  
نام لیں گے جو پیغمبر ہوئے مگر اس آل سے قبل ان کی ماں الی بیتِ ابراہیمؑ ہے جس پر



خدا و فرشتوں نے درود پڑھا۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب فرشتوں نے حضرت اسحاقؑ کی  
بشارت دی تو اہل بیت ابراہیمؑ کا تعجب یوں زائل کیا۔

قَالُوا الْعَجَبُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ  
رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ  
الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ (ہود پ ۶)  
ان فرشتوں نے کہہ (اے عورت) کیا تو  
امیر خدا سے تعجب کرتی ہے۔ حارثہ نے  
اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں  
بے شک اللہ تعالیٰ سزاوار حمد و ثنا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت کو سامنے رکھ کر درود شریف کے الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ  
مطابق طور پر اس آیت سے ہمادرو دینا ہے۔ مشتبہ یہ آل ابراہیمؑ ہی محترمہ آپؑ کی  
زوجہ سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ صل اور بارک کے صیغوں کا مطلب ہی یہ  
ہے کہ اللہ کی رحمت و برکت آل ابراہیمؑ و آل محمدؐ پر نازل ہو۔ حمید مجید نے ہمارے  
مدعا پر مہر تصدیق لگا دی۔ اب معلوم ہوا کہ آیت مشتبہ کے مطابق آل محمدؐ کا بھی اصل  
مصدق آپؑ کی ازواج مطہرات ہیں جو بنفس قرآن اہل بیت نبویؐ ہیں۔

وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ  
وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ  
عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ  
تَطْهِيرًا (احزاب ۵۶ پ ۱۴)  
اور (اے نبیؐ کی بیویاں) نماز پڑھا کرو اور  
زکوٰۃ دیا کرو اور (براہم) اللہ اور اس کے  
رسولؐ کی اطاعت کرتی رہا کرو۔ اے  
اہل بیت! سولے اس کے نہیں ہے کہ خدا

یہ چاہتا ہے کہ تم سے برہمن کے رجس کو دور کر دے اور تم کو ایسا پاک کر دے جیسا کہ پاک  
کرنے کا حق ہے۔ (ترجمہ مقبول)

جب تمام رکوع میں ازواج پاک کو خطاب ہے انہی کو یہ شان بخشی۔ لَسْتُنَّ  
كَاكِبٍ مِّنَ النِّسَاءِ کہ تم دنیا کی کسی عورت جیسی نہیں ہو یعنی سب سے افضل ہو تو اہل بیت  
رسولؐ بھی وہی ہیں۔ جیسے زوجہ ابراہیمؑ اہل بیت ابراہیمؑ ہیں۔ عربی میں بیت گھر کو بولتے  
ہیں۔ اہل بیت گھر میں رہنے والے۔ گھر کی مالک سب سے پہلے بیوی بنتی ہے اولاد لہجہ  
کو آتی ہے۔ مگر شادی کے بعد ان کو پھر مستقل گھر بنا کر دیا جاتا ہے۔ اور اس بڑھیا ماں کو گھر

سے کوئی حدالیٰ فرزند بے دخل نہیں کر سکتا تو شرع کے علاوہ عرف میں بھی اہل بیت گھرواے۔ گھر والی۔ بیوی ہی قرار پائی۔ قرآن کریم میں ہے اِذْ قَالَ مُوسٰی لِاٰهْلِهٖ اَمْكِنُوْا هٰهٗ - مراد آپ کی بیوی ہے۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اٰهْلِكَ - جب صبح آپ گھر والوں سے چلے مراد حضرت عائشہؓ ہیں۔

لغت میں بھی اہل۔ آل۔ اہل بیت۔ بیوی اور پیروکار۔ اول کو کہتے ہیں۔ الہل کہنے رشتہ دار۔ اہل الرجل بیوی۔ اہل الامر حکام۔ اہل المذہب متبعین مذہب۔ اہل الوبر۔ بدو۔ اہل المدر والحضر عرب کے شہری۔ اہل ابد۔ شادی شدہ ہونا۔ تائیل شادی شدہ ہونا۔ ابد ایہا شادی کر دینا (مصحح اللغات ص ۳۴)

شیخ روایات کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اہل بیت اپنی بیویوں کو جانتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کو یوں آکر سلام کرتے۔

السلام علیکم یا اہل بیت  
اے اہل بیت تم پر سلام ہو۔

(حیات القلوب ج ۲ ص ۲۸)

حضرت جعفر صادقؑ نے بھی فرمایا ہے کہ ایک عورت ہم اہل بیت سے محبت کرتی تھی حالانکہ وہ زوجہ الرسولؐ حضرت ام سلمہؓ کی خدمت کرتی تھی۔ اور حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا۔ ہم اہل بیت کا حق ناقیامت لوگوں پر واجب ہے (حیات القلوب ج ۲ ص ۲۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے صحابہ کرامؓ اور مومن و متقی پر میزگاروں کو اپنا اہل بیت بتایا ہے۔ اسی مفہوم میں حضرت سمان فارسیؓ اہل بیت رسولؐ میں سے ہیں۔ کشف الغمہ کی روایت ہے جو نور عبید اللہؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کا اہل بیت کون ہے؟ تو فرمایا ان لوگوں میں سے جو بھی میری دعا قبول کرے اور میرے قبلے کی طرف منہ کرے یعنی ہم مسلمان اور وہ بھی جسے اللہ نے میرے گوشت اور خون سے بنایا ہے (یعنی اولاد) تو سب صحابہ کرامؓ کہنے لگے۔ ہم اللہ، اس کے رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ سے محبت رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا بس اس وقت تم ان اہل بیت سے ہو، اہل بیت سے ہو۔

(کشف الغمہ ص ۵۵۵ لعلی بن عیسیٰ شیلی)



اس موضوع پر دلائل اور بھی بکثرت ہیں۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جیسے آل  
 میں از روئے لغت کلمہ یا اولاد آتی ہے۔ اہل بیت اور آلِ پیغمبر میں ازواجِ مطہرات  
 بھی یقیناً آتی ہیں۔ اور آل میں پیروکار اور اصحابؓ بھی آجاتے ہیں تو نماز کے درود  
 میں اگر اصحابؓ و ازواج کی صراحت نہ بھی ہو تب بھی وہ درود میں شامل و راسد و  
 رحمت کے حقدار ہیں۔ ہر مسلمان کو ان کی نیت کر کے صیغہ درود و سلام پڑھنا چاہیے  
 درود سے قبل جو ہم شہد میں سلام علی النبی کے بعد السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین  
 کہتے ہیں۔ اس میں یقیناً صحابہ کرامؓ، ازواجِ مطہرات اور اولادِ رسولؐ شامل ہیں۔ یہاں جیسے  
 عباد اللہ الصالحین میں اصحابؓ رسولؐ شامل ہونے میں شک نہیں کیا جاسکتا اسی طرح  
 آلِ محمدؐ میں بھی اصحابِ رسولؐ پیروکار کی حیثیت سے یقیناً شامل ہیں اس میں شک کی  
 گنجائش نہیں۔ آلِ فرعون اب شیطان۔ آلِ قریش۔ آلِ تبعہ میں ان کے پیروکارانہ  
 روئے لغت و عرف یقیناً شامل ہیں۔ تو اسی طرح آلِ موسیٰؑ۔ آلِ ابراہیمؑ اور آلِ محمدؐ و  
 آلِ سنت نبویؐ میں ان کے سب پیروکار اور امتی شامل ہیں۔ اولاد فی الحمد خصوصیت کے  
 باوجود اس رسولؐ کی امت اور پیروکار کہلاتی ہے۔ لہذا آل کا معنی امتعین کرنے  
 میں امتی اور سید کی الگ الگ تشریح کرنا بے معنی ہے۔

شیخ دوستو! ذرا انصاف سے خدا لگتی کہو۔ کیا تم آئمہ اہل بیت کی پوری اتباع  
 کرتے ہو؟ کیا تم خود کو ان کا گروہ ان کے آل اور ان کے ہمراہ قیامت میں حشر ہونے و سمجھتے  
 ہو یا نہیں؟ اگر سمجھتے ہو اور تمہارے علماء بھی یہ لکھ دیتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ میر المؤمنین  
 کے شیعہ ہیں۔ اور ان کے اولیاء و خدا و رسولؐ کے ولیا ہیں۔ اور آلِ رسولؐ کے قریبی ہیں۔  
 رجال المؤمنین ج ۱ ص ۸۲، ترجمہ مقبول ص ۵۱ کے حاشیہ پر ہے جو شخص اہل سے محبت  
 رکھے گا وہ اہل بیت میں داخل ہوگا دیکھو! ذکر الافہام ص ۶۵

تو کیا وجہ ہوئی کہ تم تو شیعہ علیؑ کہلا کر آلِ علیؑ اور اہل بیت بن گئے۔ اور ہم اور ہمارے  
 اکابر اصحابؓ رسولؐ اتباعِ رسولؐ کی وجہ سے آلِ رسولؐ نہ بنے۔ نہ کہ اِذَا قَسَمَ خُزَیْمَةُ  
 النضر ازواجِ رسولؐ اہل بیت نبویؐ ہیں۔ اصحابؓ رسولؐ آلِ نبویؐ ہیں۔ ان سب پر ہم درود

بھیجتے ہیں۔ درود میں نیت کر کے عقیدت کے پھول بچاؤ کرتے ہیں اللھم ارزقنا جہم  
والتمسک بھمدیھم واحشرنا معھم فی الجنة یارب العالمین۔

سوال ۷۔ آپ کے ہاں یہ مشہور ہے کہ خلافت  
خلافت کے متعلق نبوی ہدایات جمہور کی رائے یا اجماع کے طریقہ پر قائم ہو سکتی ہے۔  
زبانِ رسولؐ سے یہ قیاس ثابت فرمائیے۔ حوالہ مکمل دیجیے۔

جواب۔ جب دین اسلام تاقیامت رہے گا۔ تمام دنیا اس کے ماننے کی پابند  
ہے۔ امور دین کو اجتماعی طور پر سرانجام دینے اور کروڑوں اربوں افراد امت کی شیرازہ بندی  
کے لیے ایک سیاسی قوت اور حکومت کا قیام بھی ناگزیر ہے۔ تو پھر ایسی حکومتیں اور ان کے  
سربراہ نہ ۴۔ ۶۔ ۱۲ میں محصور ہو سکتے ہیں کہ صرف ان کی بالترتیب نامزدگی کر دی جائے  
نہ ان کی تاقیامت صحیح تعداد مع جہاد الشخصیات وعلامات کا قرآن وحدیث میں اچھا قرین  
قیاس تھا۔ غور کیجیے ایک صدی میں ایک تخت پر کتنے حکمران گزر سکتے ہیں۔ قیامت تک  
کتنی صدیاں ہوں گی۔ پھر خبر افیائی، لسانی اور بین الاقوامی خصوصیات کی وجہ سے حکومتوں  
کا لاتعداد وجود میں آنا بھی ناگزیر ہے۔ اس صورت میں خلفہ کی فہرست ہی قرآن وسنت  
پر حاوی ہو جائے۔ لہذا عقلی تقاضا بھی یہ ہوا کہ خلافتوں کا قیام اور ان کے خلفاء کا انتخاب  
اس دور کے عوام یا اہل حل وعقد پر چھوڑا جائے۔ چنانچہ قرآن پاک نے بھی یہی تعلیم دی۔  
وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔ کہ ان مؤمنین کے (سیاسی وغیر سیاسی) معاملات ان کے  
باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں (زخرف)، خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یہ  
مشورہ دیا گیا کہ آپ ابو بکرؓ کو نامزد کر جائیں۔ فرمایا میں تمنا تو یہ کرتا ہوں مگر اقدام کے  
ضرورت نہیں جانتا۔ کیونکہ دیابی اللہ دامو صلوٰۃ الا ابابکرؓ (بخاری ج ۲ ص ۲۷۷ مسلم)  
اللہ تعالیٰ اور ایمان والے اس سے انکاری ہیں کہ ابو بکرؓ کے سوا کسی اور کو بنائیں۔

یہ ارشادِ رسولؐ پیشینگوئی بمنزلہ نص کے بھی ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی اور  
اللہ وترغیب بھی ہے کہ مؤمنین حضرت ابو بکرؓ کو چنیں یا انکے بعد کسی اور کو یہی اللہ کی رضا  
اور اس کا انتخاب ہے۔ کیونکہ اہل ایمان کا انتخاب صحیح اور اللہ کی رضا لازم و ملزوم ہیں۔



حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہی جمہوری - شورائی اور اجتماعی حکومتوں کو اللہ کی منتخب حکومت بنایا اور اس کی اتباع و تائید سے ایک پر لازم کر دی۔

نما لشوری لکم ہاجرین و  
الانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه  
اماماً کان ذلک للہ رضی اللہ عنہم (البلاغۃ)  
تو اللہ کا پسندیدہ خلیفہ بھی وہی ہوتا ہے۔

ایک خطبہ میں فرمایا۔

وانما ذلک لاهل بدر فمن  
رضوبہ فہو خلیفۃ۔  
انتخاب کا حق صرف اہل بدر کو ہے وہ  
جس پر اہل ارضی ہوجائیں (اسلامی) خلیفہ

وہی ہے۔

اہل بدر کا ذکر آپ نے اس وقت کیا جب قاتلین عثمانؓ اور عام لوگ معیت  
کر کے آپ کو خلیفہ بنانے لگے۔ تب آپ نے معیہ خلافت یہ بتایا کہ اہل بدر ہاجرین  
والنصار، صلوا اہل حل عقد جس کو خلیفہ چاہیں وہی خدا کا خلیفہ اور امام شرعی ہوتا ہے  
جس کو ماننا ضروری اور مخالفت حرام ہے۔ کیونکہ وہ نبیؐ کا جانشین ہوتا ہے۔ اب  
قرآن کے بعد حضرت رسولؐ و علیؓ کے مابین کو صحیح نہ ماننے والا اور اجتماعی مشینہ کا طعنہ  
دینے والا کافر ہوا یا مسلمان؟ واضح کریں۔

سوال ۱۷۔ اگر رسولؐ خلافت کے لیے کوئی ہدایت دیئے بغیر جہان سے  
رخصت ہو گئے تو پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرات شیخینؓ نے یہ کیوں کہا الامۃ من  
قریش۔ کیا انہوں نے محض حکومت کے حصول کے لیے جھوٹ بولا؟ نیز خلاف سنت  
رسولؐ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کی نامزدگی کیوں کی؟

جواب۔ خلافت کے سلسلے میں حضور علیہ السلام کی ہدایات بحسرت اور کئی نواہی کی  
تعمیل بمنجملہ کثرت روایت دینی اللہ دالمؤمنون لا ابا بکرؓ کے یہ بھی امت کو  
ہدایت دی لا ادری مبقادی فیکم فاختدوا من بعدی ابی بکر و عمر و ترمذی ج ۲

ابن ماجہ ص ۵۸۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۰، مستدرک ج ۳ ص ۵۵، قال العاکم و  
ابن زہبی صحیح (بحوالہ راہ سنت ص ۳۶) مصنفہ مولانا محمد سر فراز خان صفدر، یہ حدیث  
یہیچن کے اختلاف پر قص جلی سے کم نہیں۔

یہ بھی ہدایت تھی کہ ایک خواب میں خداقت راشدہ کی پیشینگوئی فرمادی کہ آپ  
نے خواب میں دیکھا کہ نوں پر کھڑا ہوں۔ ڈول کھابے۔ میں اس سے پانی نکال کر پیتا  
رہا۔ جتنا اللہ نے چاہا۔ پھر وہ ڈول ابوبکرؓ نے لے لیا۔ اس نے بھی کچھ ڈول نکالے  
کہ ان میں کمزوری تھی (یعنی مدت خلافت بہت تھوڑی تھی)۔ وہ بھی مرندہ دل اور بھوٹے  
قتیلوں کے ساتھ جہاد میں گزری اور داخل امن تھا، اللہ ان کو بخشے پھر وہ ڈول بہت  
بڑا متکینہ بن گیا۔ پھر عمرؓ نے لے لیا تو میں نے ان جیسا مضبوط پہلوان نہیں دیکھا  
جس نے خوب پانی نکالا ہو حتیٰ کہ سب لوگ میرا بھوگئے۔ (یعنی ان کی خلافت ترقی اسلام  
اور وسعت کے ساتھ بڑی مستحکم رہی ہر بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۵)۔

یہ ہدایت بھی دی کہ میں اگر اپنی جگہ پر نہ رہوں (یعنی وفات پا جاؤں) تو ابوبکرؓ  
کے پاس آنا کہ وہ میرے جانشین ہوں گے، مشکوٰۃ ص ۵۵۔

یہ تو خصوصی ہدایات تھیں کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو خلیفہ بنانے کا اشارہ تھا اور  
ان کی بیعت کرنے پر مسلمانوں کو آمادہ کر گئے۔

ہدایت کا ایک شعبہ یہ بھی تھا کہ اطاعت امیر کی خوب ترغیب دی۔ حاکم شرعی اور  
اس کے منصب کا بڑا اعزاز و وقار بتلایا۔ اس کی مخالفت کو حرام فرمایا۔ ایک خلیفہ ہو  
چکنے کے بعد پھر دوسرے کی بیعت یا اس کے لیے کوشش و سازش کو بدترین جرم قرار  
دیا۔ صحاح کی چند احادیث نبوی ملاحظہ ہوں۔

۱۔ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے امیر کی مخالفت  
کی اس نے میری مخالفت کی۔ امام دحاکم شرعی، تو ایک ڈھال ہے۔ اس کی آڑ میں رہ کر  
جنگ کی جاتی ہے اور بیجا جاتا ہے۔ وہ اگر تقویٰ کا حکم دے اور عدل کرے تو اسے ثواب  
ملے گا اور اگر خلاف عدل و تقویٰ حکم دے تو اس کا گناہ اسی پر ہوگا۔ (بخاری و مسلم،



۲۔ اگر تم پر ناک کٹا غلام بھی امیر بنادیا جائے جو کتاب اللہ کے مرتب بق تمہاری راہنمائی کرے تو اس کی بات سنو اور فرمانبرداری کرو (مسلم)

۳۔ اپنے حاکم کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ تم پر حبشی غلام حاکم بنایا جائے گویا اس کا سر پیوہ کے دانہ کی طرح چھوٹا سا ہو۔ (بخاری)

۴۔ مسلمان کے ذمے امیر کی اطاعت و فرمانبرداری ہے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند ہو۔ جب تک اسے گناہ کا حکم نہ ملے۔ جب گناہ کا حکم امیر کی طرف سے ہو تو کوئی فرمانبرداری اور اطاعت نہیں۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ انصاف کرنے والے حاکم اللہ کے ہاں نور کے منبروں پر پہنچ گئے۔ خدا کے دائیں جانب۔ جبکہ خدا کی دونوں سمتیں دائیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی حکومت کے دوران فیصلوں میں اور مایا میں انصاف کرتے تھے۔ (مسلم)

۶۔ سب لوگوں سے اللہ کو پیارا اور درجہ میں قریب ترین امام عادل ہے اور سب لوگوں سے ناپسند اور عذاب میں سخت امام ظالم ہے۔ (ترمذی)

۷۔ قیامت کے دن اللہ کے سامنے میں سب سے آگے بڑھنے والے وہ (منصف حاکم) ہیں جب ان کو حق بات کہی جائے تسلیم کر لیں جب ان سے کوئی مانگا جائے تو سوال پورا کر دیں۔ اور لوگوں کے لیے ایسے منصفانہ فیصلے کریں جیسے اپنے لیے کرتے ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲۲)

۸۔ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے جب کبھی ایک نبی فوت ہوتا دوسرا نبی اس کا جانشین بن جاتا۔ میرے بعد تو کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ خلفاء ہونگے وہ رنگ تار بہت زیادہ آبیں گے۔ صیہ بن نے عرض کی۔ پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا۔ ایک کی بیعت کر کے وفا کرو۔ پھر دوسرے کی بیعت کر کے وفا کرو۔ ان کو ان کا حق اطاعت دو۔ پھر اشدان سے پوچھے گا کہ انہوں نے رعایا پر خدا داد حکومت کیسے کی۔ (بخاری و مسلم)

۹۔ جب ایک کے بعد دوسرے خلیفہ کی بھی بیعت ہو جائے تو دوسرے کو قتل

کردو۔ (مسلم)

۱۰۔ میرے بند کئی فتنے فساد ہوں گے۔ جو اس امت کی انتظامی حکومت میں  
مخلوق برپا کرے حالانکہ وہ متفق ہوں تو اسے تلوار سے قتل کردو۔ خواہ کوئی بھی ہو۔  
۱۱۔ جو تم سے بیعت لینے آئے حالانکہ تم ایک پر اتفاق کر چکے ہو اور وہ تمہاری لاٹھی  
بٹنا چاہتا ہے۔ یا تمہاری جماعت میں تفریق ڈالتا ہے۔ اسے قتل کردو (مسلم)  
۱۲۔ من بایع اعدائے جس نے کسی امام کی بیعت کی۔ اپنا ہاتھ اسے دے دیا۔  
دل کا بھل اس کے حوالے کر دیا۔ تو یہ جتنی الامکان اس کی اطاعت کرے۔ پس اگر کوئی  
اور اس سے خلافت چھیننے آجائے تو دوسرے کی گردن مار دو (مسلم)  
ان تمام احادیث سے واضح ہے کہ امیر کوئی ہو جس جائز طریقے سے بن جائے تو  
لوگ اس کی اطاعت کریں، وہ لوگوں میں عدل و انصاف کرے۔ آپ نے یہ سرگز  
نہیں بتایا کہ وہ خلیفہ منصوب ہو۔ خدا و رسول نے نام لے کر بتایا ہو تب اطاعت کرو  
ورنہ نہیں۔ آپ نے اَمْرٌ - اُسْتَعْمَلْ - مَنْ بَايَعَ کے مجہول صیغہ ارشاد فرمائے ہیں کہ وہ  
امیر بنا دیا جائے۔ یعنی لوگ اس کی بیعت کر لیں یا سابق خلیفہ اسے نامزد کر دے۔ یا  
پیغمبر ہی اسے جانشین بنا جائے جیسے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ہوا تو اس کی بہر حال  
رضی ہے۔ اور وہ خدا کے سامنے رعایا کا جوابدہ ہے۔

”اَلْاَمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ“ بھی ارشادِ نبوی ہے  
مقبقہ بنی ساعدہ میں صدیق کا انتخاب سقیفہ میں حضرت صدیق اکبرؓ نے

معاذ اللہ جھوٹ نہیں بولا۔ جب حضرات انصار غلط فہمی کی بنا پر اپنے میں سے خلیفہ بنانا  
چاہتے تھے۔ انصار یہ فرمانِ نبویؐ سن کر غاموش ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ صدیقؓ نے فرمایا  
یہ ابو عبیدہؓ اور عمر بن الخطابؓ قریشی اور مہاجرین سے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی بیعت  
کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خود خلافت کے حریف اور امیدوار نہ تھے۔ وہ دونوں  
حضرات بھی حریف اور امیدوار نہ تھے۔ فوراً بولے کہ آپ ہم سب سے افضل ہیں۔ آپ  
ہی یہ منصب قبول کریں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جن لوگوں میں ابو بکرؓ



ہوں ان کو حق نہیں کہ وہ ابو بکر کے موافقی اور کو پیشوا بنائیں۔ ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۵۵ پانچ  
حضرت عمرؓ نے ایک کراپٹ کی بیعت کی۔ پھر ابو عبیدہؓ نے کی۔ پھر انصار کے ذمہ داروں  
نے کی۔ پھر تو سب مجمع آپؐ کی بیعت کے لیے ٹوٹ پڑا اور کوئی مخالفت آواز سامنے نہ آئی۔  
یہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب صدر لفظی کا مختصر قصہ ہے جسے شیعہ نشانہ طعن بناتے  
ہی رہتے ہیں۔ مگر یہ کبھی انہوں نے نہ سوچا کہ کیا دنیا میں ایسی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ  
سب مجمع ایک بات پر مصرعہ دو تین آدمی نہ کر ایک دو باتیں کریں۔ سب مجمع اپنے موقف  
سے ہٹ کر ان کا ہم نوا ہو جائے۔ پورچند منٹ میں ان میں سے ایک کو ضعیفہ پہن لے لے اس  
میں راز بکھرا اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ۔ الامت من قرلین کا جملہ نبوی اللہ نے سچ کر دکھایا۔  
ابو بکرؓ و عمرؓ کی عظمت کو معاشرین سے منوا کر سب دنیا کو ان کا مقام چلایا اور امت کو  
اختلاف و تفریق سے بچا کر خلافت کی صداقت پر ہر لگا دی۔ اس عظمت و صداقت کا  
نور اللہ شوستری جیسے متعصب شیعہ کو بھی اعتراف ہے۔

و باجہ اکرامات از قبل خداست	خلاصہ کلام یہ ہے کہ عزت خدایتا ہے
و خدائے تعالیٰ ابو بکرؓ و امام سائنہ پس عباس	خدائے تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کو امام
و خدائے تعالیٰ بے قدر و ضعیف۔ اسے	حق بنا دیا۔ پس عباسؓ کو خدائے بے عزت
و امت با شد عباس المؤمنین چہ	و کم عتلا جاناوگا۔

حضرت عباسؓ با شمی عم رسول مدنی کہ متفق شوستری کے نازیبا الفاظ میں عدم انتخاب  
کا جو فیصلہ خدائی ہوا۔ وہی آج شیعہ بکلی حضرت علیؓ کے حق میں تسلیم کر لیں تو کیا حرج  
ہے سنی شیعہ اختلاف کی جو ختم ہو جائے گی۔

ہی یہ بات کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاروقؓ عظیم کو نامزد کر کے سنت رسول  
کے خلاف کیا۔ ایک افسنی کے دل کی جہلن ہے جو صداقت سے تہی دامن ہے۔  
کیونکہ حضرت صدیق کبرؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تحقق اور ہندو حضرت عمرؓ کے  
سنت معلوم تھا۔ وہ جانتے تھے کہ حضور صلیہ السلامؐ سے ان کو محدث و مہم کہا ہے پیر  
بعد ان کی پیروی کا حکم دیا ہے (امتد و من بعدی نبی بکر و عمرؓ) خواب میں انکی

بڑی گھسٹنے والی قمیص کی انگلی ہاتھوں اشاعت دین کی کثرت سے تعمیر کی ہے اللہ نے  
حق ان کی زبان و قلب پر جاری کر دیا ہے۔ بہت سی احادیث میں آپ نے دونوں  
کا ذکر خیر کیا ہے۔ دونوں کو اپنا وزیر اور بمنزلہ آنکھ کان کے بتایا ہے (مشکوٰۃ ص ۲۸۱)  
تو صدیق اکبر نے متناہوت کو بھانپتے ہوئے حضرت عمرؓ کو ان کے یگانہ ہمت کی  
بنا پر نامزد کیا۔ صراحت کی ضرورت اس لیے پڑی تاکہ اختلاف کا اندیشہ ہی نہ رہے۔  
حضور کو بھی یہ اختلاف کا خدشہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صراحتہ نامزد نہ کر جانے سے ہونا  
تھا مگر آپ پر توحی آتی تھی۔ اور مطمئن کر دیا گیا۔ آپ نے "و یا ابی اللہ المؤمنون  
الا یا بکر" فرما کر نامزدگی صراحتہ نہ کی۔ مگر حضرت ابوبکرؓ پر توحی نہ آتی تھی۔ آپ نے  
نامزدگی سے خدشہ اختلاف کا خاتمہ کیا و اللہ الحمد۔

عجب ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے متفقہ انتخاب سے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کے ان کے حق میں صریح ہدایت سے اور اتباع امیر کے سلسلے میں عام اصولی فرامین نبویؐ  
— جو نہ گور ہوئے — سے شیعہ نے ایسے اعتراض کیا ہے اور مخالفت و شقاق کو وسیلہ  
بنالیا ہے کہ ۱۰۰ سال بعد بھی یہی رٹ رہے۔ نہ خود مانتے ہیں حضرت علیؓ کو ماننے  
دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حضرت علیؓ کو خدشت کا طالب و حریف۔ ہدایت نبویؐ  
کا مخالف۔ خود دعویٰ امارت کی علورت میں گردن زدنی کے قابل بتاتے ہیں حالانکہ  
آپؐ کا خلق و نڈانہ کی بیعت کرنا ایک حقیقت ہے جو تحفہ امامیہ میں ہم نے پیش کر دی  
ہے۔ آپؐ کے خصوصی اصحاب بھی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے وفادار اور خلافت حقہ کے  
قابل تھے۔ حضرت ابوذرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔

تو برسیرت و سنت ابوبکرؓ و عمرؓ : تم ابوبکرؓ و عمرؓ کی عادت اور طریقے پر چلو  
رونا فارغ باشی و کسے برتو انکار نہ کنو  
در آئینہ گوئی و کنی انگشت نہ کنو  
کہ اعتراضات سے بے فکر رہو اور آپ  
کے قول و فعل میں نہ کوئی اعتراض کرے

رماس المؤمنین ج ۱ ص ۲۲۲ ترجمہ ابوذرؓ : نہ کوئی انگلی رکھے۔



بعض تاریخوں میں آیا ہے اور شیعہ اسے اچھا لیتے  
**خلافت صدیق علیؑ اور حضرت علیؑ** رہتے ہیں کہ سقیفہ میں حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب  
 حضرت علیؑ کو ناگوار گزرا کہ اس موقع پر ان کو شریک کیوں نہ کیا گیا وہ بھی مشورہ دینے  
 یا بقول شیعہ) امیدوار کھڑا ہونے کے اہل تھے ان کو یہ موقعہ کیوں نہ دیا گیا۔ پھر اسی  
 رنجش و شکایت کو صدیوں بعد منصوص خلافت کا جامہ پہنایا گیا حالانکہ وہی تاریخ سر  
 کا یہ جواب بتاتی ہے کہ پھر تیسرے دن حضرت ابوبکرؓ نے مسجد نبویؐ میں تمام مہاجرین  
 انصار کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ سقیفہ کی اتفاقی ہنگامی حالت کا ذکر کر کے مودرت کی۔  
 پھر بیعت کو واپس کرتے ہوئے حاضرین کو موقعہ دیا کہ تم جس کو چاہو خلیفہ چن لو مگر پھر سب  
 نے آپ پر اتفاق کیا۔ حضرت علیؑ نے بھی اظہار شکایت کر چکنے کے بعد آپ ہی کی تائید  
 کی اور خدفت کا سب سے بڑا مستحق بتلایا۔ یہ تمام روایات بیہقی مستدرک حاکم۔ ابن  
 عساکر کنز العمال ابونعیم کے حوالہ سے حیات النبیؐ حصہ چہارم پر مذکور ہیں۔ بعض کا خلا  
 ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

۱۔ زبید بن علی بن حسین اپنے ابا و اجداد سے راوی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے منبر رسولؐ  
 پر کھڑے ہو کر کہا آیا کوئی اس بیعت کو مکروہ جاننے والا ہے کہ اسے واپس کر دوں۔ تین  
 مرتبہ اسی طرح کیا ہر مرتبہ حضرت علیؑ کھڑے ہو کر یہ کہتے۔ خدا کی قسم نہ ہم اس بیعت کو واپس  
 کریں گے اور نہ چاہتے ہیں کہ آپ بیعت واپس کریں۔ وہ کون ہے جو آپ کو ہٹائے جبکہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مقدم کیا ہے۔ کنز العمال ج ۲ ص ۱۱۱

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ میں کہا۔ خدا کی قسم! مجھے خلافت کا کبھی لالچ نہ رہا  
 نہ خدا سے تنہائی میں یہ مانگی۔ لیکن اختلاف کے اندیشہ کی بنا پر میں نے یہ برگراں اٹھایا  
 مجھے یہ پسند ہے کہ تم لوگوں میں سے جو امارت پر زیادہ قوی ہو وہ میری جگہ ہو تو مہاجرین  
 نے یہ عذر قبول کیا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا ہمیں تو صرف اس بات پر غصہ آیا تھا کہ ہمیں  
 مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہی  
 اس خدفت کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ حضورؐ کے غار کے ساتھی ہیں۔ ان ہی کے بارے

میں ثانی اشہین آیا ہے۔ ہم ان کی شرافت اور بڑائی کے خوب واقف ہیں۔ اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زندگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔  
(بیہقی ج ۸ ص ۱۵۲، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۶)

۳۔ امام بیہقی کے بعد حضرت ابوسفیانؓ والد معاویہؓ حضرت عباسؓ و علیؓ کے پاس آئے کرتاؤ خلافت (تم کو چھوڑ کر) قریش کے چھوٹے قبیلے بنو تمیم میں کیسے چلی گئی؟ تم اگر چاہو تو میں تمہارے لیے ابوبکرؓ کے خلاف موار اور پیادے لشکر جمع کر لاؤں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اے ابوسفیان! تم اسلام کی ہمیشہ بادخواہی کرتے رہے مگر اسلام کو یہ نقصان نہ پہنچا سکی۔ ہم اگر ابوبکرؓ کو خلافت کا اہل نہ دیکھتے تو انہیں خلیفہ بننے کے لیے نہ چھوڑتے (کنز العمال)۔  
گو اس روایت کی تحقیق راقم کو

نہیں تاہم آخری حوالہ میں نے کئی دفعہ شیعہ رسائل میں پڑھا ہے۔ بہر حال مقام ضرورت سے زائد مسئلہ خلافت کی تحریر ہم نے یہاں کر دی کہ سنی شیعہ اختلاف کا بنیادی مسئلہ اصل یہی ہے خدا فہم صحیح عطا کرے تو مسئلہ واضح ہے۔ ورنہ فی قدر ہم مرض والے اسی کو کفر و اسلام کا میدان جنگ بنائے بیٹھے ہیں۔

سال ۶۹ھ۔ مجمع البیہار (محمد طاسر فتنی گجراتی) میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اقرار کیا کہ میں خلیفہ نہیں ہوں۔ بلکہ خالف ہوں اگر آپ ان کو سچا تسلیم کرتے ہیں تو خلافت کا انکار کیوں نہیں کر دیتے؟

جواب۔ اس حوالہ کے متعلق تو شیعہ کی بد فہمی اور خیانت پر لغزین کرنے کو جی چاہتا ہے۔ آج سے پچاس سال قبل ان کے علامہ حاضری صاحب نے بھی اسی حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ یہ اصل واقعہ یوں ہے کہ ایک شخص (غالباً یمن سے) اسلام کی شہرت و صداقت سن کر آیا۔ مدینہ طیبہ جب پہنچا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تدفین سے صحابہ کرامؓ فارغ ہو چکے تھے۔ بے چارہ بظاہر اسلام لانے سے مایوس ہو کر روئے لگا۔ قبر نبویؐ پر بھی اسی طرح حاضری دی اس کی شکباری نے غمناک صحابہ کرامؓ کو مزید متاثر کیا اسی دوران کسی نے اسے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے چلے گئے ہیں تو اسلام



لانے سے مایوس مت ہو حضورؐ کے خلیفہ (ابوبکر صدیقؓ) تو موجود ہیں ان کے پاس جو وہ اسی گریباں حالت میں ابوبکر صدیقؓ کے پاس جا کر یوں گویا ہوا۔ اَنْتَ خَلِيفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیا آپ اللہ کے رسول کے خلیفہ ہیں؟ عقیق رسولؐ سے معور فراق حبیب سے فگار سیدہ صدیق اکبرؓ پر یہ قرب کاری تھی۔ روتے ہوئے چکی بندھ گئی۔ مقام فنا فی الرسولؐ سے بولے۔ میں خلیفہ نہیں ہوں، میں تو خالفہ ہوں یعنی وہ بچا کھی گھا سچا ہوں جو جانور کے چمکنے کے بعد کھری میں بچ رہتا ہے یعنی کمال تقویٰ اور کثرت نفسی سے خود کو خلیفۃ الرسولؐ کہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ بیکار گھاس سے تشبیہ دے کر مقام حبیب رسولؐ میں ڈوب جاتے ہیں۔ راقم اور اس واقعہ کو پڑھنے والا ہر قاری ردے بغیر نہیں رہ سکتا اور صدیقؓ کی عظمت و دیانت آنکھوں میں چمک جاتی ہے۔ مگر ہزار لعنت سورہٴ فتن کی اس ذہنی پتہ پر کہ بعض رسولؐ اور بعض اصحابؓ میں ابوجہل سے بھی بڑھ گئے۔ اور کمال تواضع کو بھی نشانہ بنادیا۔ کیا رہنا ظلمنا الفسنا سے حضرت آدم علیہ السلام کو اور انی کنت من انظامین سے حضرت یونس علیہ السلام کو اور انی ظلمت نفسی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تشبیہ ظالم گنہگار یا جھوٹا کہنے لگ جائیں گے۔ فرعون کی پیداوار اور غرور و تکبر اور خود ستائی کے علمبردار شیعہ دوستوں کو میں یہ مشورہ دوں گا کہ وہ حضرت زین العابدینؓ کی مناجاتِ محبوبہ کالمہ پڑھا کریں۔ انہوں نے ہر صفحے پر اپنی عاجز می اور گناہوں کا اعتراف کیا ہے۔ شاید اس عمل سے آپ کے فرعونؓ کی تکرار سرنگوں ہو اور اصحابؓ رسولؐ کی باگولی اور لعنت بازی کے کینہ پن سے راحت نصیب ہو۔

سوال ۸۰۔ بخاری و احمد کے حوالے سے صواعقِ محرقہ علامہ ابن حجر میں مرقوم ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حبیب البخاری۔ حذیفہ بن یشیع۔ اور علیؓ ان دونوں سے فضل ہیں۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ کا نام نہیں ہے کیا وجہ ہے؟

جواب۔ یہ کسی شیعہ کی سازش ہے کہ ابوبکرؓ کا نام کاٹ کر حضرت علیؓ کا مکھڑیا اور اصل میں تیسرے حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اور اگر تنہا حضرت علیؓ کا نام ہو تو ہم ان کی صداقت و وفاداری کے کب منکر ہیں۔ دراصل کوئی عدو اپنے سے زائد کی نفی نہیں کرتا۔ صدیق نبوت کے ساتھ

کمال وفاداری اور جہانفشانی سے بڑا ہے جب اہل ہزاروں ہیں تو ان کے صدیقین بھی بکثرت ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نبیؐ کے حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی سب سے بڑے صدیق ہیں۔ کیونکہ حبیب النجار اور حذیفہ کی صفت ذابیت ان میں پائی گئی۔ مکی زندگی میں ایسے کسی واقعات ہیں کہ کفار نے حضورؐ پر حملہ کیا، ابوبکرؓ نے دفاع کیا تو وہ اس پر پل پڑے۔ لہٰذا انہوں نے بے ہوش کر دیا۔ جب کافی دیر بعد ہوش آئی تو سب سے پہلے حضورؐ کی خبر سلامت دریافت کی۔ رنجاری جہات الصبیحہ آپؐ پاکستان کے ماتم کدے سے اور منہ خانے، نجف و قم کے تمام کتب خانے چھان مارے، آپؐ کو مکی زندگی میں حضرت علیؓ کا ایک واقعہ بھی نہ ملے گا کہ انہوں نے حضورؐ کا اس طرح مر دار وار دفاع کیا ہو اور لہٰذا انہوں نے بے ہوش کر دیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہم سب سے زیادہ بہادر ابوبکرؓ ہیں۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ کفار نے پکڑ لیا۔ کوئی کھینچتا کوئی مارتا اور کہتے تو وہ بے تمام حاجت روا اور مشکل کشا معبود محبوبؐ کہ ایک بنا دیا ہے اللہ کی قسم! ہم میں سے کوئی آگے نہ بڑھا۔ صرف ابوبکرؓ نے بڑھ کر چھڑایا۔ ایک کو مارتے، دوسرے کو روندتے اور فرماتے اس شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے چادر اٹھائی اور وہ پڑے حتیٰ کہ داڑھی تر ہو گئی پھر فرمایا۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں۔ آیا اے فرعون کا مومن بہتر تھا یا ابوبکرؓ؟ لوگ چپ رہے تو فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے۔ اللہ کی قسم! ابوبکرؓ کی ایک گھڑی مومن آل فرعون جیسے ہے افضل ہے۔ کیونکہ وہ ایمان چھپاتا تھا اور ابوبکرؓ نے ایمان کا اعلان کیا ہوا تھا۔ (ابولیم، ہزار، فتح البیان بحوالہ نہایت جڑ)

تفسیر قرطبی کے حوالے سے تیسواں جلد ص ۶ پر مذکور ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیقین چند ہیں۔ ایک حبیب نبی جس کا قصہ ہورت پسین میں ہے۔ دوسرا مومن آل فرعون جس کا نام حذیفہ تھا۔ بروایت ابن عباسؓ تیسرے ابوبکرؓ اور وہ ان سب سے افضل ہیں۔ لیجئے! آپؐ کی روایت کا مکمل جواب ہو گیا۔



سوال ۸۱۔ کیا حضرت عمرؓ علم رسولؐ کے وارث تھے  
حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اگر تھے تو علیؓ سے مسائل کیوں حل کرتے تھے اور یہ  
اقرار کیوں کرتے تھے۔ لولا علی لھلک عمر اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا دیکھئے  
کتاب ذکر حسینؓ مولانا کوثر نیازی

جواب۔ سبحان اللہ! آپ کے وسیع مطالعہ کا کیا کمنا یہ اعتراض آپ کے کہ وہ  
کرتے رہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل و دیانت شیعہ کے قریب سے بھی نہیں  
گزری۔ نہ کہ ایک عالم دوسرے عالم سے کسی بات میں مشورہ۔ حل طلب کرے پھر  
اس پر عمل کرے تو یہ قابلِ طعن ہو گا یا پوچھنے والے کے علم کا قصور ہو گا۔ مشورہ کی حد  
تک ایک بڑا بھی چھوٹے سے پوچھ سکتا ہے۔ اس کی رائے پر عمل کر سکتا ہے۔ حضور  
علیہ السلام کو بھی ارشاد ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ  
وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ  
مشورہ لیا کریں۔

خود رحماؤ بینہم صحابہؓ کی شان اللہ نے یہ بتائی وَاْمُرْهُمْ بِشُورَىٰ بَيْنَهُمْ  
ان کے باہمی کام مشورے سے ہوتے ہیں، جب عمرؓ و علیؓ نے اس حکم قرآنی پر عمل کیا  
تو آپ کو اعتراض کیوں سوجھا کیا آپ کا کچھ تاریخی ربط ہے حضرت عمرؓ کی شوریٰ  
کا بیتہ میں حضرت علیؓ ہی نہ تھے۔ یہ سب اکابر صحابہؓ تھے۔ علامہ شبلی مکتفی ہیں۔

جلس شوریٰ کے تمام ارکان کے نام ترجم نہیں بنا سکتے۔ تاہم اس قدر معلوم ہے۔  
کہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، موزین بن جہلؓ، ابی بن کعبؓ، زید  
بن ثابتؓ اس میں شامل تھے۔ زالفاروقؓ ۲۸ ہجری کو کسر مال و طبقات بن سعدؓ  
آپ ان سے اہم امور میں مشورہ لیتے۔ اپنی رائے دیتے۔ باہم ایک بات پر عمل کر رہے  
کرت تھے۔ اور دنیا بھر کی حکومتوں کا یہی دستور ہے۔ کہ بادشاہ اور صدر مملکت، وزراء  
اور کابینہ تشکیل کرتا ہے۔ ان کے مشورے اور تعاون سے حکومت درست رہتی ہے۔

ورنہ ڈکٹیٹر شپ بن جاتی ہے۔ شیعہ حضرات کو تو ایسے واقعات کا انکار کرنا چاہیے۔  
 کہ ان کا اصول — علی و عمرؓ ایک دوسرے کے بدخواہ و دشمن تھے معاذ اللہ —  
 باطل ہو جاتا ہے۔ اور وہ اِحْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَبِلٰیْنَ (بھائی بھائی ہو کر اُسنے سامنے  
 تختوں پر بیٹھے، نظر آتے ہیں جس حکومت کی رگوں میں حضرت علیؓ کی نیک آراء کا  
 خون شامل ہوا ہے خلافت راشدہ نہ ماننے والا یا غاصبہ ظالمہ کہنے والا خود زندقہ دشمن  
 علیؓ اور دشمن اسلام نبی آخر الزمان ہے۔ خصوصاً جبکہ حضرت علیؓ کی دیانت سے یہ  
 توقع ہی نہیں کہ وہ ناجائز حکومت میں شامل ہوں، کابینہ کے ممبر بنیں اور تنخواہ لیں  
 کیونکہ خدا کا حکم یہ ہے۔

وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا  
 فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۖ هُوَ دِيْۤكَ اُغَاۥ  
 ظالموں کی طرف میلان بھی نہ کرو ورنہ  
 تم کو آگ پکڑے گی۔

ولاعلیٰ کا مقولہ عمرؓ ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے جس کو خاتون شیعہ بتاتے  
 نہیں۔ وہ یہ کہ ایک زانیہ عورت کو آپؐ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کو  
 شخصی ذرا لے سے اس کے حاملہ ہونے کا علم تھا۔ آپؐ بروقت موجود تھے ورنہ  
 لگے آپؐ اس عورت کو تو سنگسار کر سکتے ہیں۔ مگر اس بچے کا کیا قصور۔ جس کے حمل کا  
 آپؐ کو علم نہیں۔ تب انصاف و تواضع کے علمبردار امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بڑے شکر  
 ادا کرتے ہوئے بول اٹھے۔ کہ آج اگر علیؓ بروقت نہ ہوتے تو عمرؓ انوماں کے ساتھ  
 معصوم بچے کو مار کر ہلاک ہو گیا تھا۔ چنانچہ بچے کے پیدا ہونے اور دودھ چھوڑنے تک  
 سزا ملتوی کر دی۔

حضرت عمرؓ کا عالم | حضرت عمرؓ ٹھیک علم رسولؐ کے وارث تھے۔ سوال ۴۹ کے  
 جواب میں خود صحابہ کرامؓ کے اقوال بابت علم عمرؓ پھر ملاحظہ فرمائیں۔  
 مزید برآں حاضر خدمت ہیں۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں اگر عمرؓ کا علم میزان کے ایک پڑے میں  
 رکھا جائے اور زمین کے تمام زندہ لوگوں کا علم دوسرے پڑے میں رکھا جائے تو عمرؓ



کا علم وزنی ہو۔ بلاشبہ سب صیغہ کا خیال تھا کہ عمرؓ کی وفات سے دین کے لیے  
 جتنے چھ گئے (طبرانی، حاکم، تاریخ الخلفاء ص ۹۵)  
 ۵۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ تمام لوگوں کا علم حضرت عمرؓ کی گود میں جمع  
 تھا (ایضاً)

۶۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ”حضرت عمرؓ رائے کی پختگی، ہوشیاری، علم و  
 فراغت سے بھرپور تھے۔ (طبوریات)

۷۔ حضرت ابواسامہؓ کہتے ہیں۔ تم جانتے ہو۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کون ہیں؟ وہ اس دم کے  
 باپ اور مال ہیں۔

۸۔ حضرت جعفر صادقؓ فرماتے ہیں جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کا ذکر بخیر بھردی  
 کے کرے میں اس سے بیزار ہوں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹۶)

شعبیؒ تابعی کہتے ہیں عہد چھ صیغہ سے حاصل کیا جاتا تھا۔ عمرؓ، علیؓ، ابی بن  
 کعبؓ، عبید اللہ بن مسعودؓ، زیدؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ رضی اللہ عنہم۔ نیز فرمایا۔ امت  
 کے قاضی چار ہیں۔ عمرؓ، علیؓ، زیدؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ۔ صفوان بن سہیم کہتے  
 ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں عمرؓ، علیؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابوموسیٰؓ  
 فتویٰ دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳)

یہ حضرت عمرؓ کا علم و کمال ہی ہے کہ نہج البلاغۃ کے شارح ابن الحدادیؒ نے شرح ابن ابی الحدادیؒ میں تقریباً ڈھائی صد صفحات میں حضرت عمرؓ کا  
 تفصیلی ترجمہ لکھا ہے۔ ”فقہ عمرؓ کے ضخیم رسالہ سے خود سائل کو بھی حضرت عمرؓ کے  
 علم کا اعتراف ہوگا۔ لیکن تعصب و عناد آدمی کی آنکھیں سی دیتا ہے۔“

سوال ۸۲۔ کیا حضرات شیخین اہل سنت نے تکفیر و  
 شیعہ اور جہازہ رسولؐ | نہ فین رسولؐ میں شرکت کی تھی تو شرح موافق شریف  
 بحر جاتی اور الفاروقؓ شبلیؒ نے ان کی عدم شرکت کا اقرار کیوں ہوا اور اگر شریک  
 نہیں ہوئے تو باری کا دعویٰ سچا کیسے؟

جواب :- یہاں بھی روایتی خیانت اور بد فہمی سے کام نہ لایا گیا ہے۔ الفاروق ہمارے سامنے ہے۔ اس میں انتخاب کی بحث کے شروع میں ایک سوالیہ انداز پر وہ باتیں لکھ دیں جو بظاہر شیعہ کو پسند ہیں اور بطور فرض اقرار کیا پھر ان امور کا جواب پورے آٹھ صفحات میں دیا اور تمام خدشات کا ازالہ کر دیا وہ کہتے ہیں : ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کتب حدیث و سیر سے بظاہر اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ "اب اگر شیعہ میں علم و دیانت ہو تو وہ آٹھ صفحات کی بحث کا جواب دیں خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں خلافت کا تصور اس کے حصول کی کوشش و عجز کا ذکر جو وہاں کیا گیا ہے۔ مگر وہ تو پہلے صفحے کے سوالیہ مضمون کو ایک اقرار بنا کر پیش کرتے اور اپنا الوسیدھا کرتے ہیں۔

شرح مواقف ہمارے سامنے نہیں۔ اس کے اندر بھی یہی خیانت کا رفرما ہوگی۔ دراصل واقعہ کے بیان میں شیعہ فریب کاری سے کام لیتے ہیں۔ بات تو اتنی سی ہے۔ کہ تمام مہاجرین و اہل بیت جنازہ نبوی کے پاس تھے۔ انصار نے سقیفہ میں خلافت کی بحث چھیڑ دی۔ ایک سمجھدار صحابی نے حضرت ابوبکرؓ کو اکرتایا۔ یہ حضرات حالات کا جائزہ لینے گئے اور وہاں وہی کچھ کامیابی سے سرانجام دیا جس کا ذکر ہم سوال کے تحت کر چکے ہیں۔ اس کا رد وائی پر ان کے گھنٹہ دو گے ہوں گے۔ پھر واپس آکر تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مشورے سے قبر کھودی گئی۔ آپ کے مشورے سے جنازہ فردا فردا پڑھا گیا۔ شیعہ کی جلا رالعیون کی روایت کے مطابق سب لوگ حضرت ابوبکرؓ کو امام بنانا چاہتے تھے۔ مگر حضرت علیؓ نے فرمایا حضورؐ کے جنازہ کا امام کوئی نہیں بنے گا۔ تب فردا فردا نماز جنازہ بصورت درود و سلام پڑھی گئی۔ اصول کافی باب مولد النبی و مدفنہ میں روایت ہے کہ آپ کے جنازہ کی نماز تمام مہاجرین نے انصار نے، مردوں نے، عورتوں نے اہل مدینہ نے اور باہر کے لوگوں نے سب نے پڑھی کوئی بھی باقی نہ رہا۔ اب اگر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو شامل نہ مانا جائے تو کلام صدوقؒ کا ذب ہو جائے گا ورنہ آپ نے استنشاء کیوں نہ کی۔ بس جنازہ کی



موجودگی میں گھنٹہ بھر کی اس غیر حاضری اور نزاع خلافت کے تصفیہ کو بد بالطنوں نے  
 ہوا بنا کر پیش کیا ہے۔ شاید شرح موافق میں یہ بات اسی سوالیہ انداز مع جواب کیسے تھ  
 مذکور ہو تو شاید اسے غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ فرض کیجئے ایک شخص مر جائے اس  
 کے چھوٹی بڑی دس اولاد ہیں۔ کچھ اولاد نا تجربہ کاری سے تدفین سے قبل دراشت کا  
 یا کوئی اور مسئلہ چھیڑ دے جو اولاد میں تفرقہ کا باعث بنتا ہو۔ دو تین بڑے ذمہ دار  
 بیٹے ان کے پاس پہنچیں اور تصفیہ کر دیں یا سب ذمہ داری خود اٹھالیں۔ پھر اگر  
 تکفین و تدفین کریں تو کیا کسی اپنے یا بیگانے کو حق ہوگا کہ وہ ان بڑوں کو یہ سزا دیتا  
 پھرے کہ تم تو دنیا یا ممبر داری کے کتنے حریص تھے ہاپ کے جنازہ کی موجودگی میں دراشت  
 یا حقوق و اختیارات بانٹنے لگ گئے۔ ظاہر ہے کہ یہ طعنہ دینا حماقت ہوگا۔ تو یہی صورت  
 وفات نبوی کے بعد تدفین سے قبل پیش آگئی تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و ابو عبیدہ رضی اللہ  
 عنہم جیسے ذمہ دار روحانی فرزندوں نے تائید ایزدی سے سب مسئلہ حل کر دیا۔ خون  
 خرابہ ہوا نہ کوئی جماعت سے الگ ہوا۔ نہ گھر کے مربوط و متحد نظام بین الاخوان کی طرح  
 ملت کے اتحاد میں کوئی شکاف یا رخنہ پڑا۔

اب جو لوگ مدتوں بعد ان خیالات کو اچھالتے ہیں جو لٹھنتے ہی بیٹھ گئے یا پیدا ہوتے  
 ہی ختم ہو گئے۔ وہ دراصل دشمن کے اس مکار جاسوس کا کردار ادا کرتے ہیں جو متحد بھائیوں  
 میں پھر اختلاف ڈالتا ہو۔ یا منظم جمعیت اور مسلمانوں کے کلمہ واحدہ کو انتشار کے حوالے  
 کرتا ہو۔ ہر ایسے شخص کو غیر مسلم کا ایجنٹ سمجھا جائے گا یا فرمان نبوی کے مطابق اس کی  
 سزا دی ہوئی چاہیے جو باغی و مفسد کی ہو سکتی ہے۔ کاش میرے شیعہ بھائی ناکام جواری  
 کی طرح اب اس فرسودہ دھندے سے باز آتے اور ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کی  
 بات کرتے۔ یاد رکھیے! آج اگر ہم ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و معاویہؓ اور عائشہؓ صدیقہؓ  
 میں اتفاق و محبت کی باتیں پھیلا دیں گے تو ہم متفق ہوں گے اور اگر اختلاف کی کہانی  
 ناگمانی سناتے رہیں گے تو ملت مسلمہ مزید دست بگریباں ہو جائے گی۔ اللہم الف قلوبنا  
 و بین اخواننا۔

سوال ۸۱۳۔ منذ احمد حنبلیؒ وغیرہ میں ہے کہ حضرت عائشہؓ  
 حضرت عائشہؓ و عثمانؓ نے حضرت عثمانؓ کو قتل واجب القتل اور مرتکب کفر کہا اگر  
 بی بی عائشہ صدیقہؓ سچی ہیں تو حضرت عثمانؓ کو ویسا ہی مانئے۔ جیسا آپ کی صدیقہؓ نے  
 نے کہا۔ اور اگر بی بی عائشہؓ نے سچ نہیں کہا تو ان کو صدیقہؓ کیوں کہتے ہیں۔

جواب۔ یہ بالکل جھوٹا اور لچر الزام ہے۔ تحفہ امید اور تحفہ الاخیار سوال ۱۷۱  
 بس طبری وغیرہ سے ہم اس کی خوب تردید کر چکے ہیں۔ سائل میں جرات ہوتی تو اصل  
 الفاظ مع سند نقل کرتا۔ یہ منافقین یہود و مجوس بلوایان عثمانؓ کی دروغ گوئی تھی کہ  
 وہ قسمیں کھا کھا کر حضرت عثمانؓ کی برائیاں کرتے اور ام المؤمنینؓ کو اپنا ہم نوا بناتے تھے۔  
 مگر صدیقہؓ آخر تک ان کے ہم خیال نہ ہوئیں۔ حضرت عثمانؓ کے فضائل میں بہت سی احادیث  
 آپؐ سے مروی ہیں۔ منجملہ ایک حدیث الزام کو جھوٹا بتاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔ اے عثمانؓ! مجھے امید ہے  
 کہ اللہ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ اگر لوگ تجھ سے انروانا چاہیں تو ہرگز نہ اتارنا۔  
 (ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۵۶۲)

اور یہ منافق اپنے ان کفریہ الزامات کو ام المؤمنینؓ کی طرف منسوب کر کے مشہور  
 کرتے رہے حتیٰ کہ وہ روایت کر دیئے گئے۔ ان لوگوں پر اللہ کی ہزار لعنت ہو۔ اور  
 ان پر بھی جو ان اتحاد و ایمان دشمن اکاذیب کو مشہور کرتے رہتے ہیں۔

یہاں ہم مجبور ہو کر الزامات شیعہ سے یہ پوچھتے ہیں کہ قضیہ ذک میں  
 حضرت علیؓ و فاطمہؓ اگر علیؓ طرفدار صدیق بن کر سچے ہیں۔ تو حضرت فاطمہؓ نے علیؓ کو  
 گالیاں کیوں دیں؟ اگر وہ سچی ہیں تو تم حضرت فاطمہؓ کی اتباع میں علیؓ کو گالیاں دے کر  
 بترے کیوں نہیں بکتے؟ جگر تھام کر پڑھیں سنیں۔

حضرت سیدہ گھر واپس ہوئیں حضرت امیر  
 ان کی واپسی کے منتظر تھے۔ جب وہ گھر  
 آگئیں تو منیہ جانتے رہے حضرت علیؓ

حضرت سیدہ بجانب خانہ بہ گریہ  
 و جناب امیر المؤمنین انتظار معاودت  
 اوسے کشیدہ چوں بمنزل قرار گرفت زروئے



مصلحت خدایا ہمارے درشت با سید و  
 نمود کرماند جنین و در رسم یہ وہ نشین تند  
 و مثل خانہ در خانہ گر بختہ سار مردم  
 دید ہا پوشیدہ اند دافعہ دارم نہ مانعہ  
 خشمناک پیرون رفتہ و غمناک برگشتہ  
 خود اذلیل کردی اندرون یکہ دست از  
 سطوت خود برداشتی گر گاں مے درند  
 و مے برند تو از جائے خود حرکت نمیکنی۔  
 کاش ازیں پیش، مذلت و زاری مردہ  
 بودم بحق الیقین از مجلسی

کو خوب برا بھلا کہنا شروع کر دیا کر بے  
 کی طرح مال کے رحم میں پردہ نشین ہو  
 بیٹھے ہو اور خائوں (چوروں) کی طرح  
 گھر کو بھاگ آئے ہو سب لوگوں نے تجھ  
 سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ نہ کوئی میرا  
 دفاع کر سکا ہے، نہ محافظہ حصہ سے  
 گھر سے نکلی ہوں اور غمناک پٹی ہوں۔  
 تو نے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا جب سے  
 تم نے اپنی بہادری سے ہاتھ اٹھالیا بھیر  
 نیچے پھاڑ رہے ہیں اور اٹھا کر لیے جائے

ہیں۔ مگر تم سو کہ اپنی جگہ سے ہلتے نہیں۔ کاش میں اس ذلت و خواری سے پہلے  
 مر گئی ہوتی۔

اصحاب رسول پر برسنے والو! اور حضرت فاطمہؓ کی مفروضہ ناراضگی سے فاطمہؓ  
 کے مانا صدیق زہراؓ (ابن طلحہ) کھولنے والو مذکورہ بالا تقریر کی ردشنی میں حضرت علیؓ  
 کے ایمان و نجات کی خیر مناد۔ اب حق تو ایک ہی طرف ہے۔ کس کے شیعہ بن کر  
 دوسرے سے دشمنی مذہب بنادے گے؟ تم سے خدا بچھے۔

سوال ۸۴۔ رسول خداؐ نے مسلمہ کذاب سے  
 لشکرِ اسلام کی روانگی اور نتیجہ

لڑنے کے لیے جو لشکرِ اسلام تہ تیغ دیا تھا اس  
 میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو بھی ماتحت اسلام نہ جانے کا حکم دیا تھا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ  
 اور حضرت عمرؓ اس لشکر میں کیوں نہیں برگئے۔ نہ جانے کا اور حکم رسولؐ کی نافرمانی کہنیکار  
 انہیں شرعی جواز کیا جاسکتا تھا اگر جواز تھا تو مقرر ہونے والوں میں سے نہ جانور  
 پر رسولؐ خدا نے لعنت کیوں برساتی تھی؟

جواب۔ یہ سوال بنانے میں سائل نے امانت و مہیا کو تو مطلق طلاق دیا

اسے دشمن اسلام و فاتحین اسلام با وفات نبوی کے فوراً بعد کس نے لشکرِ اسامہ کو نامساعد حالات کے باوجود دھم پر پھینکا اور کس نے مسلمہ کذاب کے خلاف لشکر کشی کر کے اسے بمبہ لشکر تہس نہس کیا۔ اسے جاہل! تجھے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ اسامہؓ کی مہم کس کے خلاف تھی، یہ مسلمہ کے بجائے رومیوں کے خلاف تھی۔ جہاں تین سال قبل غزوہ موتہ میں حضرت اسامہؓ کے والد زید بن حارثہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ شہید ہوئے تھے۔ اسی مناسبت انتقام سے آپؐ نے اسامہؓ کو امیر لشکر بنایا۔ اکابر صحابہؓ کو ماتحت کر دیا۔ سب لشکر باہر چلا ہی تھا کہ آپؐ بیمار پڑ گئے۔ لشکر رک گیا۔ بالآخر آپؐ کی بیماری شدید ہو گئی۔ اب اس حالت میں موت کے نزعہ میں حضورؐ کو چھوڑ کر سب لشکر اسلام فتوحات کرنے چلا جاتا تو کیا علم و دانش کی بات ہوتی۔ پھر اگر منافقین، مرتدین، لشکرِ مسلمہ مرکز پر حملہ آور ہو جاتے تو دفاع کون کرتا۔ شیعہ کو تو خدا نے دشمنی صحابہؓ میں عقل و بصیرت سے محروم ہی کر دیا ہے کہ وہ ہر بات میں الٹ سوچ کر اصحابِ رسولؐ پر بستے ہیں۔ بہر حال مشیت الہی سے لشکرِ اسامہؓ کی تاخیر و انگلی اسلام کے لیے مفید ثابت ہوئی۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ ہی کو مرض و فات میں امام بنادیا اگر آپؐ ان پر ناخوش تھے یا معاذ اللہ بقول۔ و انض لعت کے حق دار تھے، تو حضورؐ نے ان کو اپنے مصلیٰ پر امام کیوں بنایا۔ پھر تمام اصحابِ رسولؐ نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کر لی۔ دراصل شیعہ کو جہنم تو اسی بات پر ہے کہ لشکرِ مرض و فات کی وجہ سے رک گیا ابوبکرؓ امام و خلیفہ بن گئے اور بقول شیعہ حضرت علیؓ کی انگلی پر پانی پھر گیا ان کی خیالی خلافت بلا فصل ختم ہو گئی۔ شیعہ کا اعتقاد ہے اور ان کے خاتم المتخذین باقر علیؓ حجابی نے بڑی تصریح سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیت مبارک پر حملہ کرتے ہوئے جلال العیون اور حیات السلوب میں لکھا ہے کہ

و غرض حضرت زرتادہؓ ان لشکر

اس لشکر کے کھینچنے سے حضرت رسولؐ

دہم ہزار آں بود کہ مدینہ از اہل فتنہ و

کامتہ مدینہ تھا کہ مدینہ اہل فتنہ اور

منافقان خالی شود دیکسے با حضرت

منافقوں سے خالی ہو جائے۔ اور کوئی



امیر المؤمنین منازعہ نکلنے تا امر خلافت  
 بہ آنحضرت مستقر گردید و مردم را بسیار  
 مبالغہ فرمود در بیرون رفتن و اسامہ  
 را بجر ب فرستاد و حکم فرمود کہ در آنجا  
 توقف نماید تا لشکر بر سر او جمع شوند و  
 جمع را فرمود کہ مردم را بیرون کنند و ایشان  
 را حذر دے فرمود از دیر رفتن پس در  
 آٹائے حال آنحضرت را مرض طاری  
 شد (جلال الیون ص ۴۳)

حضرت امیر المؤمنین کے ساتھ خلافت  
 میں جھگڑا نہ کر سکے تا آنکہ خلافت حضرت  
 علیؓ کی جم جائے۔ آپ لوگوں کو باہر نکالنے  
 میں بہت مبالغہ کرتے تھے۔ اسامہ کو جنگ  
 کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں رہے  
 باہر کچھ دیر ٹھہریں تاکہ سب لشکر وہاں جمع  
 ہو جائے اور ایک جماعت کو حکم دیا کہ  
 لوگوں کو باہر نکالو اور ان کو دیر لگانے  
 سے ڈراتے تھے۔ پس اسی حالت میں

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔

اس اقتباس سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ لشکر بھجنے سے حضرت کا مقصد جہاد نہ تھا۔ بلکہ مدینہ کو منافقوں سے خالی  
 کرنا تھا۔ یہ نبوت کی صداقت آپ کی للہیت اور مقصد میں کامیابی پر اتنا زبردست  
 حملہ ہے کہ کوئی یہودی اور نصرانی بھی آپ کی نیت پر ایسا حملہ نہ کر سکے گا۔ صرف ان  
 اعتقاد کی بنا پر اگر شیعہ کو کافر سمجھا جائے تو اس میں کیا شک ہے۔

۲۔ چچا زاد بھائی حضرت علیؓ کو با شندوں سے خالی تنہا شہر میں خلیفہ بنانے  
 کی جو تجویز آپ نے سوچی۔ جس پر ہر شخص کو مہنسی آجاتی ہے۔ وہ خدا کے حکم  
 سے ہوگی۔ پھر اس خدا نے آپ کو بیمار کر کے لشکر رکوا کر اس اسکیم کو ناکام کیوں کر دیا  
 یا کیا خدا نے علام الغیوب کو اپنے نبی کی تمنا اور ارادے کا علم نہ تھا؟ شیعہ کو اس پر  
 روشنی ڈالنی چاہیے۔

۳۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول خدا کو اپنے ساتھیوں پر آخر دم تک کوئی اعتبار  
 نہ تھا۔ ان کا دینی اور فنیع سنت ذہن نہ بنا سکے۔ ہر وقت ان سے خائف رہتے۔ کوئی  
 کام ان کے سامنے اپنی منشا سے نہ کر سکتے تھے۔ بقول شیعہ دنیا میں آئے تھے کہ علیؓ کی

ولایت و خلافت کا اعتقاد دنیا سے متوائیں (حیات القلوب) جب رخصت ہوئے تو  
یہی تمنا اور حسرت لے کر گئے کہ علیؑ کا حق کوئی نہ پہچانے گا۔ ان کو امام و خلیفہ بلا فصل  
کوئی نہ مانے گا۔ جماد کے بار بار اعلان کی آٹھیں اپنے شہر سے تمام اصحاب کو نکلانے  
کی کوشش کی۔ مگر وہ بری طرح ناکام ہو گئی۔ اور آپ کے تمام اندیشے حقیقت بن گئے۔  
بالفاظ دیگر شیعہ یہ کہہ رہے ہیں کہ نہ بعثت نبویؐ کی غرض پوری ہوئی۔ نہ دنیا میں انقلاب  
ہدایت آیا۔ نہ قرآن کا معجزہ اصلاح ظاہر ہوا۔ نہ پیغمبر بھیج کر دنیا کو رد است پر لانے کی  
خدائے مالک الملک کی اسکیم کامیاب ہوئی۔ یعنی قرآن۔ نبوت۔ توحید وغیرہ تمام چیزیں  
کو خلافت بلا فصل کے من گھڑت عقیدہ نے برباد کر ڈالا۔ قارئین کرام! خدا آپ کو  
شیعہ کے مکر و فریب اور خفیہ خدا و رسول و قرآن کی دشمنی کے مقصدات۔ جو صحابہ کرام  
پر اعتراضات ہیں۔ سے بچائے۔ یہ پس منظر ہے لشکر اس لئے طعن نہی کا۔  
بغرض تمام صحابہؓ باہر چلے جاتے تو کیا پھر شیعہ معاف کرتے؟ وہ مدت کہتے کہ وہاں  
غیبت ر صل کرنے کے لیے نبیؐ کو بستر مرگ پر چھوڑ گئے۔ جیسے جنازہ سے صرف گھڑبھ  
کی غیر ماضی کو طعن بنا کر آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔ اور اگر وفات کے بعد تمام  
انہاء کے مدینہ پر حملے ہوتے۔ اور ان کا دفاع علیؑ بھی نہ کر سکتے۔ کیونکہ اکثر لشکر تو باہر  
گیا ہوتا بقایا بھی بقول شیعہ حضرات کے سوا سب حضرت علیؑ کے حاسد و مخالف  
تھے تو پھر کون لوگوں کو ساتھ لے کر آپؐ مزیدین، منافقین، مسیہ، کذاب، اسود غنسی  
سے جنگ کرتے؟ نتیجہ یہ ہوتا کہ مرکز اسلام تباہ ہو جاتا۔ اسلام کی جبرکٹ جاتی۔ شاید دشمن  
اسلام شیعہ اس پر پیش ہوتے اور بعد میں بجاتے جیسے آج بھی ان کا قطعی عقیدہ ہے کہ وفات  
نبویؐ کے بعد جیسا کچھ اسلام تھا وہ سب مٹ گیا۔ سوائے ۴۵ آدمیوں کے کوئی بھی  
مسلم و مومن نفس باقی نہ رہا۔ سب مرتد ہو گئے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ شیعہ کو  
اسلام کے زندہ بچ رہنے اور دنیا میں ترقی پذیر ہونے اور پیام امن و سلامت دینے  
سے (مذاہد) جتنا دکھ پہنچا ہے اتنا ان کے اسد ابوجہل، ابولہب و ابوطالب قریشیوں  
کو بھی نہ تھا۔ اللهم خدا ہمارے دشمن و شتت شملہم و مناق جمعہم و مخالفین کلہم



سوال ۸۵۔ مؤطا امام مالک مترجمہ علامہ وحید الزمان  
 ماتم کی چند نحلی روایتیں | ۱۴۷ حدیث ۶۰۳ میں حدیث اقرار پر رسولؐ ہے کہ ایک  
 صحابی سینہ پٹیتا ہوا اور بال اکھاڑتا ہوا آیا۔ اگر سینہ پٹینا ناجائز تھا تو رسولؐ نے منع  
 کیوں نہ فرمایا اور اگر جائز ہے تو آپ کیوں اعتراض کرتے ہیں۔

جواب۔ محولہ بالا ترجمہ نسخہ میں ملا مؤطا امام مالک "مشتی" اصل عربی نسخہ مطبوعہ کراچی ۱۳۵۵ھ میں اس  
 مقام کے لگ بھگ کتاب الجنازہ ہے اس میں کسی صحابی کا یہ قصہ نہیں ہے بل "میت پر رونا منع ہے" کا باب  
 پر ہے اس میں یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ ایک بلی کی عیات کو گئے وہ بیوش تھے اولاد دینے پر بھی  
 بولے تو اپنے انا لہ پڑھی عورتیں حنین اور رونے لگیں اور جابر بن عبد اللہ صحابی ان کو چپ کرنے لگے تو حضورؐ نے فرمایا  
 ان کو چھوڑو جب وفات ہو جائے تو کوئی روتے والی ان پر نہ رھے معلوم ہوا کہ مؤطا کی حدیث میں  
 اپنے آواز سے رونا بھی حرام کیا چہ جائیکہ سینہ پٹینا اور بال اکھاڑنا۔

سوال ۸۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کتاب مدارج النبوة میں لکھتے ہیں کہ  
 مؤذن رسول حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سر بیٹھے اور فریاد کرتے مسجد نبویؐ میں آئے۔  
 آپؐ کے ماتم کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

سوال ۸۷۔ ام محمد بن خلیل مطبوعہ مصر ج ۶ ص ۲۷ میں لکھا ہے کہ حضورؐ کی ونا  
 پر بی بی عائشہؓ نے عورتوں کے ہمراہ ماتم کیا اور منہ پٹیا۔ ام المؤمنینؓ کے اس فعل کے  
 بارے میں آپؐ کیا رائے ہے؟

جواب۔ اردو کی "شورشل" ڈوبنے کو تنکے کا سہارا کج عمل دیکھنے میں آئی  
 کہ جس مسئلہ صبر و تم پر ۶۰ سے زائد قرآنی آیات کا نا طبق فیصلہ ہے کہ ماتم وہی صبری  
 حرام ہے۔ اور صبر و ذرار لازم ہے۔ ۱۰۰ سے زائد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ  
 کے ائمہ معصومین کی احادیث ہیں کہ جاہلیت کا ماتم و نوحہ اور سر و سینہ کو بی حرام ہے۔  
 جس کی تفصیل آپؐ رقم کی تالیف بے نظیر "مسئلہ عزا داری اور تعلیمات اہل بیت" میں  
 دیکھ سکتے ہیں۔ چہ دلاور است دزدے کہ بلف چراغ درو، کامصداق شہید بھائی  
 اس من گھڑت مسئلہ کو دورانہ کار بے سند روایات سے ثابت کرنے کا کام سعی کرنا

ہے۔ ذرا سفا

محترم! جب تشریعت ایک قانون اور طے شدہ فیصلہ دے دے تو مومن کو اس کی اتباع واجب ہے اور میرا اعتراض حرام ہے۔ بالفرض اگر کسی بزرگ کا عمل اس کے خلاف ملتا ہے تو بزرگ کو خلاف شرع الزام سے بچنے کے لیے روایت کا انکار کرنا ہوگا۔ یا اس کو خاص حال و جذب میں منسوبیت کا نتیجہ کہنا پڑے گا۔ جس کی اتباع شرع میں جائز نہیں کیونکہ اتباع قرآن و سنت اور اجماعی اعمال کی ہے۔ اشخاص کی اتباع وہ بھی مخلو بانہ احوال میں۔ قرآن و سنت میں اس کے خلاف حکم موجود ہوتے ہوئے ہرگز روا نہیں۔ عقل و نقل کا یہی فیصلہ ہے۔ یا پھر ان اشخاص کو غیر معصوم مان کر اس عمل کا ذمہ دار خود ان کو بنادیں۔ تشریعت کی طرف نسبت ہی نہ کریں۔

اس اصول کو اپنانے یا سامنے رکھنے سے تینوں روایات کا جواب ہو جاتا ہے کہ بالفرض یہ ان سے روایت ثابت ہو تو یہ ان سے حالت جذب و صحو میں ہوا تو اس وقت وہ خطاب کے قابل نہ تھے۔ تاکہ رسول اللہ ان کو منع کرتے۔ رسول پاکؐ نے پیلیوں مرتبہ اس سے منع عام کیا ہوا تھا۔ عداوہ انہیں حدیث قولی اور فعلی کا جب تعارض ہو تو قولی مقدم ہے کہ وہ اصل قانون ہے۔ فعلی میں تخصیص کا احتمال ہے۔ قولی فعلی کا جب تقریری سے تعارض ہو تو قولی فعلی مقدم ہے۔ تقریری سے استدلال ہرگز نہ ہوگا۔ تو قرآن میں رسولؐ بابت حرمت ماتم اصل ہوئے کہ وہ قولی ہیں۔ اور یہ صحابہؓ کے اعمال۔ اگر ثابت ہوں تب تو فعلی اور مرجوح ہوئے۔ ان سے ماتم پر استدلال درست نہیں۔

حضرت بلالؓ کا غلبہ حال تو اور قرین قیاس ہے کہ آپؐ نے محبوب کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ چھوڑ دی۔ آذان کہنی چھوڑ دی۔ شام چبے گئے حالانکہ ایک مسلمان کے لیے مدینہ طیبہ میں رہائش روزانہ روضہ اقدس پر حاضری اور مسجد نبویؐ میں آذان و نماز سیکڑھ کر کوئی عمل اور شرف نہیں ہو سکتا۔ مگر عاشق صادق بلالؓ نے یہ سب کچھ کیا۔ کیونکہ مسجد نبویؐ کی محراب اور مدینہ طیبہ کے در و دیوار چھتے پھرتے بولتے چمکتے آفتاب کا پتہ نہ دیتے تو یہ سب چیزیں نگاہ میں آجینی اور ناقابل برداشت ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک



مرتبہ شام سے مدینہ آئے تو صحابہ کرامؓ نے آذان دینے کے لیے اصرار کیا۔ مگر حضرت بلالؓ نے انکار کیا بالآخر حضرت حسن و حسینؓ کی سفارش سے آمادہ ہوئے۔ آذان شروع کی تو مدینہ طیبہ میں کھرام مچ گیا۔ کہ گویا حضورؐ کا زمانہ پلٹ آیا۔ پر وہ دار خواتین بھی یا سراگئیں اور ہر شخص اشکبار تھا۔ یہ ان لوگوں کے عشق نبویؐ کی ادنیٰ جھلک تھی۔ جن کو معاذ اللہ بے ایمان اور دشمن آل رسولؐ بنانے کے لیے ہر فاسق گویا اور عزادار بڑبڑاتا رہتا ہے۔ سند احمد کی روایت کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ ضعیف قابل استدلال ہے۔ کیونکہ دو راوی معا ضعیف ہیں یعقوب بن محمد بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن ہریرہؓ نے ذیل ہذا صدوق بہت ہم والا اور کمزور راویوں کی روایت کرنا لایا تھا۔ ۲۱۳ھ میں فوت ہوا (تقریباً ۲۱۱ھ) محمد بن اسحاق امام بخاری صدوق مدلس میں تشیع اور قدری فرقہ ہونے کا ان پر الزام ہے (تقریباً ۲۹۰ھ) دوم بیکہ خود مالی صاحب اپنے عمل کی تردید کرتی ہیں کہ ”یہ میری سادگی، نو عمری اور ناتجربہ کاری کا نتیجہ تھا کہ حضور علیہ السلامؐ کی وفات میری گود میں ہوئی مجھے پتہ نہ چلا۔ پھر عورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی۔“ کذا فی مسند احمد جلد ۶ ص ۲۴۴

**سوال ۱۸۔ حضرت علیؓ مجبور ہی روتا گنج**  
**حضرت حسینؓ کے گھوڑے کی نقل | بخش لاہوری، اپنی کتاب کشف المحجوب ج ۲**

مد ۱۱ باب میں حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ امام حسینؓ کے لیے اونٹ بٹے یعنی اونٹ کی نقل کی۔ یہاں حضورؐ کی سنت پر اس کے حسینؓ کے گھوڑے کی نقل بن سنت ہوگا یا بدعت؟

**جواب۔** اس سے پتہ چد کہ حضرت عمرؓ بھی ہمہ راہ نواسہ رسولؐ تھے۔ اب جو شخص حضرت عمرؓ کے ایمان و کردار میں طعن کرے وہ دشمن رسولؐ و نواسہ رسولؐ ہوا نبیؐ کی سنت تو یہ ثابت ہوئی کہ اپنے نواسہ کو گردن پہ بٹھا کر سواری کرائی جائے۔ محمدؐ شہر مسلمان اس سنت رسولؐ پر عمل کرتا ہے۔ ہم اور ادا کو اٹھاتے ہیں اور پیہ کرتے وقت سنت نبویؐ کی بھی نیت کر لیتے ہیں اور اس پر جواب پاتے ہیں۔ اگر سنت رسولؐ شیخ خلیل میں یہ ہے کہ خود کو اونٹ بنا کر امام حسینؓ کو اس پر سوار کیا جائے تو چشم مار و شن دلِ ما شاد و داد نہ نہیں اور حضرت حسینؓ کو تودش کر کے راہیں اپنے اور پر سوار نہیں

وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمام سنیوں کو ساتھ لے کر یہ مبارک منظر دیکھنے آؤں گا۔ اور اگر آپ کو حسین نہیں ملا واقعی نہیں ملا۔ کیونکہ نجات سے لے کر مکتوت تک ہزاروں سیادہ پیش مجتہدین و شریعتدار دور سے قتل حسین کی خبر فاجعہ سن کر رونے پھٹنے کی سنت بزمیدی پر تو عمل کرتے ہیں۔ دور و سہ نہ یہ کہے متبع بزمیدی ہیں۔ مگر ماتم و بین سے پاک رہ کر فقہ کو خیر باد کہہ کر محض سنت رسول مدنی کے احیاء کے لیے قربانی اور صبر و رضاء کا پیکر محبت بننے والے امام حسین کا ایک بھی متبع نہیں اور نہ ان حسین کی عزت و فروع و دل و نوشوں کو حسین کی مدد کے کا حق ہے۔ اگر آپ سنت نبوی کے اتباع میں خود حسین کی سواری نہیں جتنے جانتے کہ آپ انسان اور مدعی علم و ایمان ہیں تو اسے بے شرم و جاہل محض مانگے گئے گھوڑے کو نبی کا قائم مقام بنا کر دوسرا شاہ حسین کی سواری سمجھتے ہیں۔ دور سے سنت نبوی کو غفلت کہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی رسول کی گستاخی یا نواسہ رسول کی توہین کو پہلو ہو سکتا ہے۔ ایسی مذہب و موم حرکت تو تماشائی مداری اور شیعہ و باطل بھی نہیں کر سکتا۔

گر آپ کو سواری کی یہ سنت نبوی زندہ کرنی ہے۔ تو ایک ہی صورت ہے کہ سوار اور سوار بنی دونوں محترمہ انسان بنیں۔ آپ خود سواری نہیں کسی پنے سے کم مرتبہ ہوا دی۔ ڈاکٹر۔ عزاد۔ شریعتدار کو حسین سمجھ کہ مٹا دیں اور اس پر ہر مومن شیعہ عمل کرے یا سواری بنے یا سوار۔ پھر عزاداری کا یہ حصوں ۵۔۱۰ محرم کو مال روڈ لاہور اور بندہ روڈ کراچی پر سانس گشت کرے۔ پھر دیکھے کہ مذہب شیعہ چند سالوں میں بے مثال ترقی کرتا ہے یا نہیں تجربہ شرط ہے۔ اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے کہ تکلیف ہوگی۔ تو آپ ہرگز محب حسین نہیں ہیں دعویٰ میں بالکل جھوٹے ہیں۔ حسین تو سیدہ نامہ میں سرکٹا دے اور آپ رکوع میں جھک کر حسین کی سواری بھی نہ بنیں۔

اور اگر آپ سواری کی سنت کو حذف و غفلت اور مسخرہ بناتے ہیں۔ تو سب یو اڈا ٹی وی عقل سے سوچو کہ ایک خالی گھوڑے پر نہیں استر ڈال کر آگے چل دیں اس کیلئے مجذوبانہ حرکتیں کرتے خود چیل ٹیپ ہیں۔ اسے سنت نبوی بتاتے ہیں۔ یہ یوں سی عقل و سنت کی بات ہوئی



یہ تو ایک مداری کا سوانح اور تماثہ ہوا اسے سنت نبوی یا سنت حسین سے کیا واسطہ؟  
 اگر آپ سنت نبوی سے پیروکار ہیں تو ادنیٰ گھوڑے بننے بنانے کے بجائے دین نبوی  
 کو اپنائیں جسینی مشن اتباع رسول اختیار کریں۔ سنی بننے کی اللہ آپ کو توفیق دے۔  
 واللہ العالی۔

سوال ۸۹۔ کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد منہ  
پاؤں کا دھونا اور مسح کرنا علی کرم اللہ وجہہ ص ۱۲۱ حدیث ۲۳۰۳ میں ہے رسول کریم  
 وضو میں پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔ آپ مسح کیوں جائز نہیں سمجھتے؟ اگر اثرہ صیوں کے  
 خشک رہنے سے ایڑھیاں جہنم میں جائیں گی تو موزوں پر مسح کیسے درست ہے؟  
 جواب۔ اس روایت کی اصل اور سند کی تحقیق اصل کتاب نہ ملنے کی وجہ سے نہیں

ہو سکی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ذخیرہ احادیث میں یہ روایت بالکل شاذ اور  
 ثقات کے خلاف منفرد قسم کی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیر موزہ پہنے حالت  
 میں ہمیشہ پاؤں دھوتے تھے۔ صرف سنن ابوداؤد باب صفتہ وضو النبی میں روایتیں  
 ہیں جن میں غسل رجليه ثلاثاً۔ کہ آپ تین مرتبہ پاؤں دھوتے تھے۔ کی صراحت ہے۔  
 چھ حدیثیں حضرت عثمان بن عفانؓ کی ہیں۔ اور سات حدیثیں عبدخیر اور زہ بن حبیش کی  
 کی روایت سے حضرت علی المرتضیٰؓ کی ہیں۔ کہ آپؐ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو  
 پوچھا گیا تو وضو کر کے دکھلایا۔

وغسل رجليه ثلاثاً قال  
 ہکذا کان وضو رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۱)  
 تین مرتبہ پاؤں دھوئے۔ پھر فرمایا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اسی  
 طرح تھا۔

ان متواتر ثقات و روایات کے معارض کنز العمال کی شاذ روایت واجب ترک  
 اور ناقابل احتجاج ہے۔

غسل رجليں کے سلسلے میں ہمارا اصل مذہب قرآن پاک پر مبنی ہے۔ کیونکہ آیت  
 وسورہ میں وَرَجَّعْنَاهُمْ إِلَى الْغَيْبِ کا عطف مفعول یعنی ہاتھوں پر ہے۔ ہاتھ ہا اتفاق

دھونے جاتے ہیں۔ یہ لفظ رسول تک بتائی۔ اسی طرح پاؤں کی حد  
 "شحنوں تک" بتائی۔ یہ لفظ "شحن" سے ہے۔ اور چھ قاریوں نے  
 نصب ہی کی قرأت پڑھی ہے۔ یہ لفظ "شحن" سے ہے۔ دھونا ہے۔

شیعہ کا پاؤں پر مسح کرنا آیت کے بارگاہِ خلاف ہے۔ عقلی تقاضا بھی یہ ہے کہ پاؤں  
 "عموماً گرد و غبار اور نجاست سے" کھود رہنے والی چیز ہے۔ جب ہاتھوں اور منہ کو دھونا  
 ہے۔ منہ میں نجاست کا احتمال نہیں تو پاؤں گرد و نجاست لگنے کی وجہ سے بدھ ادلی  
 دھونے فرض ہیں۔ پھر لفظ الیٰ کا استعمال کر کے حد بتانا۔ دھونا ہی فرض بتانا ہے کیونکہ  
 مسح کے لیے تک کا لفظ قرآن میں نہیں ہے۔ اور دھونے کے لیے دونوں اعضاء میں  
 ہے۔

شیعہ کا استدلال۔ ایک جردالی قرأت سے ہے۔ مگر وہ اکثر قرأت کے  
 جرجوار کی بحث | مقابلے میں متروک ہونے کے علاوہ جرجوار پر محمول ہے۔ جرجوار یہ  
 ہوتی ہے کہ کوئی لفظ اعراب میں تو قریبی متصل لفظ کے تابع ہو مگر حکم میں یعنی وصف  
 بننے میں پہلے کسی لفظ کا ہو۔ جرجوار کی کئی مثالیں ہیں۔

حجۃ منب خرب (گود کی خراب بل (سوراخ)) ماء سن بارد (شکیزہ کا  
 ٹھنڈا پانی) عذاب یوم الیم (دردناک عذاب دن قیامت کا)  
 حدیث میں آیا ہے۔ من ملک ذالحم محرم۔ (یعنی جو شخص محرم قریبی کا مالک  
 بن جائے، ان سب مثالوں میں آخری لفظ مجرور ہے۔ متصل مضارع الیہ کی جرجوار  
 ہے۔ یہ سوراخ اصل وہ صفت مصدق کی ہے اور معنی اس کے مطابق کیا جاتا،  
 عبدالرسول بخوی حیدر کہتا ہے۔

گاہ اسے میشود مجرور از بہر جوار ہم از اینجا نزد عامہ جرجوار شدد

عبدالرسول مع نحو میر

متن متبیین میں عبدالرسول نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عطف میں جرجوار متعلق ہے  
 مگر یہ بالکل بے بنیاد دعویٰ ہے۔ علامہ آلوسی صاحب روح المعانی جو بڑے بخوی بھی ہیں



دھت میں بھی جبر توار کے جواز پر ناجائز کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

لہ بقیہ ! سیر غیر منفلت و موثق فی حبال القدر محض

یعنی صرف وہی فیہ یہ گویا جو کھسک نہیں سکتا۔ چمڑے کی سیدول میں ایک پھوپھو پڑا پڑا ہے۔ یہاں موثق منفلت کے قرب کی وجہ سے مجبور رہے حال نہ اصل مرفوع ہے کہ اس کا دھت غیر مرفوع ہے جو اسیر کی صفت ہے تو اسی طرح وار حکیم بروہ حکیم کی وجہ سے مجبور و مجبور ہے فی نفسہ ایدیکم پر موقوف اور منصوب ہے۔ معنی ہے کہ تم اپنے ہاتھ کمندیوں تک اور پاؤں گھنوں تک دھوؤ۔

وہ اربعہ عقب من النار ذکر و منور میں خشک ایڑیوں والے کے لیے دھت میں بیاکت ہے۔ بھی پاؤں کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن یہ سب دلائل تب میں جب پاؤں تنگے ہوں۔ موزہ ہوں۔ موزہ کی حالت میں آپ کی سنت مسح کرنے کی تھی۔ اور مسح موزہ کی روایات میں مذکور ہیں۔ تقریباً ۷۰ یا ۸۰ صحابہ کرام سے مروی ہیں مولانا شبیر احمد عثمانی فتح ملہ جہاد اسلام پر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ سنن و فی روایت اشی صیبت سے مسح علی الخفین کی روایت ثابت ہے اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ امام ابن نجیم صریحاً نے بحر الرائق ج ۱ ص ۱۶۵ پر اور ابن ہمام نے فتح القدیر ج ۱ ص ۱۶ پر لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جو شخص مسح علی الخفین کا شرک ہو جائے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ اور پھر امام صاحب نے اہل السنۃ والجماعت ہونے کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ سنی وہ ہے جو نہ نیکل الشیخین بحسب الخفین اور مسح علی الخفین کا قول ہو اور اذافہ حضرت استاذیم مولانا سر فراز خان صفدر (تغیب ہے کہ شیعہ افضل قرآنی کے خلاف تنگے پاؤں پر مسح کے قائل ہیں۔ حالانکہ وہ گروہ غبار سے آلودہ ہیں۔ جب دھو کر موزے پہنے ہوں تو احادیث متواترہ کی موجودگی میں بھی موزے پر مسح نہیں کرتے کھول کر مسح کرتے ہیں۔ اگر مسح ہی کرنا ہے تو ان پر بد جہاد الی جائز ہونا چاہیے۔ پھر اس خفین پر مسح نہ کرنے میں اتنا غلو ہے کہ کلمہ کفر وغیرہ کہنے میں مجبوری ہو یا نہ ہو۔ تقیہ کرتے ہیں مگر موزوں پر مسح تقیہ کے طور پر بھی نہیں کرتے۔ کافی میں فرمان صادق ہے "تقیہ ہر چیز مع حضرت ابوبکر و عمر کو تمام صحابہ کرام سے افضل مانے۔ حضرت عثمان غنی سے محبت رکھنے۔"

میں ہے۔ بجز نبی کی شراب پینے میں اور موزوں پر مسح کرنے میں۔ (باب ثقیف)

**سوال نمبر ۹۔** بیعت رضوان میں مسلمانوں نے جنگوں سے صحابہ کرام کی معفرت نہ بھاگنے کا عہد کیا۔ لیکن جنگ خلیفہ بعد از بیعت الشجرہ ہوئی جن لوگوں نے وہ عہد توڑا ان کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

**جواب۔** سب سے پہلے یہ بتائیں کہ آپ مسلمان ہیں یا کافر؟ اگر مسلمان ہیں تو یہ کافرانہ لہجہ کے ساتھ اعتراض۔ کہ مسلمانوں نے جنگوں سے نہ بھاگنے کا عہد کیا۔ آپ کو زیب نہیں دیتا۔ آخر وہ مسلمان آپ کے نبی کے اصحاب جماعتی اور امتی کچھ تو لگتے ہی ہوں گے آپ کا سوال تو ایسا ہی ہے گو یا کسی آریہ سماجیہ۔ ہندو۔ یہودی یا عیسائی نے مسلمانوں اور محمد رسول اللہ کی جماعت پر کیا ہو۔ بصورت مسلمان آپ کو تو خود ان باتوں کا جواب کفار کو دینا چاہیے نہ یہ کہ خود کافر بن کر مسلمانوں کی جماعت اولیٰ صحابہ رسول پر اعتراض کرنے لگ جائیں۔

جس خدا نے ان کے متعلق لکھا وَلَيَحْمَدُنَّكَ فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ فَذَكَرْنَاكَ وَأَمَّا قَوْلُكَ لَكَ اللَّهُمَّ لَفِدْلُ لَكَ كَمْ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ جِئْتَكُمْ كُنْزُكُمْ رَايَ اللَّهُ نَاصِيحَتِي بِهَيْبَةٍ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ الْغُيُوبِ

نے تمہاری بہت سے میدانوں میں مدد کی اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنی کثرت پر ناز آگیا کہ متعلق اپنی نصرت کا فیصلہ ان کے حق میں کیا۔ اس فیصلہ نصرت سے نصرت و ندامت شیطان کو سوئی۔ کوئی مسلمان منجانب اللہ متصور و فتیاب مسلمانوں کو یہ طعنہ نہیں دے سکتا کہ تم تو فلاں جنگ میں یا محاذ پر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ کیونکہ فیصلہ مجموعی طرز عمل پر ہوتا ہے وہ یقیناً بہتر تھا تبھی تو اللہ نے ان کو فتح سے نوازا اور بے انتہا مال غنیمت دیا۔ جو بہت سے غیر مجاہدوں اور مکہ کے نو مسلموں میں ۱۰۰-۱۰۰ اونٹ فی کس تک تقسیم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان دلوں کو المؤمنین کہا۔ خلیفہ میں فی الجملہ غیر اختیاری شہی کے باوجود ان کو ایمان و سکینت بھی دیا۔

پھر اللہ نے اپنی تسکین اپنے رسول اور  
مؤمنین پر نازل کی اور ایسے لشکر اتارے

لَقَدْ أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْكُمْ أَصْحَابٌ يَرْغَبُونَ الْآخِرَةَ فَإِنَّهُمْ أُولَئِكَ السَّامِعُونَ الْغَايِبَ وَإِنَّ اللَّهَ لَأَنَّزِلُ الْغَيْبِ عَلَى رَسُولِهِ إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ الْغُيُوبِ



وَعَذَابُ الَّذِينَ كَفَرُوا ذَٰلِكَ جَزَاءُ  
الْكَافِرِينَ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ يَدِهِ  
ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ  
(پہلے توبہ ۴۶)

نہج کو تم نے رکھی، نہ دیکھا تھا۔ اور کافروں  
کو عذاب دیا۔ اور کافروں کی سزا رہی،  
میں ہی ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے  
توبہ قبول فرمائے۔ اللہ بڑا بخشنے والا اور

رحم کرنے والا ہے (ترجمہ مقبول)،  
جب اللہ نے فرار کی غلطی کے باوجود ان کو حسب سابق مومن۔ نجاب سکیڑنے حسب  
توبہ و مغفرت بتایا۔ اب جو لوگ قرآن کے اس فیصلہ کو نہ مانیں۔ اس طرح ان کو پناہ دشمن  
اور براہ جانیں جیسے کافر جانتے تھے اور لَبِغِظٍ بِهِمْ لُكْفَارُ کی شہادت قرآنی سے ان  
کے نام و تذکرہ سے جتنے رہیں اور فرار کا طعنہ دیتے رہیں۔ حالانکہ کفار اس کہنے پر کفار  
رکاب نہ کرتے تھے۔ میں پوچھتا ہوں۔ درہر قاری سے انصاف چاہتا ہوں کہ ایسے لوگ  
قرآن کریم کے منکر۔ کھلے کافر جہنمی اور حزب اللہ سے دشمنی کی وجہ سے اندہ درگاہ الہی  
ہوئے یا نہ۔ عجیب جوئی اور طعنہ کی مذمت کے باب میں سنی شیعہ کی متفق حدیث ہے کہ جو  
شخص کسی مسلمان کو اس کے سابق گناہ کا طعن دیتا ہے وہ اس وقت تک نہیں مرنے والا  
جب تک اسی گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ پناہ شیعہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ طعنہ ان پر پڑا۔  
اور انہوں نے حضرت علیؑ سے مدد لی۔ حضرت تک تمام ائمہ سے غدار کی۔ دشمن کے مقابلے  
میں ساتھ چھوڑا۔ ارفضی کہلائے بلکہ بعض ائمہ کو خود قتل کیا۔ قاتلانہ حملے کیے۔ باقاعدہ جنگ  
کی بہر بات میں نافرمانی کی۔ ائمہ نے ان سے نجات کی دعائیں مانگیں اور آج تک ان کے  
امام العصر خود انہی کے خوف سے چھپے ہوئے ہیں یا ۱۲۳۱ فلول و فساد شیعوں کے پیدا  
ہونے کے انتظار میں غار میں۔ ولق افروز ہیں۔ مگر ان کے بقول پانچ کروڑ شیعوں میں  
سے ۱۲۳۱ بھی منحصر مومن جاں نثار تاہنوز پیدا نہیں ہوئے۔ سبھی اہل بیت کے عزت فروشی  
زیر پرست اور متعصب باز ہیں۔ جیسے امام صادقؑ کی حدیث ہے کہ لوگوں کے میں طبقے ہیں  
ایک ہمارے اور ہم ان کے (یعنی اہل سنت نبویؐ) اور دوسرا طبقہ ہمارے نام کے کر سنی عزت  
ور خوشحالی چاہے گا۔ اور تیسرا طبقہ ہمارے نام کے کر ایک دوسرے کا مال کھائے گا۔ (یعنی

ایک طبقہ دوسرے کا دل ہماری محبت اور تعریف خواہ کر کے کھائے گا۔ درود کا فی ۲۲۰:

سوال ۹۱۔ صاحب تاریخ حبیب السیر جنگ حنین کے بارے  
چند جھوٹے مصادر میں لکھتے ہیں ”پر سید کہ ابو بکر و عمرؓ کی بودند گفت آن نیز در گوشه  
رفته بودند۔“ اس روایت پر تبصرہ کیجیے۔ واضح ہو کہ یہ آپ کے ہاں تفسیر قادری تفسیر حبیبی  
روضة الصفا تاریخ الحمیس، روضۃ الاحباب، معارج النبوة وغیرہ سے ثابت ہے  
کہ حضرات ثلثہ جنگ حنین میں فرار ہو گئے تھے پس انہوں نے بیعت رضوان کا عہد کیوں  
نظرا۔ سب پڑھ کر جواب دیجیے۔

جواب۔ یہ سب کتابیں جھوٹا عجب جانے کے لیے محترفین نے لکھ دی ہیں۔ ورنہ  
یہ کتابیں نہ معتبر ہیں نہ اہل سنت کے معتبر مؤلفین کی تصنیف ہیں۔ تاریخ حبیب السیر  
مقبول کتاب ہے۔ اس میں بہت سی وہی کتابیں روایتیں ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے  
کہ کسی شیعہ نے اپنے مطلب کی باتیں لکھ کر اہل سنت کی طرف کتاب منسوب کر دی  
یہ جوان کا پرانا کبیرہ دیکھئے۔ تفسیر قادری اور حبیبی بھی بالکل غیر معتبر تفسیریں ہیں کسی  
تفصیل قسم کے صوفی سنی کی تالیفات ہیں جن کو تاریخ کی حقیقت اور روایات کی حرج و  
تذیل کا علم نہیں ہے۔ روضۃ الصفا کٹر افضی کی ہے۔ اس سے تو نور اللہ شومتری نے  
جاسس المؤمنین میں بار بار استدلال کیا ہے۔ تاریخ الحمیس بھی ایک شیعہ کی کتاب ہے۔  
جس نے تاریخ اعظم کوئی لکھی ہے جس کے مندرجات سے تشیع واضح ہے۔ روضۃ الاحباب  
ایسی کتاب میں سادہ لوح مولف نے شیعہ کی من گھڑت روایتوں اور کتابوں سے  
دھوکہ دیا کہ ان کا مواد جمع کر دیا ہے جس کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز  
محدث دہری ایسی ہی کتب کے متعلق کبیرہ ۱۵ میں لکھتے ہیں۔

ان شیعہ سے اپنی تاریخ کی ایک جماعت اہل سنت کو دھوکہ دیتی ہے۔ اور وہ  
تاریخ میں ایک کتاب جمع کر کے اکثر اخبار اور مہوم قصبے۔ اس طور پر درج کرتے ہیں کہ  
جامع کے سنی نہ ہونے کا پتہ نہ چل سکے۔ پھر سیر خلفاء۔ احوال صحابہ اور ان کی ٹائپوں کے  
متعلق کچھ قلیں اپنے مذہب سے بھی لکھ دیتے ہیں۔ جب بعض مؤرخین اہل سنت اس



کتاب کو اہل سنت و جماعت کی تالیف سمجھ کر نقل کرتے ہیں تو غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔ آخر رفتہ رفتہ بے تحقیق ناظرین کے لیے یہ گمراہی کا سبب بن جاتا ہے اور شیعوں کا یہ کید بھی خوب چم گیا ہے کہ تاریخ کے مصنفین کا ایک عالم غلطی کے بھینو۔ میں یہ کہہ گیا ہے کہ ناظرین کو گمراہی کی رسی میں باندھا ہے حتیٰ کہ سید جمال الدین محدث صاحب روشنتہ الاحباب نے بھی بعض جگہوں میں اس قسم کی روایات تاریخی نقل کی ہیں خصوصاً قصہ ابو بکر صدیقؓ اور توقف حضرت امیرؓ میں اور قصہ عثمان رضی اللہ عنہ میں۔ اور اس قسم کی نقول کی عدم مت یہ ہے کہ وہ لکھتا ہے۔ ”در بعض روایات چنین آمده۔ لیکن محققین اہل سنت نے ایسے محبوں مصنفوں کی تاریخ سے کہ ان کی باتیں محبوں ہی میں اور بعض بے سند واپی روایتوں سے احتراز واجب جانا ہے۔ (تحفہ اشاعت شرعیہ اردو ص ۱۰۶)

یہ اقتباس ان تمام مذکورہ بالا کتب کی حقیقت بیان کرنے میں کافی ہے حاجۃ السنۃ بھی اسی قسم کی کتاب ہے کہ مصنف سنی تھا۔ مگر کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔

اکبر شاہ نجیب آبادی تاریخ اسلام ج ۱۸ پر رقم طراز ہیں۔

**غزوہ حنین کا مختصر قصہ** | پہلی مثال ۱۸ھ کو لشکر اسلام تمامہ کی وادیوں سے گزرتے وادی حنین میں پہنچا۔ دشمنوں نے لشکر اسلام کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر وادی حنین کے دونوں جانب کمین گاہوں میں چھپ کر لشکر کا انتظار کیا۔ مسلمان وادی کی شاخ در شاخ اور سجدہ گزر گاہوں میں ہو کر نشیب کی طرف اترنے لگے تھے اور صبح کاذب کی تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ اچانک دشمن کی فوجوں نے کمین گاہوں سے نکل نکل کر تیر اندازی اور شدید حملے شروع کر دیئے اس اچانک اڑنے والی مصیبت اور بالکل غیر متوقع حملے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ہر اسیمہ ہو گئے اور اہل مکہ کے دو ہزار دوسلم آدمی سب سے پہلے حواس باختہ ہو کر بھاگے۔ ان کو دیکھ کر مسلمان بھی جد ہر جس کو موقع ملا منتشر ہونے لگے۔ ک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے دامن جانب تھے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ حضرت عباسؓ حضرت فضل بن حیانؓ حضرت سفیان بن الحارث اور ایک مختصر سی جماعت صحابہ کرامؓ کی رہ گئی۔ آپ کے ارد گرد دشمن پورے

طاقت سے حملہ آور تھے اور بیٹھی بھڑادی ان سے لڑ رہے تھے۔ (پھر آپ نے حضرت عباسؓ کو مسلمانوں کے بلائے کا حکم دیا) چنانچہ حضرت عباسؓ نے ہر قبیلہ کا نام لے لے کر پکارا، اس آواز کو سن کر مسلمان اس طرح دوڑے جیسے گائے کے پھرے اپنی ماں کی آواز سن کر اس طرف دوڑتے ہیں۔ مگر آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صرف سو آدمی پہنچ سکے۔ باقی دشمنوں کے درمیان حائل ہو جانے سے آپ تک نہ پہنچ سکے۔ اور وہیں سے لڑنے لگے آپ نے اللہ اکبر کہہ کر دلدل کو دشمن کی طرف بڑھایا اور ان سو آدمیوں کے مختصر دستے نے ایسا سخت حملہ کیا کہ اپنے سامنے سے دشمنوں کو بھگا دیا۔ اور ان کے آدمیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا آپ کا نعرہ تکبیر سن کر اور دشمنوں پر حملہ آوری دیکھ کر مسلمانوں نے بھی ہر طرف سے سمت کر دشمنوں پر نعرہ تکبیر کے ساتھ حملہ کیا۔ اور ذرا سی دیر میں لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ دشمنوں کو مکمل ہزیمت ہوئی، کوفی غنمی اللہ علیہ السلام قارئین کرام! آپ اندازہ لگا چکے ہوں گے کہ شیخین اور دیگر صحابہ کرامؓ اس چانک غیر متوقع اندھیرے میں دشمن کے حملے سے نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ پامردی سے مردانہ و مقابلہ کیا کہ جنگ کا نقشہ تک بدل گیا مگر دشمن اسلام رافضی ان مسلمانوں کے صرف فرار کا ذکر کرتا ہے۔ مدحیہ ہیرو کو سامنے نہیں لاتا۔ صحابہ کرامؓ نے عمارؓ نبویؓ میں تین درجن کے لگ بھگ چھوٹی بڑی جنگیں لڑی ہیں۔ کسی میں بھی فرار و شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑا۔ بجز جنگ حنین و احد کے کہ وقتی طور پر یہاں بھگڑ چکی اور پریشانی ہوئی۔ اس کی وجہ انکی بزدلی۔ ایمانی کمزوری یا بے وفائی سرگز نہ تھی۔ بلکہ نص قرآنی کے مطابق کثرت پر اعتماد کرنا تھا۔ تو اللہ نے عمارؓ پاؤں اکھڑا کر درس عبرت دیا۔ اُحد میں درہ والوں کی نافرمانی تھی جس کا نتیجہ بھگڑ کی صورت میں سب لشکر کو دیکھنا پڑا۔ اور یہ بھی خدا کی طرف سے باقاعدہ ایک سبق آموز حادثہ بنا دیا گیا۔ اب اس پر اعتراض کرنا درحقیقت تقدیر کا منہ چڑانا ہے جب اللہ کسی کو ڈگمگانا چاہے سزا دینا چاہے تو بڑے بڑے ہیروان ان سے سامنے عاجز و بے ہمت بن جاتے ہیں۔ اگر اس نکتہ پر غور کر کے سوچا جائے اور صحابہ کرامؓ حزب اللہ سے کچھ بھی عقیدت ہو تو کسی قسم کا اعتراض یا ان پر طعن کا موقع نہیں رہتا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان



کو صحابہ کرام کے ساتھ جنس و عناد اور ان کی بدگوئی کے کفر و گناہ سے محفوظ رکھے۔ امین  
 ہر ملک اور قوم کی فوج ان کی آنکھوں کا ستر تاج اور دل کی  
صحابہ دشمنی پر عقلی گرفت دھڑکن ہوتی ہے۔ حوالان کے ملک اور عزت سے دشمن کو

دفع کرتی ہے۔ کسی ملک اور قوم کی فوج کی بدگوئی کرنا ایک قومی جرم سمجھا جاتا ہے۔  
 کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے فضا تیار کرنا یا ان میں سے ۱۵ افسروں اور جوانوں کو مستثنیٰ  
 کر کے تمام فوج کو غدار ہے ونا اور برا کہنا دراصل اس ملک و قوم سے پوری دشمنی ہے  
 اس کی سرکورت مارشل کے تحت قتل اور جلا وطنی تک ہو سکتی ہے۔ پاکستان کی فوج دنیا  
 میں مثالی بہادر اور وفادار سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ کسی مہادیو کی یونٹ کی کمزوری یا پسپائی  
 سے انکار ممکن نہیں مگر یاں ہمہ جو کوئی ان کی بدگوئی کرے۔ بدظنی اور کمزوری کی تشہیر کرے۔ وہ  
 قومی غدار ہے۔ بھارت کا ایجنٹ ہو گا۔ اس سے پاکستان دشمن کا سلوک کیا جائے گا۔ اسی  
 طرح جب لشکر پیغمبر کو اللہ نے حزب اللہ کہا۔ ان سے غیبی کے وعدے کیے۔ ایمان و وفاء  
 ان کے لوح دل پر نقش کر دی۔ ان کو سچا۔ راشد۔ ہدایت یافتہ۔ کامل الایمان اور فرمانبردار  
 مسلمان بتایا۔ اور یہ سب قرآنی الفاظ کا ترجمہ ہے۔ اب کوئی فرد یا جماعت اس  
 حربہ لحد کی غلطیاں چن چن کر تشہیر کرے اور بدگوئی کو اپنا مذہب بنالے حتیٰ کہ یہ حربہ  
 کرنے تک فخر کرے کیا ایسا گروہ اللہ کا دشمن نہیں؟ اسلام کا قومی غدار نہیں؟ حضرت  
 محمد رسول اللہ کا بدخواہ نہیں؟ کفار کا ایجنٹ اور دائرہ اسلام سے جلا وطنی کے لائق نہیں؟  
 یقیناً وہ دنیا کے کفر کا پیرو ہے۔ اسلام سے اس کا ذرہ تعلق نہیں۔ اگر کوئی شیعہ علی  
 اور اصحاب مرتضوی سے نفرت و دشمنی رکھے یا ان میں مومن و منافق کی تفریق پیدا کرے  
 ذوچہار کے سوا سب کو منافق بتا دے تو وہ شیعہ کے نزدیک دشمن علیؑ اور خارج از تشیع  
 اسلام ہو گا۔ اور اگر شیعہ یا کوئی گروہ اصحاب محمدؐ کے ساتھ یہی سلوک کرے اور ۵۰۰ فر  
 نکال کر سب کو منافق و بے ایمان کہتا پھیرے۔ ایسا شخص دشمن نبیؐ خارج اسلام اور  
 لعنتی و جہنمی نہ ہو گا؟ آخر وجہ تفریق کیا ہے؟ صحبت و وفا کی نسبت علیؑ و حسینؑ کی طرف  
 ہو تو تمام منافق کا تاج ان کو پہنا دیا جائے۔ جب صحبت و وفا کی نسبت محمد رسول اللہ

کی طرف موبائے اصحاب رسول اللہ کا نام لیا جائے تو مندر کے غلیظ جو شر کے مہینڈک ان پر ٹرانے لگ جاتے ہیں۔ بخدا آج محمد رسول اللہ کے تلامذہ و اصحاب کے دشمن اور ان سے پھیلے ہوئے تعلیم نبوی سے دشمن۔ کٹیک بوجھل کی پارٹی اور شیوہ ہیں۔ ان کو اہل بیت و علی امر نشنی ہے کہ واسطہ کیونکہ عہد پیغمبر میں دو ہی جماعتیں تھیں۔ بنی کے اصحاب اور ابو جہل کے شیوہ۔ جب کوئی گروہ نبی کے صحابہ کا عدائیہ دشمن ہوا ان سے دنیا میں پھیلی ہوئی تعلیمات نبوی کا صاف منکر ہوا۔ تو وہ ابو جہل کی پارٹی میں سے ہو گیا۔ گو زبان سے اس کا اقرار نہ کرے۔ اس پر یقیناً اللہ کی فرشتوں کی۔ انبیاء و مومنین کی کائنات کے ذرے ذرے کی لعنت ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی کیونکہ ارشاد نبوی ہے:

ان اللہ ختانی و ختالی صحابی

وجعل منهم ذرار و اصدار و افسار

فمن سبهم فعليه لعنة الله و الملائكة

و الناس اجمعین (بروایت ترمذی و تہذیب)

(الروایض النضرۃ ص ۱۰)

کی کٹھی لعنت ہو۔

حین میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی ثابت قدمی ایک تاریخی حقیقت

شہین کی ثابت قدمی

ہے۔ عداوت شہابی دیکھتے ہیں۔

”اس عمر کے میں جو صی برہن ثابت قدم رہے ان کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا

گیا ہے اور ان میں حضرت عمرؓ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ علامہ طبری نے صاف تصریح کی

ہے محمد بن اسحاقؒ جو امام بخاری کے شیوخ حدیث میں داخل ہیں اور مغازی و میر کے امام

مانے جاتے ہیں کتاب المغازی میں لکھا ہے۔

و با پیغمبر حید تن از ہما جرین و انصا

و اہل بیت باز ماندہ بودند مثل ابو بکر و علی

و عمر و عباس رضی اللہ عنہم

پیغمبر کے ساتھ ہما جرین و انصا اور

اہل بیت کے کچھ لوگ رہ گئے۔ جیسے حضرت

ابو بکرؓ علیؓ عمرؓ عباسؓ رضی اللہ عنہم۔



صحیح بخاری کتاب مغازی و ابوداؤد کتاب الجہاد ج ۲ میں حضرت بوقتادہؓ کے یک دفعہ میں شیخین کی ثابت قدمی کا ذکر ملتا ہے۔ اس کا ترجمہ ہم بدینہ ناظرین کرتے ہیں۔

”حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں ہم حنین میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نکلے جب دشمن سے ٹھہر ہوئی تو مسلمانوں کو جکیر پڑا رہے پھٹ گئے، میں نے ایک مشرک کو دیکھا جو ایک مسلمان پر چڑھا بیٹھا تھا۔ میں نے پیچھے سے اس کی گردن میں تلوار مار دی ورنہ وہ کاٹ دی وہ اٹھ کر مجھ سے چمٹ گیا۔ مجھے اس سے موت کی بو آئی۔ چنانچہ وہ مر گیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ تو میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے ملا اور کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا رہے پیچھے پھٹ گئے، تو حضرت عمرؓ نے کہا: یہ اللہ کا تقدیر فیصلہ تھا۔ پھر مسلمان رجم دی ہی، پلٹ آئے حضور علیہ السلام بیٹھے تو فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس پر اس کے گواہ ہوں تو مقتول کا سارا سامان اسے ملے گا۔ میں نے کہا میرے لیے گواہی کون دے گا۔ تین مرتبہ یوں ہی حضورؐ نے فرمایا اور میں بھٹتا رہا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا بوقتادہؓ کیا کہتے ہو؟ میں نے اپنی خبر سنائی تو ایک آدمی بولا اس نے سچ کہا اس کے مقتول کا سارا سامان میرے پاس ہے۔ آپ اس کو میرے حق میں راضی کر دیں۔ یعنی اس کی مرضی سے وہ میرے پاس ہی رہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا: خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا۔ اللہ کے شہیدوں میں سے ایک شہید و رسولؐ کی طرف سے جنگ کرے اور اپنا سامان (مقتول) مجھے دے دے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ نے سچ کہا ہے تو اسے دے دے۔ چنانچہ اس شخص نے سامان مجھے دے دیا۔ میں نے اس سے بنی سلمہ میں ایک باغ خریدا۔ یہ ہذا مال تھا جو اسلام میں میں نے کمایا۔“ (بخاری ج ۲ ص ۶۱ ابوداؤد ج ۲ ص ۲)

اس سے ضمنی طور پر پتہ چلتا ہے کہ حنین غزوہ حنین میں بھاگے نہیں تھے حضورؐ کے ساتھ ہی رہے۔ ان کی گواہی اور تصدیق سے حضرت ابوقتادہؓ کو مال غنیمت ملا۔

یہ بات کہ ”خبن والوں نے بیعت  
بیعت رضوان کے ناقض کون؟ | رضوان کی عہد شکنی کی انتہام محض ہے۔

کیونکہ عہد شکنی تب ہوتی کہ وہ شامل جنگ نہ ہوتے یا بالکل بھاگ جاتے۔ واپس نہ آتے  
 جب ان کو جنگ کے لیے تیار نہ ہوتے اور اپنا ملک غیر متوقع مذہبر سے میں بے قاعدہ  
 حملہ ہو جانے کی وجہ سے عارضی طور پر سپہ بونا پڑا پھر فوج سنبھل کر واپس آگئے۔ جم کر  
 لڑے اور جنگ کا نقشہ تک بدل گیا۔ دشمن کے ہزاروں افراد قید کر لیے تو یہ عہد شکنی  
 نہ ہوئی بلکہ بیعت کی وقار و تکیں ہوئی۔ ہاں بیعت رضوان کا ناقض ان لوگوں کو کہا جا  
 گا اور خدا کا منشاء بھی یہی ہے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا اور پھر بدلا نہ لیا کیونکہ  
 بیعت رضوان حضرت عثمانؓ کے بدلے میں جنگ لڑنے کے لیے ہوئی تھی۔ چونکہ آپؓ  
 زندہ سلامت واپس آگئے تھے تو اس کی ضرورت نہ پڑی تھی۔ تو جن لوگوں نے حضرت  
 عثمانؓ کو شہید کیا تھا اور شہید آج ان کو اپنے اسلاف اور ہم مذہب مانتے ہیں تو شیعہ  
 سمیت یہ لوگ بیعت رضوان کے منکر۔ غدار اور مستحق لعنت و وبال سمجھے گئے۔ یا وہ لوگ  
 غدار اور ناقض بیعت ہیں کہ جب یہک نے قصاص عثمانؓ کی عام تحریک عدم رضوی میں  
 چلائی تھی۔ تو فاتحین عثمانؓ اور ان کے حمایتی بیعت قصاص کی تکمیل کرنے والے مسلمانوں  
 سے حمل و صفیں میں لڑائی کے لیے نکل آئے اور ام المؤمنین حرمہ رسول عائشہ صدیقہؓ  
 تک کو معاف نہ کیا اور طلحہ و زبیر جیسے اسلام کے مجاہدوں کو شہید کیا جنہوں نے حضورؐ  
 کے بھراؤ موکروں میں کفار کے کشتوں کے پشتے لگائے تھے اور مزاج و سیاست کے  
 اعتبار سے حضرت علیؓ کے خاص ساتھی اور مخلص تھے۔ یا وہ منافق پیشہ شیطان علیؓ  
 تھے جنہوں نے آپؐ پر دباؤ ڈال کر صفین میں معاویہؓ سے جا لڑایا اور طلحہ و زبیر و عائشہؓ  
 کے ساتھ آپؐ کی صف کو سبوتا کر کے صف کو غدار ہی کر کے جنگ چل بسا۔ ۱۰ ہزار مسلمان شہید  
 کر گئے۔ یا اس کا مصداق آج کے شیعہ ہیں جو مسلمانوں اور ان کے ائمہ کو قتل کرنے  
 والوں کے ساتھ الفت و عقیدت رکھتے ہیں۔

آخر میں شیعہ بھائیوں کو ان حدیث کی طرف متوجہ کر کے ان سے اپنے رویہ کی



اصلاح کی درخواست کرتا ہوں۔

۱۔ امام باقرؑ نے فرمایا: کسی آدمی کے لیے یہ عجیب بہت بڑا ہے کہ لوگوں میں سے وہ عجیب تلاش کرے جس سے اپنے نفس میں اذہا بنا ہوا ہے یا لوگوں کو اس بات سے شرم دلائے جس کو وہ خود چھوڑ نہیں سکتا۔

۲۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی بدگوئی مت کرو۔ ان کے عجیب مت ڈھونڈو کیونکہ جو کسی کے عجیب سے مت ڈھونڈتا ہے اللہ اس کے عجیب ڈھونڈتا ہے۔ جس کے عجیب خدا تلاش کرے مٹا دے یا اسے گواہ کر دے گا۔ اگرچہ وہ گھر میں بیٹھا ہو۔ (باب ذالمسائین کافی ۲۷)

۳۔ امامؑ نے فرمایا مسلمانوں پر طعن و تشنیع کرنے سے ضرور پرہیز پور کافی ۲۷

سوال ۹۲۔ اگر حضرات ثلاثہ بہادر تھے تو جنگ خنین

خلفاء راشدین کے مجاہدات میں نہ بھاگنے والوں میں اپنی تفسیر قادری میں ان کے نام دکھائیے اور اپنی کتابوں سے مع مکمل حوالہ جات ثابت کیجیے کہ انہوں نے جنگ خندق، جنگ خیبر اور جنگ خنین میں کتنے کافر دلوں کو قتل کیا، کتنوں کو زخمی کیا، ر خود ان کے جسموں پر کتنے زخم آئے اور ان کے مقتولین میں سے صرف ایک تھے۔ (مع حوالہ پیش کر دیجیے۔)

سوال ۹۳۔ اگر حضرت عمرؓ بہادر تھے تو جنگ خنین اور جنگ اہذ میں

جتنے آدمی ان کے ہاتھ سے مارے گئے ہوں ان کے نام لکھیے۔ تاریخی حوالوں سے ایک تقابل فیصد مرتب کیجیے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ دونوں کے کارنامے ان دونوں جنگوں میں معلوم ہو سکیں۔

جواب۔ استدلال کا یہ نہایت پی سقلی مفہانہ اور بھونڈا پن ہے۔ مگر اس کا

منقصر ہوا جواب اور ہر وصف میں مقابل کے ساتھ سیدنا علیؓ کی جلالت شان کا تحفظ ہونے ہوئے۔ ہم نے تحفہ الاخیار میں اور پھر تحفہ امامیہ میں پورے دستخط ہیں پیش کیا ہے۔ آپ ان میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں یہاں چند اصولی باتوں کو یاد آتا

کھا جاتا ہے۔

۱۔ کسی بورڈ کے امتحان میں جب چار شخص بالترتیب آوں آجائیں تو ہر ایک کی زیادتی دوسرے سے مجموعی نمبروں میں سمجھی جاتی ہے۔ انفرادی طور پر ایک ایک سوال یا مضمون کے موازنہ میں نمبروں کی کمی بیشی کا اعتبار نہیں ہوتا۔ نہ اس لحاظ سے نتیجہ بدلا جاتا ہے۔ تاوقتیکہ مجموعی نمبرزائد نہ ہوں۔ بالخصوص پہلوانی اور قتل کفار کے مضمون میں حضرت علیؑ کے نمبر زیادہ ہوں۔ مگر اشاعت قرآن اشاعت اسلام مسلمانوں میں امن عامہ کی ترقی اور ملکی زندگی میں خصوصاً حضورؐ کی خدمت اور جانفشانی سے حضرات خلفائہ ثلاثہؓ کی زائد ہوں۔ اور قرآن و سنت کے عداوہ نسب اہل اسلام ان کی زیادتی اور افضلیت کی گواہی بھی دے دیں تو کیا پھر بھی قتل کفار کی رٹ لگائی جائے گی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کفار کو قتل نہیں کیا وہ علیؑ سے افضل ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور ابو دجانہؓ وغیرہم نے بعض معرکوں میں حضرت علیؑ سے زیادہ قتل کیے حالانکہ وہ علیؑ سے افضل نہیں ہیں۔

۲۔ جنگ دہماد میں شجاعت ثابت قدمی اور حوصلہ رکھنے کا نام ہے۔ بالفعل قتل کفار کا موقع ملنا اتفاقی ہے۔ جب سب جنگوں میں حضرات خلفائہ ثلاثہؓ شریک رہے ثابت قدم رہے۔ بھاگے نہیں۔ گو شیعہ ان سے دشمنی کی بنا پر نہ مانیں۔ ان کے مقتولوں کا ذکر تاریخ بھی نہ کرے۔ ان کی فضیلت ثابت ہے۔ مقتولوں کا ذکر نہ منہا قتل نہ کرنے کی دلیل تو نہیں ہے۔ پھر حضرت مقدادؓ، ابوذر غفاریؓ، سلمان فارسیؓ کے مقتول بھی نہیں ملنے تو کیا ان کے ایمان و فضل کا بھی شیعہ انکار کر دیں گے؟ پھر ہمدان تو سرزمین مانے میں ہو رہا ہے۔ حضرات حبیبؓ نے صفین میں کتنے کتنے مارے شتر نخعی کے مقتولوں سے کیا فیصد تقابل رہا؟ حضرت سجادؓ، باقرؓ و صادقؓ نے امام وقت ہونے کے باوجود کتنے کافروں کا صفایا کیا؟ جب ان کے نامہ اعمال میں قتل کفار کا ثواب نہ ہونے سے کچھ خلل نہیں تو بتول شیعہ شیعہ میں اس ثواب کی کمی سے کچھ خلل نہیں۔



خود ان کو ترانی میں شرکت سے روکتے تھے۔ جیسے حد میں حضرت ابو بکرؓ سے کہا: "تلواریں ہمیں کریں، واپس آئیں اپنی ذات سے ہمیں نفع پہنچیں کشف الغمہ جیسے حضرت علیؓ نے حبش میں حبشین کے تختہ کی کوشش کی تھی تو شاہ دوزخ و جہنم میں شرکت و ثابت قدمی کے باوجود وہ تھوڑے ہی دنوں میں دیکھاتے ہیں۔ اور اکثر بادشاہ شجاع دل و رشید شکر گزرے ہیں۔ جیسے سکندر اور اوسنگزب ظہیر لدین بابرؒ اپنے ہمراہوں سے لڑنے کا اتفاق اور پہلوانوں سے کشتی کی نوبت پہنچی۔

۴۔ دو لڑنے والوں کا مقابلہ میں ہمت دکھانا بھی تو شرط ہے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر بھاگ جائے دوسرا اسے کیسے قتل کرے گا۔ بدر میں حضرت عمرؓ کا ماموں عامر بن وائل ہمت کر کے سامنے آیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے قتل کر دیا اسیرت ابن ہشام واقعہ بدر) احد میں ابوسفیانؓ و خالد بن ولیدؓ جیسوں کو حضرت عمرؓ نے محض پہنچوں سے مار بھگا یا اسیرت بنی شیبہ خندق میں جس حصے پر حضرت عمرؓ کو حضورؐ نے متعین کیا۔ یہاں سے کفار نے آگے بڑھنا چاہا۔ مگر حضرت عمرؓ نے مار بھگا یا۔ رافعہؓ مدثرؓ اسی جنگ میں عرب کے مشہور ہیوان ضرار اسدی کا تعاقب کر کے۔ اس کے ہاتھ میں برقعے کے باوجود۔ حضرت عمرؓ نے اسے بھگا دیا۔ تربہ کے سر یہ میں رہے ہیں) حضرت عمرؓ رئیس سواروں کے ساتھ حضورؐ نے بھیجا۔ وہ آپؐ کا نام سن کر بھاگ گئے۔ حضرت عمرؓ کو جنگ کی نوبت نہ آئی رذل القوۃ فی سبی النبوةؐ از مولانا محمد ہاشم سندھی المتوفی ۱۳۰۵ھ

۵۔ یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ خود کفار کس سے زیادہ خائف رہتے ان کے قتل میں خوشی جانتے اور اسلام کا مضبوط قلعہ انہی کو جانتے۔ احد میں وقتی فتح کے بعد ابوسفیانؓ نے جو۔ شید غزوہ یا علی مدد۔ کی طرح اپنے معبود بت مہل کی جے۔ اُعلٰی مہل۔ کہ تیری شان ادبھی ہے تو نے ہمیں جنگ میں فتح دی۔ بیکاری۔ تو لہد میں افیکم محمدؐ، افیکم ابو بکرؓ افیکم عمرؓ الخطابؓ تینوں کا نام لے کر موت کی تصدیق چاہی۔ جب پہلی دفعہ جواب نہ ملا تو خوشی سے اچھل پڑا۔ پھر حضرت عمرؓ نے جواب دیا تھا کہ اے دشمن خدا تم تینوں

زندہ ہیں۔ انہ تجھے رسوا کرے گا۔ (بخاری ۱۶) معلوم ہوا کہ یہ زیر کھٹکتے تھے تو  
 قیڑوں اسلام کے بڑے ہیرو، دشمن کفار اور بہادر ہرے۔ چنانچہ آپؐ نے جن سرایا  
 میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو مکہ نذر بنا کر بھیجا ان میں قتل کر کے واپس آئے۔

شعبانؓ نے مدینہ منورہ میں بنو کلاب کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضور علیہ  
 الصلاۃ والسلام نے بھیجا۔ فقتلنا من المشوکیں و سبنا بعنہم ثم رجع الی المذنبہ  
 و بذل القوة مدی کہ آپؐ نے بہت سے مشرکوں کو قتل کیا کئی قیدی بنا لئے۔ پھر مدینہ  
 منورہ۔ نیز جادی الاحریٰ یا حجب راتھ میں زید بن حارثہؓ کے سر سے پہلے حضرت  
 ابوبکر صدیقؓ وادی القریٰ میں بنو نزارہ کی طرف گئے۔ فقتلوا کثیرا من المشرکین و  
 سبوا منہم سبا تو انہوں نے بہت سے مشرکوں کو قتل کیا۔ بعضوں کو قیدی بنایا۔ آپؐ  
 کے ساتھ صرف ۱۰۰ مومنین تھے۔ بذل القوة مدی معلوم ہوا کہ شیخین کے متعلق یہ پرچہ  
 بالکل غلط ہے کہ انہوں نے کسی کا ذر کو قتل نہیں کیا۔

۶۔ یہ حقیقت ہے کہ کئی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ نے دفاع پیغمبرؐ میں وہ  
 شاندار ریکارڈ قائم کیا کہ اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا تبھی تو خود کفار بھی ابوبکرؓ  
 کو صاحب پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کو صاحب ابوبکرؓ کہتے تھے۔ بارہا حضورؐ کے ہمراہ تبلیغ کرنا  
 کفار سے زور کو بھونکا۔ عقبہ بن معیط جیسے غزوان سے حضورؐ کو پیڑا کر خود لہو لہان  
 اور بے ہوش ہو جانا۔ کتب بیرت سے ناقابل انکار حقائق ہیں حضرتؐ کے دفاع کا  
 ایسا ایک واقعہ بھی کتب شیعہ و سیرت سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔

۷۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت عثمانؓ جیسے سنبھل پریش و مالدار کو کفار نے خوب زور  
 کو بھونکا۔ چچا حکم سے صف میں باندھ کر دھواں دیا اور خوب مارا۔ بالآخر آپؐ کو مجبور  
 نہ وہ رقیہ بنت پیغمبرؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرنی پڑی۔ حضرت عمرؓ کے قتل کا سبب  
 کہ نے منصوبہ بنایا اور مکان کا محاصرہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو نونہل بن خربابہ باندھ کر  
 مارتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا اور ابن غزنہ کے اصرار پر چند دن  
 واپس آئے مگر ان واپس کر کے جہراً قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ سب سے ہجرت میں حضورؐ



اور آپ ہی کو زندہ یا قتل کر کے لانے میں کفار نے ۱۰۰۰۱۰۰ اونٹ انعام دینے کا اعلان کیا۔ حضور کے پر و گرام ہجرت کی خبریں آپ کے گھر سے کفار نے پوچھیں۔ جب حضرت اسماء بنت صدیق نے راز نہ بتایا تو ابوہیل لعین نے اتنے زور سے تھپڑ مارا کہ ان کی بالیاں بھی جھڑ گئیں۔ یہ سب حقائق اپنی جگہ ثابت ہیں۔ مگر حضرت علیؑ کو ہجرت کی ضرورت۔ حکم پیغمبر کے بغیر۔ نہ پڑی ان کے قتل کا منصوبہ یا مکان کا گھیراؤ کسی نے نہ کیا۔ ان کو کسی نے کبھی نہ مارا۔ شب ہجرت میں بھی وہ بڑے چین سے لیٹے پیغمبر پر سوئے اور کف رستے ان سے امانتیں لے کر زاد جانے دیا۔ آخر اس میں کیا راز ہے؟ خدا کوئی شیعہ اس سے پردہ اٹھ سکتا ہے؟ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ حضرت بوقریش کے ہم مذہب تھے تو اس رشتہ کا لحاظ کر کے آپ کو کفار نے کبھی کچھ نہ کہا؟ یہاں اگر خلفائے ثلاثہؓ حضرت علیؑ سے کفار کی ان پر شدت اور کفر سے ان کی شدید دشمنی میں بڑھ گئے تو ساقیوں اور لون ہوئے۔ خدائی فیصلہ کے مطابق وہ اتنے افضل ہو گئے کہ حضرت علیؑ مدنی زندگی میں عظیم سپاہیانہ خدمات کے باوجود ان کے ہمسر نہ ہو سکے۔ جیسے حضرت خالدؓ و عباسؓ علیؑ کے ہمسر نہ ہو سکے۔

۸۔ بالفرض خلفائے ثلاثہؓ کو کبھی جان کا خوف تقاضہ بشریت سے ہوا ہو تو مضرت سے خوف ایمان کے منافی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو اژدہا سے اور دونوں بھائیوں کو بعد از اعطای نبوت فرعون کے دربار میں جانے سے طبعی خوف ہوا تو اللہ نے تسلی دی۔ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا اَسْمَعُ اَرَى بِخَوْفِكُمَا تَهَيَّأُ لَكُمْ سَاحِلَ يَمِينٍ۔ حضرت لوطؑ علیہ السلام کو جہانوں کی عزت کے سدلے میں کفار سے خوف ہوا۔ حضور انسان ان فرشتوں کے آنے سے چور ڈا کو ہونے کے اندیشہ سے۔ حضرت ابراہیمؑ اور ہون عیساؑ سلام کو خوف ہوا۔ اور یہ سب باتیں قرآن پاک میں ہیں۔ مگر حضرت علیؑ کا خوف نہ کوانا اور دشمنوں کے اندر گھس جانا شیعہ اصول کی بنیاد پر افضلیت نہیں کیونکہ آپؑ کو اپنی موت کا یقینی پتہ تھا کہ ۴۰ میں آئے گی۔ پھر وہ آئمہ موت و حیات پر فقیہ بھی رہتے ہیں۔ رکابی،

نے پریتین کرنے والا اگر قتل بھی کر دے تو اتنی بھاری جہنمی کہ موت کا اندیشہ کھنے والے کی مہولی مقابلہ کے وقت ہوتی ہے۔

۹۔ حضرت عمرؓ کی بھاری اپنے مناصروں میں علم تھی۔ شروع اسلام میں تنہا کسی آدمیوں سے صبح سے دوپہر تک حرم کعبہ میں لڑتے تھے۔ پہلی دفعہ خاز کعبہ میں مسلمانوں کو نماز اپنی توار کے۔ عتب و جلال۔ پڑھائی۔ جب ہجرت کی تو اس اعدا سے کی کہ جس نے بچے یا نہ کرانے ہول فلاں وادی میں مجھے مل لے۔ پھر کسی کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی اسی لیے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں دعا پڑائی تھی، "اے اللہ عمرؓ کو مسلمان کر کے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ اے امام باقرؓ برایت عبادت و جنگ بدر میں اپنے ماں کو قتل کر دیا۔ مدینہ کے پھر مہول میں اس منافق کو قتل کر دیا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان نہ مانا تھا حالانکہ ایسے قتل کے نتائج اور خطرات برداشت کرنا ہر مسلمان کے لیے واجب ہے۔ کئی مواقع پر نے بھی حضورؐ کے سامنے گستاخی کی آپؐ نے سزا ادا کیا یا اگر موت کا سزا دے دیتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر ابوسہیلؓ کو قتل کرنا چاہا مگر حضرت عباسؓ نے حضورؐ سے سفارش کر کر بچا کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی پیمائش شجاعت، سیاست اور عزائم سے دنیا کی تار بیل ڈالی۔ قیصر رومیؒ کی حکومتیں ختم کر دیں۔ آج بھی دشمنان اسلام و قرآن کے دل کا کتا ہیں۔ آپؐ کا دُردہ وہ کام کرتا تھا کہ حضرت علیؓ کی توار نہ سکی۔ ہر سپر کا انجام دیکھنا چاہیے۔

۱۰۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حوصلہ و عزم اور بے مثال جرأت اپنے عہد کے معرکوں سے واضح ہے۔ بیک وقت مرتدوں، منافقوں، مسلمہ کذاب، منکرین زکوٰۃ سے فیضان کن جنگیں لڑیں شکر اسلام کو بھیج کر کہ میابی حاصل کی اور کسی مرحلے پر نہ منع دیکھا یا نہ اسلام کو سرنگوں کرنے دیا۔ حضرت عثمانؓ کا مکہ میں تنہا سفیر بن کر جانا۔ کابل و اذربائیجان کی سلطنت سنبھالنا لشکر کے باوجود حرم مدینہ میں بان کی قربانی دے دینا آپؓ کی جرأت اور بہت کا سنہری باب ہے۔

۱۱۔ حضرت عمرؓ کی جرأت و عظمت پر سہیلی حبیب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے



ناطق فیصلہ پریم ریخت ختم کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ جب سے عمرؓ  
اسلام لائے ہم لمان کفار پر غالب ہوتے گئے رہا۔ نیز فرمایا: عمرؓ کا اسلام  
لانافتح تھی۔ ہجرت اللہ کی مدد تھی اور خلافت۔ امت تھی۔ ہم نے اپنے آپ کو دیکھا  
کہ ہم بیت اللہ میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ جب عمرؓ اسلام لائے تو ہم نے نماز کعبہ میں  
پڑھ لی کیونکہ عمرؓ نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ کفار نے ہم کو چھوڑ دیا۔ (حافظ سلفی)  
نیز فرمایا ہم کعبہ کے نزدیک نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ جب تک عمرؓ اسلام نہ لائے تھے جب  
وہ مسلمان ہوئے تو قریش سے جنگ کی تب ہم نے کعبہ میں اور ان کے ساتھ نماز  
پڑھی (ابن اسحاق) نیز فرمایا: ہم نے علانیہ نماز اس وقت شروع کی جب عمرؓ مسلمان  
ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ہم انام مؤمنین اس وقت پڑھیں جب عمرؓ مسلمان ہوئے  
بن عباسؓ کہتے ہیں جب عمرؓ مسلمان ہوئے تو کفار نے کہا مسلمانوں نے ہم سے بدلہ  
لے لیا رکاب بن ابی اسنفرة ج ۱ ص ۲۵۷

سوانح ۱۱۱ - تفسیر در تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۵۷ اور از انہذا منہ ولی اللہ  
حدث دہود ۱۱۱ او غیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے  
فرایا انتم ہمارے اندر شرک چھوٹی کی۔ قتار سے بھلی پوشیدہ چلتا ہے۔ اس حدیث  
پر تبصرہ کریں اور بتائیں کہ پسرو و صدیق کیسے تھے اور اگر ان میں شرک نہیں تھا تو  
صدائے رسولؐ سے انکار کر دینے کی ہجرت کا فرائض کیسے۔

جواب۔ اس حدیث کا مطلب غلط لینے میں سنیہ نے اپنی۔ دایتی خیانت اور  
بغضِ صواب سے کام لیا ہے۔ نہ یہاں شرک سے مراد خدا۔ رسولؐ کو ذات و صفات  
پر اور ہم بزرگ اور شرک کرنا۔ جو شہیدیت کا خاتمہ ہے۔ اور جسے شرک  
کہتے ہیں اور قرآن پاک میں جگہ دیگا اس کی مذمت ہے۔ وہ مراد نہیں ہے کہ  
یہ اور دیکھا مراد ہے۔ اور یہ کہ کسی کو غلبہ تعبیر شرک اسے نہایت کرنا  
کہہ دیا جائے۔ خطاب ہم پر اور اب یہ صدیق ان کو نہیں بلکہ عام مسلمانوں کو  
کہ ان کے ایک مرسد کی اقتاد کو سے ملت رہا فی فیک من و بیہ نہ

کہ وشرک ربی اتم مسالوں میں چوٹی کی چال کے بھی سست ہوتا ہے۔ لہذا اسے  
مسالہ اور اتم کو ربی اتم سے خوب پرہیز کرنا چاہیے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذمت میں کرے۔

اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے  
موجو کرتے نہیں ناراضگی کے لحاظ سے  
اللہ کے ہاں یہ بڑی بات ہے کہ تم وہ بات  
کہو جو کہو نہیں۔

کہ اس میں خطاب اہل ایمان کو ہے۔ اور جہاں جی اہل ایمان کو خطاب ہوا،  
وہاں سے مراد بقول شیعہ ان کے سردار علی بن ابی طالب ہیں۔ تو علی بن ابی طالب رضی  
بھی قول و فعل میں تضاد رکھتے ہیں۔ اور اللہ کو ناراض کرنے میں یہ بڑی بات ہے  
یا جیسے قُلْ لِّمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ دایمان والوں سے کہیے کہ اپنی  
نکاحیہ نہ چھپیں، سے استدلال کیا جائے کہ اہل ایمان کے سردار علی رضی اللہ عنہ یہ گناہ کرتے  
تھے تب اللہ نے منع فرمایا۔ جیسے یہ استدلال غلط اور بعض علی رضی اللہ عنہ کا آئینہ ہوگا۔ ٹھیک  
اسی طرح۔ روایت بالاسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں شرک جلی رضی اللہ عنہ کے ہوتے پر استدلال بعض  
صدیق رضی اللہ عنہ اور بددیانتی کا نمونہ ہوگا۔

سوال ۹۷۔ آپ کے فتاویٰ قاضی خان بدایونی پر ہے کہ اگر نمازی نماز میں

عورت کا پوسہ اور اسے شہوت نہ ہو تو نماز مرد خراب نہیں ہوتی۔ کیا نماز کے علاوہ  
اور وقت تقوٰیٰ ہوتا ہے آخر ایسی ضرورت نماز میں کیوں؟

جواب۔ ایسی مثالیں در مسائل فرسنی ہوتے ہیں۔ واقعی یا حکمیہ ہیں۔ ہوتے  
کہ باغفر نس ایسا کوئی کرے تو نماز ٹوٹے گی یا نہیں۔ تو حکم بتایا کہ شہوت نہ ہو تو نماز ٹوٹے گی  
در نہ ٹوٹے گی۔ جیسے شیعہ رسالہ توحید المسائل ص ۱۱ احکام نماز میں ہے۔

مسند ۲۱۔ پیشاب اور پاش نہ کا دھو دن پانچ شرطوں سے پاک ہے اپنی



میں نجاست لگی، بورنگ یہ منزہ نہ پیدا ہوا ہو۔ ۲۔ باہر سے اس کو کوئی نجی سنت نہ لگی ہو۔  
 ۳۔ کوئی اور نجاست مثلاً خون، پیشاب یا خانے کے ساتھ خارج نہ ہوا ہو۔ ۴۔ پانی کے ذریعے پانی میں دکھائی نہ دیتے ہوں۔ ۵۔ پیشاب یا پانی خانے کے مقام کے اطراف میں معمول سے زیادہ نجی سنت نہ ہو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عام تہذیب و سنت آدمی کے پیشاب یا خانے سے استنجے کا پانی پاک ہے کیونکہ پانچ شرطیں عموماً پائی جاتی ہیں۔ یہ کتنا کریمہ اور فطرت سلیمہ پر بار والا مسئلہ ہے۔ کیا پیشاب یا خانے کے دھوون سے ہانڈی، روٹی، پانی ہے اور کوئی پانی نہیں رہا؟

سوال ۹۶۔ امام غزالی سرالملین مقالہ ربوبہ پر لکھتے ہیں۔ ”صحابہ نہیں حکومت کی خواہش ان پر غالب آگئی۔ وہ پہلے خلاف پرہیز گئے۔ حضور کے فرمان کر اپنی پشت پر پھینک دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑی قیمت لے لی۔ ورنہ انہوں نے بہت سی براسودا کیا۔ اس عبارت کی دنائرت و تشترک فرما دیجیئے۔“  
 جواب۔ یہ کسی دشمن پیغمبر اور دشمن اصحاب پیغمبر۔ افسنی کی کالیوں ہیں۔ محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر ہو ہی نہیں سکتی۔

سرالملین کسی افسنی کی کتاب ہے جو اس نے دھوکہ اور کسر سے امام غزالی کی طرف منسوب کر دی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفۃ الثنا عشریہ کبیرہ ۲۱ میں لکھتے ہیں ”یہ کہ اشیعہ ایک کتاب بنا کر اس کو کبرائے اہل سنت کے نام رکاتے ہیں اس میں ملا عن صحابہ اور بطلان مذہب اہل سنت درج کرتے ہیں۔ خطبہ ابتدائہ میں بھید چھپانے اور حفظ امانت کی وصیت کرتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے یہی ہمارا عقیدہ پوشیدہ ہے اور جو کچھ دوسری کتابوں میں ہے وہ محض پرہیز داری اور زمانہ سازی ہے۔ جیسے کتاب ”سرالملین“ کہ اس کو امام محمد غزالی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ علیٰ الباقیاس در بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اور متبریز، اہل سنت کا نام لگتا ہے۔ (تحفۃ الثنا عشریہ ۲۱)“

سوال ۹۷۔ آپ متذہبوں کی توہمی لفت کرتے ہیں اور اسے نرکان دینے

سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اگر آپ کی کتاب شرح وقایہ ص ۲۹۸ حاشیہ چلپی میں ہے کہ  
آپ کے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زانیہ عورت کی خرچی حلال ہے۔ اور جو اجرت دے  
کر زنا کرے اس پر حد شرعی نہیں ہے۔ کیا منہ اس چیز سے برابر ہے؟

جواب۔ اس مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی لگ رہی ہے۔ صورت یہ ہے کہ ایک شخص  
نے کسی عورت کو خدمت کیلئے نوکر رکھا ہوا ہے۔ پھر اس سے بدکاری کی۔ اگر بدکاری  
کے عوض میں پیسے دیتا ہے تو اس کا لینا دینا حرام ہے۔ اور اگر اس فعل کے معاوضے  
نے قطع نظر بطور اجرت یومیہ یا ماہانہ اسے رقم دیتا ہے تو وہ اس کے لیے حلال ہے۔  
اس عورت سے زنا پر حد لگے گی۔ ایک صورت زنا کے لیے اجرت پر رکھنے کی ہے۔

اس میں بھی زنا اور لینا دینا سب حرام ہے۔ کیونکہ تمام فقہاء کے نزدیک اجارہ باطل حرام  
ہے جس میں فعل حرام پر اجرت مقرر کی جائے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

واما مہر البغی فہو ما تأخذ الزانیۃ  
علی الزنا وسماء مہر الکوند علی صورتہ  
فہو حرام باجماع المسلمین (شرح مسلم)

رہی زنا کی اجرت جو زانیہ زنا پر لیتی ہے تو یہ تمام  
مسلمانوں کے اتفاق سے حرام ہے اس اجرت کو  
مہریم شکل ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

اجارہ فاسد بھی حرام ہے جس میں اصل کام تو جائز ہو مگر ناجائز کام بھی شرط کے طور پر ذکر کر دے جیسے  
کسی عورت کو ملازم رکھنے تو یہ شرط لگا دے کہ زنا کرے گا تو یہ شرط لگانا بھی حرام اور فعل بھی حرام  
ہے لہذا نوہر نا واجب۔ اور مقررہ اجرت حرام رہی اگر نسخ نہ کیا تو اجرت مثل خدمت لازم آئیگی یعنی  
اتنی میاں میں نوکری و خدمت کا جو معاوضہ دستور و رواج میں ملے ہی ملے گا مقررہ یا اس سے  
زائد بالکل نہ دی جائیگی۔ تو اس اجرت مثل کو معترض نے جو زنا کی خرچی اور امام اعظم کے ہاں حلال بتلایا  
ہے یہ بہتان محض ہے۔ ہماری قدیم ترین فقہ کی مفصل کتاب بسوط رخصی ج ۱ مطبوعہ  
مصر ۱۳۲۲ھ میں ہے۔ "اگر باندی خدمت کیلئے نوکر رکھی یا مانگ کر لی تو اس پر دونوں صورتوں میں حد

آئیگی کیونکہ شبہ دوم ہے کہ خدمت میں نفع اٹھانے کا حق مقام خاص کے حق تک کسی صورت میں نہیں پہنچتا۔"  
الغرض دونوں صورتوں میں زنا اور اس کی اجرت بالاتفاق حرام ہی ہے۔ زنا پر تہذیب بھی ہوگی سنگساری میں اختلاف  
ہے مگر حنفیہ کا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کہ دونوں صورتوں میں حد لگی چنانچہ ہماری سب کتب؟



ولا احد لذی با مستاجرة له  
ای للزنا والحق وجوب احد کاملستاجر  
عورت اجرت پر سے کرنا کرنے پر  
حد نہیں ہے مگر  
تلقا منہ فی الشرح ی کا ہو  
قولہما رقت در شانی ج ۳ ص ۱۵۱  
حق بات یہ ہے کہ حریکے کی جیسے  
عام خدمت کے لیے نوکرانی سے زیار  
حد بالا اتفاق کے کی شرح شامی میں ہے کہ یہی صاحبین کا فتویٰ ہے۔ رکہ دونوں  
صور توں میں حد کے گی

مانگنے پر فریاد دینا حلال ہے  
نابینا اور یک چشم کو نو دیکھنے والے پر طعن نہیں کرنا  
چاہیے۔ شیعہ کے ہاں تو متعہ باقاعدہ واجب محل  
کار ثواب مذہب کا شمار ہے۔ جب کہ ہا سے یہاں فرنی صورت سے کہ گری کوئی  
ایسا گناہ کرے تو حدائے کی یاد۔ وجوب حد میں اختلاف ہوا۔ مگر فعل کے ناجائز  
اور حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہ ہوا البتہ چونکہ اجرت فعل حرام کی بدولت نہیں سکتی تو  
اجرت سے خارج ہوئی تو متعہ اور اس میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ عدوہ  
انہیں شیعہ کے یہاں عاریتہ باندی عورت جماع کے لیے کسی کو دے دینا درست  
ہے۔ اپنی عزت عمداً کسی کو زنا کے لیے دینے سے بڑھ کر دیوتی کی ہو سکتی ہے مگر  
شیعہ کا امام حلال ہونے کا فتویٰ دیتا ہے۔

۱۔ امام باقر سے پھر رادی نے پوچھا کہ آدمی اپنی باندی کی شرمگاہ اپنے بدن  
کے لیے حلال کر دے تو جائز ہے؟ فرمایا ہاں۔ جو مقام اس کے لیے حد تھا جہاں  
کے لیے بھی حلال ہوا۔

۲۔ امام جعفر سے پوچھا گیا کہ کوئی عورت اپنے بیٹے سے بیہ اپنی باندی سے  
جماع کی اجازت دے دے؟ تو آپ نے فرمایا وہ اس کے لیے حلال ہے۔

۳۔ تبری روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ آیا مالک باندی دوسرے کو  
فرج کے لذت اٹھانے کی اجازت دے مگر اس پر شہوت غالب آئے اور  
وہ اسے پیار دے؟ فرمایا ایسا اسے نہ کرنا چاہیے۔ پوچھا گیا کہ وہ زانی ہوگا؟

فرمایا: زانی نہ کہیں گے۔ نشان کہیں گے۔ وہ مالک کو اس کی قیمت کا دسواں حصہ  
 تناوان دے گا اگر کنواری ہو۔ ورنہ بیسواں حصہ دے گا۔ چوتھی روایت میں پوی  
 کی باندی مرد کے لیے امام نے حلال بتائی اگر عورت وطنی کی اجازت دے۔  
 (فروع کافی ج ۵ ص ۲۸۵ باب فرج کا ہر حلال ہے)

سوال ۹۸۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے مروان کو مدینہ الاکر مخالفت  
 رسولؐ کی کیا آپ اس کا ہارست کرتے ہیں یا درج؟

جواب۔ آپؐ نے حکام کو طائف کی طرف در بدر کیا تھا۔ مروان تو اس وقت  
 چھوٹا سا بچہ تھا پر رشتہ بی وجہ سے باپ کے ساتھ رہا اس کی بداد و شنی کا صریح حکم  
 رسولؐ نہ تھا۔ جب باپ بڑھا فروت ہو گیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے اس سے شرکے اندیشہ  
 نہ ہونے اور صلہ نہی کی بنا پر واپس تشریف ۲۰۱-۲۵ سال بعد بلالیا اور مروان  
 بھی ساتھ آگیا۔ وقت کے بدل جانے سے احکام بدل جاتے ہیں اس پر کیا  
 طعن کی بات ہے پوشیدہ حضرت عثمانؓ پر اپنی زبان گندی کرتے ہیں۔

سوال ۹۹۔ کتب ذخیرہ ثابت ہے معاویہؓ نے خلیفہ راشد سے بغاوت  
 کر کے جنگ کی۔ نیز سبط اکبر امام حسنؓ کو زہر دلوایا۔ رد کیجیے محرم نامہ واقعہ بن نطامی  
 اور حضرت علیؓ کو منبر پر گالی دلوایں۔ وہ صحابی پاک نہ کیوں ہے؟ عقلی دلیل سے  
 قابل کریں اور نقلی ثبوت دیں۔

جواب۔ موردی صاحب کی خلافت و ملکیت کے بواب میں ہرکتا ہیں کسی  
 گنہگار میں ایسے سبب ہوئے انتہا بات کہ جواب دینا پکا ہے۔ یہاں تفصیل کے  
 ضرورت نہیں۔ قاری بین عادلہ نہ دفاع از مولانا سید فارحان بن بخاری حضرت معاویہؓ اور  
 تنایحی حقائق از مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ فرمایں۔ حضرت امام حسنؓ کو کسی نے نہ نہیں  
 دیا ردائش کا بہتان ہے۔ وہ چالیس دن بیمار رہ کر طبعی موت سے فوت ہوئے

(تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۳۲۶)

زہرہ افسانہ سب سے پہلے شیعہ مورخ مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ نے کہا جاتا



ہے۔ نصیحت صبیحہ سے کیا۔ اس سے پتہ کسی کو خواب بٹی آیا بالفرض اگر کسی نے زہر دیا تو وہ شیعہ ان کو ذائقے جنہوں نے مدائن میں آپ پر قاتلانہ حملہ کیا جب آپ نے خدافت حضرت معاذ بن سے سپرد کر دی۔ وہ حضرت بن کو معاویہ کے خلاف بغاوت پر اکساتے تھے مگر ان جناب ہمیشہ اپنے بڑے بھائی کا حوالہ دیتے کہ جب وہ راہنی ہیں تو میں کیسے بغاوت کروں۔ ان کی خدافت درزی نہیں کر سکتی زہر کی بالفرض اصلیت ہر نو شیعہ ان کو ذائقے ہی سے قرین قیاس ہے۔ معاویہ پر تو حضرت حسن کا بڑا احسان تھا وہ ایسی غلطی کیسے کر سکتے تھے۔

برسر منبر حضرت علیؑ کو گالیاں دینے کا الزام بھی محض جھوٹ ہے شیعہ کی بنائی ہوئی روایتیں ہیں سیاسی اختلاف کی بنا پر کسی عامل نے یا کبھی خود آپؑ نے تنقید کی ہو تو یہ سب دشتم نہیں تھا۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ جب سے فرقہ شیعہ وجود میں آیا اس نے مسلسل۔ حضرت معاذ بن۔ حضرت عائشہؓ۔ بیعت رضوان سے مشرف حضرت مغیرہ بن شعبہؓ۔ عمرو بن العاصؓ۔ طاؤسؓ و زبیرؓ خصوصاً اور خلفہ ثلاثہؓ عموماً اور دیگر تمام صحابہ کرامؓ۔ قرابتداران پیغمبرؐ بشمول حضرت عباسؓ۔ عقیل بن ابی طالبؓ وغیرہم کو برا بھلا کہنا۔ تبروں اور گالیوں سے نوازنا۔ مستقبل مذہب بنایا ہوا ہے اور مسائل کا کتابچہ اس کی تصویر ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ نے کبھی ایسی خصلتیں حرکت نہ کی کہ اپنے سے سیاسی اختلاف رکھنے والوں کو گالیاں دیں یا کافر و منافق بتائیں۔ اب اگر حضرت معاویہؓ ان کے بقول سب دشتم کرتے تھے تو اس سنت میں ان کا تتبع کون ہوا۔ شیعہ ہی ہوئے۔ تو دراصل شیعہ حضرت معاویہؓ یا خوارج کے شیعہ اور تابعدار بنے حضرت علیؓ اور اہل بیت کرامؓ کے ہر گز نہ بنے۔

سوال تھا۔ واقعہ حرہ کیوں اور کس

واقعہ حرہ اور حضرت زین العابدینؑ حکم سے ہوا اور اس میں زین العابدینؑ

کا کیا حال ہوا ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیے۔

جواب۔ یہ حادثہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دعویٰ خدافت اور آپ کے

حامیوں کے نزدیک بیعت توڑ دینے کے ردِ عمل میں پیش آیا جب حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو پہنچی تو انہوں نے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

”لوگو! دنیا میں عراقی کے آدمیوں سے برے کہیں کے آدمی نہیں ہیں اور عراقیوں میں سب سے بدتر کو فی لوگ ہیں کہ انہوں نے بار بار خطر طبعیج کٹر باصرہ امام حسینؑ کو بلایا اور ان کی خلافت کے لیے بیعت کی جب ابن زیاد کو فہم میں آیا تو اسی کے گرد سو گئے اور امام حسینؑ کو جو نماز گزار، روزہ دار، قرآن خوان ہر طرح بحق خلافت تھے قتل کر دیا اور ذرہ بھی ندا کا خوف نہ کیا۔“

(تاریخ اسد ام نجیب آبادی ج ۲ ص ۸۳)

یہ کہہ کر عبداللہ بن زبیرؓ نے دوپٹے لوگوں نے کہا آپ سے بڑھ کر کوئی مستحق خلافت نہیں۔ آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور آپ کو خلیفہ رقت مانتے ہیں۔ چنانچہ تمام اہل مکہ نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت منہلافت کی۔ پھر آپؓ کے داعی مدینہ منورہ پہنچے وہاں بھی زبیرؓ نے طبعیج نہ پیر کی بیعت اڑھنے اور ابن زبیرؓ کی بیعت کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ مگر اکابر اور ذرہ دار لوگوں نے خسرو ساسانیوں اور علویوں نے اس کی مخالفت کی اور یزیدؓ کی اطاعت پر رہنے کا مشورہ دیا۔

عبداللہ بن زبیرؓ نے اس مشورہ کو غور سے سمجھا اور غور سے سوچا کہ اگر وہ یزیدؓ کے لئے لوہو و لب اور خلافت شرع کاموں میں سرور و رہنے کا پرہیز گندہ کیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے ان لوگوں کے سر گردن تھے۔ مگر علویوں میں سے حضرت محمد بن علی بن الحنفیہؑ ان کے مخالف یزیدؓ کے دناغ میں کہتے۔

”جو کچھ تم اس کی باتیاں بیان کرتے ہو میں نے نہیں دیکھیں۔ حالانکہ میں یزیدؓ کے پاس آیا گیا۔ اس کے ہاں قیام کیا۔ میں نے اسے نماز کا پابند نہ کیوں کا متلاشی اور سنت نبویؐ کا تتبع پایا۔ فقہ اور دینی مسائل اس سے پوچھے جاتے



تھے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۲ بحوالہ عدالت)۔ بکرام ۱۲۴۱ھ

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے اپنے تمام اعزہ احباب اور معتقدین کو جمع کر کے فرمایا:

”جس شخص کا میرے پائے خلق ہے وہ سن لے کہ یزید کی ذلالت و تحریک میں سنہ زلے کیونکہ ہم نے ایمان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ جیسے اسرار اس کے رسول کے حکم پر بیعت کرتے تھے۔ اور اس سے زیادہ غدر کوئی نہیں کہ کل ہم اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اور آج توڑ دیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے قیامت کے دن غدار اور وعدہ خلافی کرنے والے کو اذہما کر کے اس کے مقعد میں نڈاری کا جہنم لکھا دیا جائے گا۔ (بخاری محض)

اس دوران منذر بن زہیر نے حضرت عبداللہ بن زلہ اور عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ تم کو چاہیے علی بن الحسین (امام زین العابدین) کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرو۔ چنانچہ یہ سب مل کر علی بن حسین کے پاس گئے انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میرے باپ اور دادا دروازے نے خلافت کے حصول کی کوشش میں اپنی جانیں گنوائیں ہیں اب ہرگز ایسے خطرہ کا کام کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں اپنے آپ رقتل کرنا پسند نہیں کر سکتا یہ کہہ کر وہ مدینہ سے باہر ایک موضع میں چلے گئے۔ مروان جو موہ دیگر بنو امیہ کے۔ جو ہزار بھرتے تھے۔ اپنی دیلی میں قید تناس میں عبدالملک کے ہاتھ علی بن الحسین کو کبھد بھیجا کہ آپ نے جو کچھ کیا۔ بہت ہی اچھا کیا۔ ہم اس قدر داد کے اور خواہاں ہیں۔ ہمارے بعض قیمتی اموال اور اہل و عیال جن کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے آپ کے پاس بھجوائے دیتے ہیں آپ ان کی حفاظت کریں۔ علی بن حسین نے اس کو منظور کر لیا اور مردان بن حکم سے انت کی تاریکی میں پوشیدہ طور پر اپنے اہل و عیال اور قیمتی اموال علی بن حسین کے پاس اس کے گھوڑوں میں بھج دئے حضرت علی بن الحسین نے مدینہ کے عمارت یزید کو لکھ بھیجے اور اپنی نسبت لکھا کہ میں آپ کا وفادار ہوں اور بنو امیہ کی حمایت و حفاظت میں ممکن کوشش بحال رہا ہوں۔ یزید

نے مدینہ کے حالات سے واقف ہو کر نوحان بن بشیر انہاری کو بلا کر کہا کہ تم مدینہ جا کر  
لوگوں کو بھجواد کہ ان حرکات سے باز رہیں اور مدینہ پر کشت و خون کے امکانات  
پیدا نہ کریں۔ نیز عبد اللہ بن حنظلہ کو بھی نصیحت کر دے کہ تم نیزید کے پاس گئے اور وہاں  
سے انعام و اکرام حاصل کر کے خوش و خرم رخصت ہوئے۔ لیکن مدینہ آ کر نیزید کے  
مخالفت بن گئے اور بیعت منسوخ کر کے نیزید پر کفر کا فتویٰ لگا کر لوگوں کو برا بھلا کہنے لگا  
یہ کوئی مردانگی اور دانائی کا کام نہیں کیا۔ علی بن ابی طالب سے مل کر میری طرف سے  
پیغام پہنچاؤ کہ تمہاری وزارت اور کارگزاری کی قدر کی جائے گی۔ بنو امیہ سے جو وہاں  
موجود ہیں کہو کہ تم سے اتنا بھی کام نہ ہوا کہ مدینہ میں فتنہ پیدا کرنے والے دو شخصوں  
کو قتل کر کے اس فتنہ کو دبا دیتے یہ باتیں سن کر نوحان بن بشیر سنانہ فی پر سوار ہو کر  
مدینہ کی طرف چلے انہوں نے ہر چند کوشش کی اور سب کو سمجھایا مگر کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا چنانچہ  
وہ مدینہ سے دمشق واپس آ گئے اور تمام حالات نیزید کو سنائے۔ نیزید نے مطلع ہو کر  
مسلم بن عقبہ کو طلب کیا اور کہا کہ ایک ہزار چیدہ جنگ جو ہمراہ لے کر مدینہ پہنچو لوگوں  
کو اطاعت کی طرف بلاد اگر وہ اطاعت اختیار کر لیں تو بہتر ہے نہیں تو جنگ کر کے  
سب کو سیدھا کر دو۔

مسلم نے بیارہ کی خدمت میں یہ خبر سن کر اسے ہی اس اہم پہلو پر توجہ دینا چاہیہ  
نصیحت کرتے رہے۔ مسلم کو نصیحت کہ کہ جہاں تک ممکن ہو نرمی اور درگزر سے کام لے کر  
اہل مدینہ کو اس فتنہ پر لانے کی کوشش کرنا لیکن جب یہ یقین ہو جائے کہ نرمی اور نصیحت  
کام نہیں آسکتا تو کپڑے باندھ کر قابض رہنا اور قتل و غارت میں  
کمی نہ کرنا مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ علی بن ابی طالب کو کوئی آزار نہ پہنچے کیونکہ وہ  
میرا اقدار اور خیر خواہ ہے اور اس کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ  
محبہ کو اس شورش اور بزدلی سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی  
جلد ۲ ص ۱۶۷)

جب مسلم بن عقبہ فوج لے کر مدینہ کے قریب پہنچا تو مدینہ والوں نے مشورہ کیا کہ



پہلے مقامی بنو امیہ کو ختم کر دینا چاہیے تاکہ یہ فوج سے ہل کر اندرونی نقصان نہ پہنچیں۔  
 مگر عبد اللہ بن حنظلہ نے کہا ایسا کرنے سے تمام عراقی و شامی مدینہ پر پوریش کر دیں گے  
 بہتر یہ ہے کہ بنو امیہ سے یہ عہد و پیمان لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ نہ ہماری  
 مدد کریں نہ فوج کی۔ چنانچہ تمام بنو امیہ سے یہ اقرار لے کر رخصت کر دیا گیا۔ مگر  
 عبد الملک بن مروان کے کہ اس کو مدینہ میں رہنے کی آزادی رہی۔ ان لوگوں کی  
 وادی القریٰ میں مسلم بن عقبہ کے لشکر سے ملاقات ہوئی۔ مسلم نے ان سے  
 پوچھا کہ ہم کو مدینہ پر کس طرف سے حملہ کرنا چاہیے۔ انہوں نے اپنے عہد و قرار کا لحاظ  
 کر کے مسلم کو جواب دینے سے انکار کر دیا اور اپنے عہد و قرار کا لحاظ کر کے مسلم  
 کو جواب نہ دیا۔ انہوں نے عبد الملک کے متعلق بتایا کہ اس سے عہد و پیمان نہیں لیا  
 گیا۔ چنانچہ مسلم نے کسی کو مدینہ بھیج کر عبد الملک کو بلوا بھیجا۔ اس کے مشورے سن  
 کر حیران ہو گیا اور انہی پر عمل کیا۔ اس نے اہل مدینہ کو پیغام بھیجا کہ امیر المؤمنین زبیر  
 تم کو شریف سمجھتے اور تمہاری خونریزی کو پسند نہیں کرتے ہیں بہتر یہی ہے کہ تم  
 اطاعت اختیار کرو ورنہ مجبوراً مجھ کو شمشیرِ پیام سے نکالنی پڑے گی۔ یہ پیغام بھیج کر  
 تین دن مسلم نے انتظار کیا۔ مگر اہل مدینہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ آخر مسلم نے حرہ کی  
 جانب سے مدینہ پر حملہ کیا۔ اہل مدینہ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور لشکرِ شام  
 کا منہ پھیر دیا۔ لیکن مسلم بن عقبہ کی بہادری و تجربہ بکامی سے اہل مدینہ کو شکست  
 ہوئی۔

**حرہ کے نقصانات** | عبد اللہ بن حنظلہ، فضیل بن عمار بن عبد المطلب، محمد بن  
 ثابت بن قیس، عبد اللہ بن زید بن عاصم، محمد بن عمرو بن  
 حرہ انصاری، و صعب بن عبد اللہ بن زمعہ، زبیر بن عبد الرحمن بن عوف، عبد اللہ  
 بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب بہت سے سردارانِ مدینہ رضی اللہ عنہم، انہوں  
 میں کام آئے۔ فتح مند فوج مدینہ میں داخل ہوئی۔ مسلم بن عقبہ نے تین دن تک  
 قتل و مارت مار کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس لڑائی اور قتل عام میں ایک ہزار

کے قریب آڈی ہارے گئے جن میں تین سو سے زیادہ شرفاؤں پیش در انصار شامل تھے۔ بعض نے کل تعداد ۳۵۰ بھی ہے۔ چوتھے روز مسلم نے قتل عام کو موقوف کر کے بیعت کا حکم دیا جس نے مسلم کے ہاتھ پر آکر بیعت کی وہ بچ گیا جس نے بیعت سے انکار کیا وہ قتل ہوا۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۲ کو یہ حادثہ ہوا سی۔ روز محمد بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب پیدا ہوا۔ یہی وہ محمد بن عبداللہ ہے جو محمد ابوالعباس سفاح کے نام سے مشہور ہے اور عباسیوں کا پہلا خلیفہ ہے۔ (کلمۃ تاریخ اسلام) اکبر شاہ نجیب آبادی ج ۲ ص ۱۷

شہداءِ ہجرہ اور ہم | شیعہ دوست کے کہنے کے مطابق ہجرہ کے واقعہ کی یہ تفصیل ایک ہی چیز جاننا رہتا ہے۔ ہم نے نقل کر دی۔ واقعہ کے نقصانات کے اعتبار سے ہم بھی اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتے اور اظہارِ تأسف کرتے ہیں جو اہل مدینہ شہادت سے شاکد کام ہوئے ان پر دعائے ترحم کرتے ہیں۔ جن فوجیوں نے ناجائز اختیار استعمال کر کے ہمیت اور درندگی کا ثبوت دیا۔ احادیث صحیحہ کی روشنی میں ان کو مورخین و مستحق عذاب الیم جانتے ہیں۔ لیکن علل و اسباب آپ کے سامنے ہیں۔ فردِ جرم ایک طرف ہی لگا دینا انصاف کا تقاضا نہیں آخر حضرت زین العابدینؑ کی غیر جانبداری بلکہ امرِ کافی حد تک حمایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے اکابر کا ردِ عمل مقصود کا دوسرا رخ بھی پیش کرتے ہیں کہ جس سے بیعت خلافت کر لی جائے۔ پھر بلاوجہ بغاوت کیوں؟ شیعہ حضرات کو تو اس واقعہ میں ذیق فی لطف کا پارٹ ادا کرنا پڑا ہے۔ خصوصاً ۴۰۰ سال بعد اپنی سیاسی چالوں کو تقویت دینے کے لیے۔ کیونکہ ان کے امام چہارم۔ جن کی اتباع ان کے لیے فرض عین مثل اطاعتِ رسولؐ کے ہے۔ نے جب بیزید کی وفاداری اور خیر خواہی کی توان کو بھی آج ہی نظر پر رکھنا چاہیے۔

سادات کے مظالم | ہم نئی چونکہ صاف باطن ہوتے ہیں اس لیے کسی کے برے اعمال سے اعراض کرنا اور صرف قابلِ اتباع امور کی نشر و





میں خروج کیا۔ حسین الافطس کو اکثر مؤرخین نے احد المفسدین فی الارض کہا ہے۔  
(جمہرة الانساب ص ۱۷۱)

مکہ معظمہ کی تاریخ میں انہیں بدترین سیرتوں والا کہا گیا ہے۔ حسین الافطس نے کعبہ سے غلاف اتار لیا اور اس کے بجائے ابوالسرا یا کا بھیجا ہوا غلاف چڑھا یا۔ لوگوں کے ہاں بکھر رہی چھینے لگا اکثر لوگ بخوف جان و مال مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے اس کے ہمراہیوں نے حرم شریف کی جالیوں کو توڑ دیا۔ خود الافطس نے کعبہ شریف کے ستونوں پر چڑھا ہوا سونا کھرت کر اتار لیا۔ کعبہ کا تمام خزانہ لوٹ کر ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔

مشہور شیعہ مؤلف عمدة السالک میں لکھتا ہے کہ اس نے کعبہ کا مال لوٹ لیا۔ جب اسے ابوالسرا یا کے مرنے کی اطلاع ملی تو بہت گھبرا یا۔ جناب جعفر صادقؑ کے بیٹے محمد کے پاس آیا جو ایک نیک سمیرت عالم فاضل تھے کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں پہلے تو انہوں نے انکار کیا آخر اپنے بیٹے علی کے کہنے پر اس پر بیعت پر آمادہ ہو گیا۔ اب لوگ انہیں امیر المؤمنین کہنے لگے۔ علی بن محمد اور حسین الافطس نے محمد کی آڑ میں ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کیے۔ بہت یہاں تک پہنچی کہ جہاں کسی خوبصورت عورت پر نظر پڑی اٹھا کر لے گئے۔ مکہ کے قاضی کے لڑکے کو منہ کالا کرنے کے لیے پکڑ کر لے گئے۔ آخر تنگ آکر مکہ کے لوگوں نے ایک جلسہ کیا اور متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ محمد بن جعفر کے مکان سے لڑکا رہا کیا جائے۔ تاریخ کا بل ابن اثیر کے حوالے سے ابن خلدون لکھتا ہے کہ قاضی کا نام محمد اور اس کے لڑکے کا نام اسحاق تھا جو بڑا خوبصورت تھا۔ اسے دیکھتے ہی ان شیطانیوں کی رال ٹپک پڑی۔

۳۔ ابراہیم الجزار بن موسیٰ کاظم نے ۱۹۹ھ میں مامون کے خلاف خروج کیا۔ یہ ابراہیم بھی ابوالسرا یا کی باب سے مین کا نابل منفر کیا گیا تھا۔ اہل بے کو کثرت سے قتل کرنے اور ان کے اموال لوٹنے کی وجہ سے قصاب کے نام سے مشہور ہوا۔ (البدایہ ج ۱۰ ص ۲۹۶)



## ضمیمہ

## دس ہزار روپیہ انعام کے دس سوال

ماخوذ از ہزار تمہاری دس ہماری ص ۶۵۲ تا ص ۶۵۵

مؤلفہ عبد الحکیم مشتاق

جو کوئی غیر شیعہ مسلمان بھائی ان سوالات کا تسلی بخش جواب دے گا اس کی خدمت میں مبلغ دس ہزار روپیہ صرف بطور انعام پیش کیا جائے گا۔ عجیب کے لیے ہماری یہ پیشکش غیر مشروط ہوگی۔ مگر جوابات بمطابق سوالات ہونے چاہئیں اور غیر متعلقہ یا خارج الموضوع مباحث سے اجتناب کیا جائے۔ فطنی استدلال اور نامکمل جوابات ناقابل قبول ہوں گے۔

سوال ۱۔ آپ حضرات خود کو ”سنّی“ یا اہل السنّت والجماعت کہلاتے ہیں۔ براہ مہربانی کتب صحاح ستہ میں کوئی ایسی روایت دکھائیے جس میں حضرت ثلاثہ (ابوبکر، عمر، عثمان) میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ میں سنّی ہوں یا میرا مذہب اہل السنّت والجماعت ہے۔ حوالہ مکمل دیجیے اور پیش کردہ روایت کی توثیق بھی تحریر فرمائیے۔

جواب۔ اشتہار انعام دیکھنے سے تو اندازہ تھا کہ سوالات کوئی وزنی معقول ہوں گے۔ مگر یہ بھی ڈھول کا پول بنیں۔ نفلوں کا ہیر پیر بنا کر حقیقت نہ ماننے کی سعی کی گئی ہے۔ جواب اگر سوال کے مطابق درکار ہے تو سوال میں بھی کوئی معقولیت اور حقیقت پسندی چاہیے۔ یہ وہی پہلا سوال ہے جس کا مفصل جواب ص ۶۵۲ پر گزر چکا ہے۔ یہاں وضاحت یہ ہے کہ ایک ہے کسی صفت والا ہونا مثلاً فلاں حاجی ہے، حافظ ہے، سخی ہے، متقی ہے، بہادر ہے وغیرہ ایک ہے بار بار ان اوصاف کا اظہار کرنا اور دوسروں سے کہلوانا منوانا۔ بدعہ مذہب کے، مذاہب سے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور اہل سنّت والجماعت

میں خروج کیا حسین الافطس کو اکثر مؤرخین نے احد المفسدین فی الارض کہا ہے۔  
(جمہرة الانساب ص ۱۱)

مکہ معظمہ کی تاریخ میں انہیں بدترین سیرتوں والا کہا گیا ہے۔ حسین الافطس نے کعبہ سے غلاف اتار لیا اور اس کے بجائے ابوالسرا یا کا بھیجا ہوا غلاف چڑھا یا۔ لوگوں کے مال بکیر و تہ می چھیننے لگا اکثر لوگ بخوف جان و مال مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے اس کے ہمراہیوں نے حرم شریف کی جالیوں کو توڑ دیا۔ خود الافطس نے کعبہ شریف کے ستونوں پر چڑھا ہوا سونا کھرتج کر اتار لیا۔ کعبہ کا تمام خزانہ لوٹ کر ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔

مشہور شبیہ مؤلف عمدة السالِب میں لکھتا ہے کہ اس نے کعبہ کا مال لوٹ لیا۔ جب اسے ابوالسرا یا کے مرنے کی اطلاع ملی تو بہت گھبرا یا۔ جناب جعفر صادقؑ کے بیٹے محمد کے پاس آیا جو ایک نیک سیرت عالم فاضل تھے کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں پہلے تو انہوں نے انکار کیا آخر اپنے بیٹے علی کے کہنے پر اس پر رجعت پر آمادہ ہو گیا۔ اب لوگ انہیں امیر المؤمنین کہنے لگے۔ علی بن محمد اور حسین الافطس نے محمد کی آڑ میں ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کیے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جہاں کسی کو بصورت عورت پر نظر پڑی اٹھا کر لے گئے۔ کہ کے قاضی کے لڑکے کو منہ کالا کرنے کے لیے پکڑ کر لے گئے۔ آخر تنگ آکر مکہ کے لوگوں نے ایک جلسہ کیا اور متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ محمد بن جعفر کے مکان سے لڑکار ہٹا دیا جائے۔ تاریخ کا بل ابن اثیر کے حوالے سے ابن خلدون لکھتا ہے کہ قاضی کا نام محمد اور اس کے لڑکے کا نام اسحاق تھا جو بڑا خوبصورت تھا۔ اسے دیکھتے ہی ان شیطانوں کی رال ٹپک پڑی۔  
۳۔ ابراہیم الجزار بن موسیٰ کاظم نے ۹۹ھ میں مامون کے خلاف خروج کیا۔ یہ ابراہیم بھی ابوالسرا یا کی جانب سے یمن کا عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اہل یمن کو کثرت سے قتل کرنے اور ان کے اموال لوٹنے کی وجہ سے قصاب کے نام سے مشہور ہوا۔ (البدایہ ج ۱۰ ص ۲۹۶)



## ضمیمہ

## دس ہزار روپیہ انعام کے دس سوال

ماخوذ از ہزار تمہاری دس ہماری ص ۶۵۲ تا ص ۶۵۵

مؤلفہ عبد اکبریم مشتاق

ہو کوئی غیر شیعہ مسلمان بھائی ان سوالات کا تسلی بخش جواب دے گا اس کی خدمت میں مبلغ دس ہزار روپیہ صرف بطور انعام پیش کیا جائے گا۔ مجیب کے لیے ہماری یہ پیشکش غیر مشروط ہوگی۔ مگر جوابات بمطابق سوالات ہونے چاہئیں اور غیر متعلقہ یا خارج الموصوع مباحث سے اجتناب کیا جائے۔ ظنی استدلال اور نامکمل جوابات ناقابل قبول ہوں گے۔

سوال ۱۔ آپ حضرات خود کو ”سنی“ یا اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں۔ براہ مہربانی کتب صحاح ستہ میں کوئی ایسی روایت دکھلائیے جس میں حضرت ثلاثہ راہب بکر، عمر، عثمانؓ میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ میں سنی ہوں یا میرا مذہب اہل سنت والجماعت ہے۔ حوالہ مکمل دیجیے اور پیش کردہ روایت کی توثیق بھی تحریر فرمائیے۔

جواب ۱۔ اشتہار انعام دیکھنے سے تو اندازہ تھا کہ سوالات کوئی وزنی معقول ہوں گے۔ مگر یہ بھی ڈھول کا پول ہیں۔ نفلوں کا ہیر پیرنا کہ حقیقت نہ ماننے کی سعی کی گئی ہے۔ جواب اگر سوال کے مطابق درکار ہے تو سوال میں بھی کوئی محمولیت اور حقیقت پسندی چاہیے۔ یہ وہی پہلا سوال ہے جس کا مفصل جواب ص ۶۵۲ پر گزر چکا ہے۔ یہاں وضاحت یہ ہے کہ ایک ہے کسی صفت والا ہونا مثلاً فلاں حاجی ہے، حانظ ہے، سخی ہے، متقی ہے، بہادر ہے وغیرہ ایک ہے بار بار ان اوصاف کا اظہار کرنا اور دوسروں سے کہلوانا منوانا۔ پہلے مندرجہ کے نہایت خلفاء ثلاثہ سنی اور اہل سنت والجماعت

تھے کہ اتباع سنت نبوی کا وصف ان میں کما حقہ پایا جاتا تھا اور وہ سنت نبوی کے پیروکار تھے۔ سب ایک ہی جماعت تھے۔ دوسرے مفہوم کے اعتبار سے وہ ان الفاظ کا بار بار نہ اظہار کرتے تھے نہ دوسروں سے کہلاتے منواتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی ریاکاری اور خود ستائی ہوتی۔ البتہ ان کے اظہار کی تب ضرورت پیش آتی کہ کوئی ان کے تتبع سنت ہونے کا منکر ہوتا۔ یا سنت رسول کے مخالف مذہب نکال کر متبع یا خارجی کہلاتا۔ تب وہ سنی یا اہل سنت والجماعت کہلا کر اپنا تشخص مذہبی جلاتے۔ جیسے کوئی لاہور کا باشندہ لاہور میں رہ کر لاہوری نہیں کہتا کہلاتا۔ جانا کہ وہ لاہوری ہی ہے۔ مگر جب ملتان کراچی وغیرہ میں ہو تو لاہوری کہلاتا ہے کہ تشخص کی ضرورت ہے۔ مفہوم اول کے اعتبار سے کہ خلداد واقعی اہل سنت والجماعت اور سنت نبوی کے پیروکار سنی تھے۔ سینکڑوں میں سے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب تقسیم میراث کا مطالبہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

”ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔“ پھر فرمایا۔ ”اس مال میں سے آل محمد کھاتے تھے اب بھی کھائیں گے۔ خدا کی قسم میں اس سنت اور طریقہ کو نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ مگر میں وہی کروں گا۔“ (بخاری ص ۹۹۶ ذیل)

زکوٰۃ کے مسئلہ میں فرمایا تھا اللہ کی قسم اگر یہ مجھے اونٹ کی سی بھی نہ کوۃ میں نہ دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرورت جنگ کروں گا۔ (بخاری ص ۱۸۸) مسائل کا تصفیہ کرتے وقت دستور یہ تھا کہ سب سے پہلے قرآن شریف سے دلیل لاتے۔ اگر اس میں نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کی سنت اور حدیث لیتے۔ اگر نہ ہوتی تو قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد سے کام لیتے۔ (اعلام الموقعین) تمام صحابہ کی جماعت آپ کی مکمل فریاد رواہ اور اشارہ ابرو کی منتظر



سبق شرھا ادی الی اللہ طاعتہ

والفقاہ بحقہ۔

رفیع بلاغۃ مع شرح نقوی فیض

(الاسلام ج ۲ ص ۷۱۳)

فرمانبردار بنایا۔ سنت کو برپا کیا کہ پیغمبر کے

احکام کو جاری فرمایا۔ تب ہی کو پس پشت

ڈالا کہ اس کے زمانے میں کوئی فتنہ نہ ہوا

یا کہ وامن اور بے عیب دنیا سے رخصت

ہوا۔ خلافت کی نیکی پالی اور شر سے بچ گیا کہ ان کی خلافت منظم تھی اس میں کسی قسم کا

خلل نہ آیا۔ خدا کی نافرمانی سے بچ کر اللہ کی پرہیزگاری کا حق ادا کیا الخ

حضرت حسن رضی نے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرتے ہوئے یہ شرطیں

منوائیں اور تاحیات پابند کیے رکھا۔

حسن بن علی رضی نے معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ موافقت کر لی ہے کہ اس کے

ساتھ تعرض نہ کرے گا۔ بشرطیکہ وہ لوگوں کے درمیان کتاب خدا اور سنت رسول خدا

اور خلفاء راشدین کے طریقے کے مطابق حکومت کرے۔ الخ

(جلد الجیون ص ۲۵۴، منہی الامال للعباس قمری ج ۲ ص ۲۳)

خلفاء راشدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت حسن رضی تک چار ہی ہوئے

تھے۔ ان کی شیر و سنت میں سنت نبوی اور کتاب اللہ کے موافق تھی تبھی تو ریکارڈ

رسول نے تین باتوں کا معاذ کر فرمایا۔ اس سے بڑھ کر ان کا سنی اور اہل سنت

والجماعت ہونا کیا چاہیے۔ یہی کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی سب امت کو تعلیم و

تلقین کر کے رخصت ہوئے۔ چنانچہ حضرت عرابض بن ساریہ رضی سے روایت ہے۔

لوگو! میری سنت کو پکڑو اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو پکڑو و منبوی

سے تنہا ہو، دانتوں میں دباؤ، نئی رسمیں نکالنے سے بچو کیونکہ ہر ایسی نئی بات بدعت

ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹ کتاب السنۃ)

مزہ اسی میں ہے کہ خود خلفاء اپنے منہ میاں مٹھو بن کر سستی اور اہل سنت بڑے

کا پرچار نہ کریں بلکہ حضرت رسول خدا۔ حضرت علی رضی۔ حضرت حسن رضی جیسے برگزیدہ حضرا

ان کے سنی و اہل سنت ہونے کا اعلان کریں اور تمام مسلمانوں کو ان کی سنت کی

تھے کہ اتباع سنت نبوی کا وصف ان میں کما حقہ پایا جاتا تھا اور وہ سنت نبوی کے پیروکار تھے۔ سب ایک ہی جماعت تھے۔ دوسرے مفہوم کے اعتبار سے وہ ان الفاظ کا بار بار نہ اظہار کرتے تھے نہ دوسروں سے کہلاتے منواتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی ریاکاری اور خود ستائی ہوتی۔ البتہ ان کے اظہار کی تنب ضرورت پیش آتی کہ کوئی ان کے تتبع سنت ہونے کا منکر نہ ہو تا۔ یا سنت رسول کے مخالف مذہب نکال کر شیعہ یا خارجی کہلاتا۔ تب وہ سنی یا اہل سنت والجماعت کہلا کر اپنا تشخص مذہبی جلاتے۔ جیسے کوئی لاہور کا باشندہ لاہور میں رہ کر لاہوری نہیں لکھتا کہلاتا۔ حالانکہ وہ لاہوری ہی ہے۔ مگر جب ملتان کراچی وغیرہ میں ہو تو لاہوری کہلاتا ہے کہ تشخص کی ضرورت ہے۔ مفہوم اول کے اعتبار سے کہ خلفاء واقعی اہل سنت والجماعت اور سنت نبوی کے پیروکار سنی تھے۔ سینکڑوں میں سے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب تقسیم میراث کا مطالبہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

”ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔“ پھر فرمایا۔ ”اس مال میں سے آل محمد کھاتے تھے اب بھی کھا ئیں گے۔ خدا کی قسم میں اس سنت اور طریقہ کو نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ مگر میں وہی کروں گا۔“ (بخاری ص ۹۹۶ و سلم)

زکوٰۃ کے مسئلہ میں فرمایا تھا اللہ کی قسم اگر یہ مجھے ادنیٰ کی سی بھی زکوٰۃ میں نہ دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرور جنگ کروں گا۔ (بخاری ص ۱۸۸) مسائل کا تصفیہ کرتے وقت دستور یہ تھا کہ صبح سے پہلے قرآن شریف سے دلیل لاتے۔ اگر اس میں نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کی سنت اور حدیث لیتے۔ اگر نہ ہوتی تو قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد سے کام لیتے۔ (اعلام الموقعین) تمام صحابہ کی جماعت آپ کی مکمل فرمانبرداری اور اشارہ ابرو کی منتظر



سبق شرھا ادی الی اللہ طاعتہ  
واقفاً بحقہ۔

(نہج البلاغۃ مع شرح نقوی فیض  
الاسلام ج ۲ ص ۷۱۳)

ہوا۔ خلافت کی نیکی پالی اور شر سے بچ گیا کہ ان کی خلافت منظم تھی اس میں کسی قسم کا  
خلل نہ آیا۔ خدا کی نافرمانی سے بچ کر اللہ کی پرہیزگاری کا حق ادا کیا الخ  
حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرتے ہوئے یہ شرطیں  
منوائیں اور تاحیات پابند کیے رکھا۔

حسن بن علیؓ نے معاویہ بن ابوسفیانؓ کے ساتھ موافقت کر لی ہے کہ اس کے  
ساتھ تعرض نہ کرے گا۔ بشرطیکہ وہ لوگوں کے درمیان کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ  
اور خلفاءِ راشدینؓ کے طریقے کے مطابق حکومت کرے۔ الخ  
(جلد البیون ص ۲۵، مفتی الامال للعباس قمی ج ۱ ص ۲۳)

خلفاءِ راشدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت حسنؓ تک چار ہی ہوئے  
تھے۔ ان کی شیعہ و سنت ہیں سنت نبویؐ اور کتاب اللہ کے موافق تھی تبھی تو ریحانہ  
رسولؐ نے تین باتوں کا معاذ کر فرمایا۔ اس سے بڑھ کر ان کا سنی اور اہل سنت  
والجماعت ہونا کیا چاہیے۔ یہی کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی سب امت کو تعلیم و  
تلقین کر کے رخصت ہوئے۔ چنانچہ حضرت عرابی بن ساریہؓ سے روایت ہے۔  
لوگو! میری سنت کو پکڑو اور میرے خلفاءِ راشدینؓ کی سنت کو پکڑو مضبوطی  
سے تھامو، دانتوں میں دباؤ، نیٹی سمیں نکالنے سے بچو کیونکہ ہر ایسی نیی بات بدعت  
ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۹ کتاب السنۃ)

مزہ اسی میں ہے کہ خود خلفاء اپنے منہ میاں مٹھو بن کر سستی اور اہل سنت بونے  
کا پرچار نہ کریں بلکہ حضرت رسولؐ خدا۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ جیسے برگزیدہ حضرا  
ان کے سنی و اہل سنت ہونے کا اعلان کریں اور تمام مسلمانوں کو ان کی سنت کی

پیروی کا حکم دے کر مذہبِ اہل سنت والجماعت کی حقانیت اور اس کے اپنانے کا اعلان کریں۔ پہلی دو شہادتیں شیعہ کتب کی ہیں۔ توثیق کی حاجت نہیں۔ ابوداؤد کے فرمانِ نبوی کی توثیق فقیرِ التہذیب سے ملاحظہ ہو۔ اس میں حضرت عرابض بن ساریہؓ تک چھ روی ہیں۔

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ صاحبِ مسند مشہور ثقہ فاضلِ اجل امام ہیں۔  
 ۲۔ ولید بن مسلم بن شہابؒ عنبری بصری ثقہ ہیں۔ طبقہِ خامسہ کے۔ ثور بن یزیدؒ دلی مدنی ثقہ ہیں چھٹے طبقہ کے۔ ۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ ۳۔ خالد بن معدانؒ کلاعی حمصی ثقہ عابد کثیر الارسال۔ طبقہِ ثالثہ کے ہیں ۳۷ھ میں وفات پائی۔ ۴۔ عبدالرحمن بن عمرو السلمی الشامی مقبول ہیں۔ طبقہِ ثالثہ کے ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ ۵۔ حجر بن حجر الکلاعی حمصی مقبول اور تیسرے طبقہ کے ہیں۔ (کلا از فقیرِ التہذیب لابن حجر) اس تفصیل میں ہر شوق کا جواب مکمل ہو گیا۔ اگر اس معقول تحقیقی جواب کو آپ اپنے لایعنی سوال کے مطابق نہیں پاتے تو پھر اسٹھ کا جواب پتھر "یہ ہے کہ آپ خود کو شیعہ امامی اور اثنا عشری کہلاتے ہیں اپنی صحاحِ اربعہ سے باقاعدہ توثیق رجال کے ساتھ کسی امامِ معصوم کا یہ فرمان دکھلائیں کہ میں شیعہ امامی اثنا عشری ہوں یا تم لوگ امامی اثنا عشری بن جاؤ یا شیعہ کلمہ خاص علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل پڑھا کرو۔ میرے خیال میں آپ ایسا ہرگز نہیں دکھلا سکتے۔ جبکہ ہم کو رسولؐ بخدا نے۔ اپنی سنت، خلفاءِ راشدین کی سنت اپنانے اور۔ ما انا علیہ و اصحابی فرما کر سنی اور اہل سنت والجماعت بننے کا حکم دیا ہے اور قرآن نے سنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بلفظ سکھایا ہے۔ خلفاءِ ثلاثہ یقیناً اہل سنت والجماعت تھے تم بھی تو شیعہ ان سے اور ان کے پیروکاروں سے شدید دشمنی رکھتے ہیں۔

سوال ۲۔ شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ افعالِ قباہ پر قدرت و تمکین بندے کو بخشنا اسی خدا کا کام ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)



بک پہنچا تو وہ کیسے ان کو منہ لگاتے یا اسلام کا نمائندہ جان کر ان کی کتب سے ان کے خلاف مواد استعمال کرتے یہی بات تو مذہب شیعہ کے باطل، اہل اسلام کے غیر نمائندہ اور کفار کے مطاعن و خیالات کے مؤید ہونے کی نمایاں دلیل ہے۔ کاش کہ سمجھنے والا دل اور دیکھنے والی آنکھ کسی کو دل جاتی تو شیعہ کا قصہ صاف ہو جاتا۔ ”زنگبار رسول“ نایاب ہے۔ ہمیں میسر نہیں۔ اگر سائل کی دسترس میں ہے تو ہم اسے خدا کا واسطہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام روایات کا سراغ کتب شیعہ سے بھی لگائے۔ یا اپنے علماء سے ان کی پڑتال کرے یا نشانہ ہی کر کے ہم سے کتب شیعہ سے ثبوت مانگے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ بیشتر روایات شیعہ کی کتب پر تفسیر اور تاریخ و سیرت سے مل جائیں گی اور شیعہ کو شرمندہ ہو کر یہ سننا پڑے گا۔ ”ایں گنا ہمیت کہ در شہر شمانیز کنند“

سوال ۱۷۔ خلافت ثلاثہ کی تائید میں اکثر آپ کی طرف سے قرآن مجید کی آیت اختلاف سے استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ کیا صحاح ستہ میں کوئی ایک بھی ایسی روایت ملتی ہے جو مرفوع و متواتر ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ ہوں جس میں اصحاب ثلاثہ میں سے کسی ایک نے دعویٰ کیا ہو کہ آیت اختلاف ہماری خلافت کی دلیل ہے اگر کوئی ایسی روایت ہے تو اس شرط کے ساتھ مکمل نشانہ ہی کر بیٹے کہ سلسلہ رواۃ میں ثلاثہ میں سے کوئی ایک صاحب ضرور موجود ہوں۔

جواب۔ یہ بالکل بنے نکا اور کٹ جتنی کا منظر جا بلانہ سوال ہے کہ خلفاء کا قول اور دعویٰ مانگتا ہے۔ پھر اسے روایت مرفوع سے تعبیر کرتا ہے۔ حارثہ روایت مرفوع فرمان رسول کو کہتے ہیں۔ پہلے تحقیقی جواب یہ ہے کہ آیت اختلاف وغیرہ میں مہاجرین و مظلوم صحابہؓ سے نام کی صراحت کے بغیر مبہم وعدہ خلافت اور پیشینگوئی کی گئی ہے۔ وعدہ یا پیشینگوئی کے مکمل ہو چکنے کے بعد ہی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد فلاں فلاں تھا اور یہ ان کی دلیل ہے۔ جیسے خبر کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ کل میں ایک شخص کو جہنم کا دروازہ بند

پیروی کا حکم دے کر مذہب اہل سنت والجماعت کی حقانیت اور اس کے اپنانے کا اعلان کریں۔ پہلی دو شہادتیں شیعہ کتب کی ہیں۔ توثیق کی حاجت نہیں۔ ابو داؤد کے فرمان نبوی کی توثیق تقریب التہذیب سے ملاحظہ ہو۔ اس میں حضرت عرباض بن ساریہؓ تک چھ راوی ہیں۔

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ صاحب مسند مشہور ثقہ فاضل اجل امام ہیں۔  
 ۲۔ ولید بن مسلم بن شہابؒ عنبری بصری ثقہ ہیں۔ طبقہ خامسہ کے۔ ثور بن یزیدؒ دلی مدنی ثقہ ہیں چھٹے طبقہ کے۔ ۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ ۴۔ خالد بن معدانؒ کلاعی حمصی ثقہ عابد کثیر الارسال۔ طبقہ ثالثہ کے ہیں ۱۳۷ھ میں وفات پائی۔ ۵۔ عبدالرحمن بن عمر والسلمی الشامی مقبول ہیں۔ طبقہ ثالثہ کے ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ ۶۔ حجر بن حجر الکلاعی حمصی مقبول اور تیسرے طبقہ کے ہیں۔ رکن از تقریب التہذیب لابن حجرؒ اس تفصیل میں ہر شوق کا جواب مکمل ہو گیا۔ اگر اس معقول تحقیقی جواب کو آپ اپنے لایعنی سوال کے مطابق نہیں پاتے تو پھر انٹ کا جواب پتھر یہ ہے کہ آپ خود کو شیعہ امامی اور اثنا عشری کہلاتے ہیں اپنی صحاح اربعہ سے باقاعدہ توثیق رجال کے ساتھ کسی امام معصوم کا یہ فرمان دکھلائیں کہ میں شیعہ امامی اثنا عشری ہوں یا تم لوگ امامی اثنا عشری بن جاؤ یا شیعہ کلمہ خاص علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل پڑھا کرو۔ میرے خیال میں آپ ایسا ہرگز نہیں دکھلا سکتے۔  
 جبکہ ہم کو رسول خداؐ نے اپنی سنت، خلفاء راشدین کی سنت اپنانے اور ما انا علیہ و اصحابی فرما کر سنی اور اہل سنت والجماعت بننے کا حکم دیا ہے اور قرآن نے سنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بلفظ سکھایا ہے۔ خلفاء ثلاثہ یقیناً اہل سنت والجماعت تھے تبھی تو شیعہ ان سے اور ان کے پیروکاروں سے شدید دشمنی رکھتے ہیں۔

سوال ۲۔ شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ افعال قبارح پر قدرت و تمکین بندے کو بخشنا اسی (خدا) کا کام ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)



تک پہنچا تو وہ کیسے ان کو منہ لگاتے یا اسلام کا نمائندہ جان کر ان کی کتب سے ان کے خلاف مواد استعمال کرتے بھی یا تو مذہب شیعہ کے باطل، اہل اسلام کے غیر نمائندہ اور کفار کے مطاعن و خیالات کے مؤید ہونے کی نمایاں دلیل ہے۔ کاشش کہ سمجھنے والا دل اور دیکھنے والی آنکھ کسی کو مل جاتی تو شیعہ کا قصہ صاف ہو جاتا۔ ”زنگیلار رسول“ نایاب ہے۔ ہمیں میسر نہیں۔ اگر سائل کی دسترس میں ہے تو ہم اسے خدا کا واسطہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام روایات کا سراغ کتب شیعہ سے بھی لگائے۔ یا اپنے علماء سے ان کی پڑتال کرے یا نشانہ ہی کر کے ہم سے کتب شیعہ سے ثبوت مانگے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ بیشتر روایات شیعہ کی کتب اربعہ، تفسیر اور تاریخ و سیرت سے مل جائیں گی اور شیعہ کو شرمندہ ہو کر یہ سننا پڑے گا۔ ”اس گناہلیست کہ در شہر شہانیز کنند“

سوال ۱۔ خلافت ثلاثہ کی تائید میں اکثر آپ کی طرف سے قرآن مجید کی آیت استخلاف سے استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ کیا صحاح ستہ میں کوئی ایک بھی ایسی روایت ملتی ہے جو مرفوع و متواتر ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ ہوں جس میں اصحاب ثلاثہ میں سے کسی ایک نے دعویٰ کیا ہو کہ آیت استخلاف ہماری خلافت کی دلیل ہے اگر کوئی ایسی روایت ہے تو اس شرط کے ساتھ مکمل نشانہ ہی کر ایسے کہ سلسلہ رواۃ میں ثلاثہ میں سے کوئی ایک صاحب ضرور موجود ہوں۔

جواب۔ یہ بالکل بے تکا اور کٹ جتنی کا منظر جاہلانہ سوال ہے کہ خلفاء کا قول اور دعویٰ مانگتا ہے۔ پھر اسے روایت مرفوع سے تعبیر کرتا ہے۔ حالانکہ روایت مرفوع فرمان رسول کو کہتے ہیں۔ پہلے تحقیقی جواب یہ ہے کہ آیت استخلاف وغیرہ میں مہاجرین و مظلوم صحابہؓ سے تمام کی صراحت کے بغیر مبہم وعدہ خلافت اور پیشینگوئی کی گئی ہے۔ وعدہ یا پیشینگوئی کے مکمل ہو چکنے کے بعد ہی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد فلاں فلاں تھا اور یہ ان کی دلیل ہے۔ جیسے خیبر کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ کل میں ایک شخص کو جہنم ادوز گا وہ خدا

رسول سے اور خدا و رسول اس سے محبت کریں گے۔ اس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ اب دوسرے دن ہر شخص اس سعادت کا متمنی اور امیدوار تھا۔ حضرت علیؓ بھی یہ دعویٰ نہ کرتے تھے کہ اس کا مصداق میں ہوں۔ مگر حیب آپؓ کو جھٹا ملا اور فتح حاصل ہوگئی۔ تب پیشینگوئی مکمل ہوئی کہ اس مراد حضرت علیؓ تھے اور یہ ان کی بزرگی کی دلیل ہے۔ اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر آپؓ نے پیشینگوئی فرمائی کہ میں قیصر و کسری کے محلات دیکھے۔ میرے ہاتھ یعنی میری امت کے ہاتھ پر وہ فتح ہوں گے۔ فتح سے پہلے کوئی دعویٰ نہ کر سکتا تھا کہ اس خوش بختی کا مصداق وہ ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کے دور مبارک میں یہ پیشینگوئی پوری ہوگئی۔ تب پتہ چلا کہ اس کا مصداق حضرت عمرؓ اور آپؓ کا لشکر مؤمنین ہے۔ اور وہ پیشینگوئی آپؓ کی فضیلت میں پڑھی جانے لگی۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کو خلافت کرنے سے پہلے ہرگز اس دعویٰ کی ضرورت نہ تھی اور نہ کوئی موقع تھا نہ یہ دیتا تھا کہ خود ستائی کے رنگ میں یا حکومت کے راجی سیاستدانوں کی طرح ان آیات کو اپنے حق میں پڑھنا شروع کر دیتے۔ حالانکہ حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خلافت کے لیے کوئی کوشش نہ کی نہ تنہائی میں اپنے اللہ سے اس کے لیے دعا مانگی۔ (تاریخ الخلفاء، مگر نبویؐ پیشینگوئی کے مطابق اللہ اور مؤمنین نے ان کو ہی چنا۔) (بخاری ج ۲ ص ۸۴) حضرت فاروقؓ نے نہ کوئی پارٹی بنائی تھی نہ خواہش ظاہر کی نہ سفارش کرائی مگر اللہ نے ابو بکرؓ سے یہ کہلا کر کہ تم پر سب سے بہتر شخص کو خلیفہ بنا کر جا رہا ہوں۔ "ان کو امام و خلیفہ بنا دیا۔ یہی حال حضرت عثمانؓ کا تھا کہ طلب خلافت میں کوئی جدوجہد نہ کی تا آنکہ چھ حضرات کی کمیٹی میں پھر مہاجرین و انصار کے انتخاب سے چنے گئے۔ ایسے بے لوث اور باکمال بے غرض کیسے چاراک سیاستدانوں کی طرح آیات امامت کو اپنے لیے پڑھتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ان کے وقار، دیانت اور بے لوثی کے خلاف دلیل سمجھا جاتا۔ مسزہ اور کمال اسی میں ہے کہ وہ خود خلیفہ نہ بننا چاہیں اور



اور یہی کچھ حضرت علیؑ نے کیا اور ان کو آیت کا مصداق بتایا۔

**آیت استخلاف پر مطاعن مع جوابات** | آیت استخلاف کا وعدہ چونکہ <sup>لنفذ</sup> نفذ

رضی اللہ عنہم کے ذریعے مومنین صالحین کے ساتھ اللہ نے پورا کر دکھایا۔ اور ان کی خلافت راشدہ کی حقانیت آفتاب بیرون کی طرح واضح ہو گئی۔ اس لیے شیعہ حضرات نے اس کا انکار کرنے کے لیے بڑے جتن اور تحریفات کی ہیں ہم مختصراً ان کا رد کرتے ہیں۔

۱۔ وعدہ عام مومنین سے ہے تو ۱۳، ۱۴ خلفاء اس کا مصداق کیوں؟۔  
جواب۔ کسی قوم کا نمائندہ جو کام کرے منصب سنبھالے گفتگو کرے وہ اس قوم کی ہی سمجھی جاتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

”ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور سمجھے گئے اور ہم ان کو پیشوا و با اقتدار بنائیں اور ہم ان کو زمین کا وارث بنائیں اور ہم ان کو زمین میں غلبہ و اقتدار دیں اور فرعون و ہامان کو اور ان کے لشکروں کو وہ زطل دکھادیں جس کا اندیشہ کرتے تھے۔“ (نہ ع ۴)

حالانکہ پیشوا تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوشع بن نونؑ وغیرہ انبیاء ہوئے مگر نسبت سب بنی اسرائیل کی طرف کی گئی۔ اسی مفہوم میں کہا جاتا ہے۔ انگریز کی حکومت تھی، مسلم لیگ حکومت کرتی رہی۔ پیپلز پارٹی نے حکومت کی۔ حالانکہ حکمران ہر قوم کے چند افراد تھے۔

۲۔ غلبہ دین کے لیے سلطنت یا حکومت کا ہونا خدا کی طرف سے شرط نہیں۔ قرآن میں ایک آیت بھی اس مطلب کی موجود نہیں کہ غلبہ دین کے لیے ارضی حکومت ضروری ہے۔ جواب۔ بالکل غلط خیال ہے۔ آیت بارگاہ سے اس کی تردید ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ کے دین کا غلبہ اقتدار بنی اسرائیل اور بادشاہت ذریعہ سے ہی ہوا۔ سورت انبیاء میں ہے۔ ”ہم نے زبور میں بھی ذکر انوارت کے نہ

رسول سے اور خدا و رسول اس سے محبت کریں گے۔ اس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ اب دوسرے دن ہر شخص اس سعادت کا متمنی اور امیدوار تھا۔ حضرت علیؓ بھی یہ دعویٰ نہ کرتے تھے کہ اس کا مصداق میں ہوں۔ مگر جب آپؐ کو جھنڈا ملا اور فتح حاصل ہو گئی۔ تب پیشینگوئی مکمل ہوئی کہ اس مراد حضرت علیؓ تھے اور یہ ان کی بزرگی کی دلیل ہے۔ اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر آپؐ نے پیشینگوئی فرمائی کہ میں قیصر و کسریٰ کے محلات دیکھے۔ میرے ہاتھ یعنی میری امت کے ہاتھ پر وہ فتح ہوں گے۔ فتح سے پہلے کوئی دعویٰ نہ کر سکتا تھا کہ اس خوش بختی کا مصداق وہ ہے لیکن حضرت عمرؓ کے دور مبارک میں یہ پیشینگوئی پوری ہو گئی۔ تب پتہ چلا کہ اس کا مصداق حضرت عمرؓ اور آپؐ کا لشکرِ مؤمنین ہے۔ اور وہ پیشینگوئی آپؐ کی فضیلت میں پڑھی جانے لگی۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ عمرؓ و عثمانؓ کو خلافت کرنے سے پہلے ہرگز اس دعویٰ کی ضرورت نہ تھی اور نہ کوئی موقع تھا نہ زیب دیتا تھا کہ خود تنہائی کے رنگ میں یا حکومت کے لالچی سیاستدانوں کی طرح ان آیات کو اپنے حق میں پڑھنا شروع کر دیتے۔ حالانکہ حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خلافت کے لیے کوئی کوشش نہ کی نہ تنہائی میں اپنے اللہ سے اس کے لیے دعا مانگی۔ (تاریخ الخلفاء) مگر نبویؐ پیشینگوئی کے مطابق اللہ اور مؤمنین نے ان کو ہی چنا۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۴) حضرت فاروقؓ نے نہ کوئی پارٹی بنائی تھی نہ خواہش ظاہر کی نہ سفارش کرائی مگر اللہ نے ابو بکرؓ سے یہ کہلا کر ”کہ تم پر سب سے بہتر شخص کو خلیفہ بنا کر جارہا ہوں۔“ ان کو امام و خلیفہ بنا دیا۔ یہی حال حضرت عثمانؓ کا تھا کہ طلبِ خلافت میں کوئی جدوجہد نہ کی۔ تاآنکہ چھ حضرات کی کمیٹی میں پھر مہاجرین و انصار کے انتخاب سے چنے گئے۔ ایسے بے لوث اور بالکل بے غرض کیسے چالاک سیاستدانوں کی طرح آیاتِ امامت کو اپنے لیے پڑھتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ان کے وقار، دیانت اور بے لوثی کے خلاف دلیل سمجھا جاتا۔ مسدہ اور کمال اسی میں ہے کہ وہ خود خلیفہ نہ بننا چاہیں اور



اور یہی کچھ حضرت علیؑ نے کیا اور ان کو آیت کا مصداق بتایا۔

**آیت استخلاف پر مطاعن مع جوابات** | حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ

رضی اللہ عنہم کے ذریعے مومنین صالحین کے ساتھ اللہ نے پورا کر دکھایا۔ اور ان کی خلافتِ راشدہ کی حقانیت آفتابِ نبیروزی کی طرح واضح ہو گئی۔ اس لیے شیعہ حضرات نے اس کا انکار کرنے کے لیے بڑے جتن اور تحریفات کی ہیں ہم مختصراً ان کا رد کرتے ہیں۔

۱۔ وعدہ عام مومنین سے ہے تو ۳، ۴ خلفاء اس کا مصداق کیوں؟  
جواب۔ کسی قوم کا نمائندہ جو کام کرے منصب سنبھالے گفتگو کرے وہ اس قوم کی ہی سمجھی جاتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

”ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور سمجھے گئے اور ہم ان کو پیشوا و با اقتدار بنائیں اور ہم ان کو زمین کا وارث بنائیں اور ہم ان کو زمین میں غلبہ و اقتدار دیں اور فرعون و ہامان کو اور ان کے لشکروں کو وہ زمین دکھا دیں جس کا اندیشہ کرتے تھے۔“ (پطع ۱۴)

حالانکہ پیشوا تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوشع بن نونؑ وغیرہ انبیاء ہوئے مگر نسبت سب ہی اسرائیل کی طرف کی گئی۔ اسی مفہوم میں کہا جاتا ہے۔ انگریز کی حکومت تھی، مسلم لیگ حکومت کرتی تھی۔ پیپلز پارٹی نے حکومت کی۔ حالانکہ حکمران ہر قوم کے چند افراد ہوتے۔

۲۔ غلبہ دین کے لیے سلطنت یا حکومت کا ہونا خدا کی طرف سے شرط نہیں۔ قرآن میں ایک آیت بھی اس مطلب کی موجود نہیں کہ غلبہ دین کے لیے ارضی حکومت ضروری ہے۔ جواب۔ بالکل غلط خیال ہے۔ آیت بالا سے اس کی تردید ہوتی۔ حضرت موسیٰؑ کے دین کا غلبہ اقتدار ہی اسرائیل اور بدست ذیون سے ہی ہوا۔ سورت انبیاء میں ہے۔ ”ہم نے زبور میں بھی ذکر انوارت کے۔“

یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ ارضی (مقدس) کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔  
 چنانچہ مختلف انبیاء کے بعد حضرت محمد کے دور میں مسلمان وارث بن گئے۔ اور  
 ارضی حکومت کا وعدہ پورا ہوا۔ مہاجرین مظلومین کے بارے میں ارشاد ہے۔  
 ”ان کو اگر ہم اقتدار دیں گے نہ میں میں تو نہ مانہ قائم کریں گے۔ نہ رزق دیں  
 گے۔ نیک باتوں کا حکم دیں گے۔ برے کاموں سے روکیں گے۔ (حج)  
 مہاجرین مظلومین کو اقتدار ملا، یقیناً خلفاء اربعہ کو حکومت ارضی ملی تو  
 مندرجہ بالا کام خیر قرآنی کے مطابق یقیناً انہوں نے کیے اور وہ خدا ہی کے  
 موعود اور بنائے ہوئے کامیاب خلیفہ تھے۔ سب امت بخوشی ان کی فرمانبرداری  
 اور مطیع تھی۔

۳۔ یہ وعدہ عہد رسالت میں پورا ہو گیا۔ خلفاء ثلاثہ کے عہد سے متعلق ہیں  
 جواب۔ جب خطاب جمع صحابہ کرام سے ہے تو عہد نبوی کی تفصیل کیوں؟ یہ تو  
 الفاظ کا ہی انکار ہوا۔ ہاں اگر کسی مفسر نے عہد نبوی میں ایفاء کا آغاز رفتہ رفتہ  
 کے بعد سے بتایا ہے۔ جیسے سگنل کے پاس سے گاڑی کو اتار دیکھ کر لے بیٹھنا مابقی  
 کہا جاتا ہے۔ ”گاڑی آگئی“ حالانکہ مکمل آمد اور فائدہ دو چار منٹ بعد حاصل  
 ہوگا، اسی طرح وعدہ خلافت و مکین اور تبدیلی خوف کی تکمیل خلفاء راشدین کے  
 عہد میں ہوئی۔

۴۔ وعدہ عام امت کے مومنین سے ہے۔ صحابہ سے خاص نہیں۔  
 جواب۔ لفظ ”نکم“ تو خصوصیت ہی چاہتا ہے۔ تاہم امت کے مومنین میرے  
 صحابہ کرام سب سے اول ہیں اور وہی کُنْزُ خَيْرِ اُمَّةٍ کا پہلا مصداق ہیں۔  
 تو اس تاویل پر بھی ان کی حکومت موعودہ الہی اور برحق سمجھی جائے گی۔

۵۔ اقتدار ارضی تو یہ پیدا اور دینا جیسے فاسق و فاجر اشرار کو بھی ملا تو ان  
 پر آیات کے اوصاف کیوں صادق نہیں آتے۔ جواب۔ مراد تو خلافت ارضی  
 ہی ہے۔ مگر یہ مومنین صالحین کے ساتھ ہی خاص ہے۔ اور وہ پورے ہو کر رہا۔



اس کے بعد اگر قاجر میراقتدار آیا تو وہ اس آیت کے تحت نہ آئے گا کیونکہ اس نے اس نعمت کا کفران کیا۔ جیسے صحابہ کرامؓ کی خلافت کو برحق نہ ماننے والے وہی کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون (جو اس نعمت کے پورے ہونے کے بعد انکار کرے وہ فاسق ہے) کا مصداق شیعہ ہوئے۔

۶۔ آیت استخلاف میں تمام دنیا پر حکومت دینے کا وعدہ ہے یا بعض حصے کا۔ اگر تمام دنیا میں مراد ہے تو خلافت واقعہ ہے۔ کیونکہ ایسا بالکل نہیں ہوا اور اگر بعض حصہ مراد ہے تو عہد رسالت میں یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ حکومت شدہ کے لیے اسناد لال عبث ہوا۔ جواب۔ اس سے مراد اتنے مقام پر غلبہ و اقتدار ہے جس کے ہوتے ہوئے تمام دنیا میں بمقابلہ اور اسلام کو مٹا دینے والی طاقت موجود نہ ہو۔ چنانچہ اس وقت کی دو بین الاقوامی طاقتیں کسریٰ (ایران) اور رومن مسلمانوں کے ہاتھوں تباہ ہوئیں اور ان کے وقوع کی پیشینگوئی نبوت کے معجزات اور صداقت پر دلیل بنی۔ شیعہ سنی روایات ہجرت میں صراحت ہے کہ حضور علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آتشکدہ ایران بجھ گیا۔ محل میں زلزلہ آیا اور ہم انگلیے گر گئے۔ مائی آمنہ مندرماتی ہیں کہ ایک نور مجھ سے صادر ہوا۔ اس میں شام اور قیصر روم کے محلات کو میں نے دیکھا۔ کتب شیعہ میں حدیث صحیحہ متواتر ہے کہ خندق کی کھدائی کے موقع پر حضور نے یمن اور پھر کسریٰ اور روم کے محلات دیکھے تو فرمایا مجھے ان کی چابیاں یعنی ان کی فتوحات دے دی گئیں تو خدا کا موعودہ اقتدار و استخلاف تمام بڑی حکومتوں کو زیر کرنے اور دنیا پر دھاک بٹھانے سے تھا۔ سو بحمد اللہ وہ خدا و رسول کی پیشینگوئی کے مطابق پورا ہو گیا۔ اور آیت اظہار دین سے بھی مراد خدا کو ولوکیرہ امتیر کوٹ و الکافر و کون کی پیشینگوئی کے مطابق شیعہ نے مان لیا کہ کفر و شرک کا فتویٰ قرآن سے حاصل کر لیا۔

اس جواب کو سائل کے کسی پیراگراف پر ہم ختم کرتے ہیں جو اس نے

۱۱۳ اماموں کے نام قرآن میں نہ ہونے کے جواب میں کہا ہے۔

”میرا جواب یہ ہے کہ دنیا کا قانون دان طبقہ اس طریقہ بیان پر متفق ہے اور یہی اسلوب تمام آئینی اور قانونی کتب کی تدوین میں رائج ہے کہ ریاست کے سربراہ کے کوائف الہیت و معیار تو درج ہوتے ہیں مگر کسی حکمران کی نامزدگی نہیں کی جاتی بلکہ مطلوبہ شرائط کا حامل فرد اس عہدہ کا اہل قرار دے دیا جاتا، اب جبکہ قرآن کو عالمگیری قانون کتاب کی حیثیت حاصل ہے لہذا اس میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ خلیفہ کی خصوصیت بیان کر دی گئی ہیں اب یہ امت کی ذمہ داری ہے کہ حقیقی طور پر منتصف شخص کو خلیفہ تسلیم کرے۔ شیعہ مذہب تھے ہے ص ۱۸۲) جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ الحمد للہ خود شیعہ کی زبانی ۱۲ آئمہ کی مخصوص امامت کا بطلان ظاہر ہو گیا۔ حکمران کو مخصوص صفات کے تحت خلیفہ تسلیم کرنا اور چننا امت کی ذمہ داری ہوگی۔ یہی کچھ آیت استخلاف کے تحت اہل سنت کہتے ہیں کہ نہ خلفاء کی نامزدگی کی حاجت تھی نہ اس آیت کو پڑھنے کی، خلافت کرنے کے بعد خود بخود اس آیت کا مصداق بن گئے۔ جیسے کوئی بھی جمہوری حکمران مسودہ قانون پڑھ کر خود کو اس کا مصداق نہیں بتاتا بلکہ جائز حکومت کر چکنے کے بعد اسے ملکی قانون کے تحت اعلیٰ اور کامیاب حکمران گنا جاتا ہے۔

**سوال**۔ حَافِضُوا عَلٰی لُصُوَاتِ الْاٰیٰتِ الْقَابِلٰتِ۔ یعنی تمام نمازوں کی شمولاً درمیانی نماز کی خصوصاً حفاظت کرو اور اللہ کے آگے قنوت میں کھڑے رہو۔ حکم قرآن مجید میں موجود ہے لیکن جب سنی المذہب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں قنوت میں کھڑا نظر نہیں آتا۔ بتائیے، آپ کی نماز قرآن کے مطابق کیوں نہیں پڑھی جاتی۔ واضح ہو کہ حکم قرآن کی تنسیخ صرف آیت قرآنی سے ہو سکتی ہے۔ **جواب**۔ قنوت کے لغوی معنی ہمیشہ فرمانبردار، ادرعت گزار کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے ہیں۔ (منہاج اللغات ص ۱۸) یہاں بھی معنی لغوی ہیں کہ اللہ کے سامنے عبادت و خشوع میں کھڑے رہو۔ آیت کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہاتھ اٹھا کر



ایک خاص قسم کی دعا جس کا نام شیعہ اصطلاح میں دعائے قنوت ہو۔ وہ پڑھا کرو۔ اور جو وہ نہ پڑھے اس کی نماز پر طعن کرو۔ یہ قرآن کے عام مفہوم پر ناجائز اضافہ ہے جس کی اجازت کسی دانشمند کو نہیں ہے۔ قنوت وقامت بھی عباد و فرمانبردار مندرجہ ذیل آیات قرآنی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ کُلُّ لَهٗ قَانِتُونَ پ

۲۔ یَا مَرْیَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَ

اسْجُدِي پ ۱۲۷

۳۔ وَمَنْ يَفْقُتْ مِنْكَ بِنُورٍ

رَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا

مَنْ تَيْنِ پ ۲۲ پہلی آیت

اس کو اس کا اجر بھی دہرا دیں گے۔

۴۔ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ

پ ۲۸ آخری آیت

۵۔ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اَنَّا اِلَيْلِ

سَاجِدًا وَتَقَانِمًا يَحْذَرُ الْاُخْرَةَ وَ

يُجْزَا رَحْمَةً رَبِّهِ پ ۱۲۷

ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہو۔

شیعہ ترجمہ مقبول کی روشنی میں قانت کا معنی۔ اطاعت گزار فرمانبردار یا کوٹ

و سجد میں دعا کرنے والا واضح ہے۔ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر قنوت خاص پڑھنے

والا ترجمہ کہیں نہیں ہے۔ جبکہ اہل سنت قیام میں ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ

پڑھتے ہیں جو دعا اور معنی قنوت ہے۔ وتر کی نماز میں خاص دعائے قنوت بھی پڑھتے

ہیں تو ان کی نماز خلافت قرآن برگز نہیں۔ نیز قَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ۔ قیام سے حال

واقع ہوا ہے۔ قیام فعل بدنی ہے۔ تو قنوت کا معنی نہ بانی دعا کے بجائے بدن کی

اور سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔

اے مریم! تو اپنے رب کی خالص عبادت

کرو اور سجدہ کرو۔

اے نبی پاک کی بیویو! اور تم میں سے

جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری

کرسے گی اور نیک عمل بجالائے گی تو ہم

اور وہ دمریہ میں اطاعت گزاروں میں

سے تھی۔

آیادہ عثمان، جو رات کی گھڑیوں میں

سجدہ میں اور کھڑے کھڑے خلو سے

دعا کرنے والا ہو اور آخرت سے ڈرتا

عاجزی اور اطاعت مردلی جانے کو تراخ کر کا لقافتہ زیادہ پورا ہوتا ہے۔

یہ کہنا کہ مسلم و مشکوة میں قنوت کا ذکر ہے کہ حضور قنوت پڑھتے تھے اور اہل سنت قرآن و سنت کی مخالف نماز پڑھتے ہیں۔ ایک پر فریب اور مبنی بر خیانت حوالہ ہے۔ یہاں باب قنوت میں صرف یہ ذکر ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ ہذیل نے مضر نے دھوکہ دیا کہ ۷۰ قرآن صحابہ کرام کو لے جا کر شہید کر دیا۔ تو آپ بعد از رکوع ان پر مہینہ بھر بد دعا کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے لیس لاکھ من الاصر شیئ ایت اتار کر روک دیا۔ اور آپ نے قنوت چھوڑ دی۔ تو یہ قانون کلی نہ ہوا کہ ہمیشہ پڑھو چنانچہ مشکوة میں ہی میں یہ حدیث ہے کہ ابو مالک انجلی نے اپنے باپ سے پوچھا اباجان! آپ نے حضور علیہ السلام، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور یہاں ۵ سال کو فہم حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں کیا یہ سب صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ تو فرمایا نہیں اسے بیٹے یہ بدعت ہے۔ (ترمذی، نسائی)

ابن ماجہ

سوال۔ اتقان جہ افت پر علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے اقرار کیا کہ ان کے جمع کردہ قرآن میں غلطیاں ہیں مگر ان کی تصحیح خود عرب ہی کر لیں گے۔ جواب دیجیے اس قول کی موجودگی میں قرآن کو غلطیوں سے پاک ماننے کا عقیدہ آپ نے مذہب کے مطابق کس طرح درست ہوا۔ جواب۔ قرآن پاک کے صحیح و محفوظ اور غلطیوں سے پاک ہونے کی مفصل اباحت گذر چکی ہیں۔ جمع قرآن صدیق اکبر اور فاروق اعظم کا کارنامہ ہے۔ حضرت عثمان کا کارنامہ اس نسخہ کی کئی کئی نقلیں کرنا کہ تمام صوبوں میں بھجوانا اور شائع کرانا ہے۔ اور تمام کو ایک ہی قرآن لغت قریشی والے پر جمع کرنا ہے۔ آپ کا سابقہ فرمان اسی کثرت کتابت اور متعدد نسخے نقل کرنے کے بارے میں رسم الخط میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔ کہ اس میں رسم الخط کی یا پڑا ہوا ہونے کی کوئی غلطی رہ گئی ہے۔ یا غیر لغت قریشی پر کوئی لفظ لکھا گیا ہے حالانکہ وہ بھی وحی ہے۔ تو اہل عرب جو اہل زبان ہیں درست کر لیں گے اور صحیح لغت قریشی



پر پڑھا کریں گے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ کی اصل عبارت یہ ہے۔

”ابو عبیدہ نے کہا کہ ہم نے حجاج نے بواسطہ ہارون بن موسیٰ بیان کیا کہ مجھے زہیر بن الحارث نے بواسطہ مکرمہ خبر دی۔ مکرمہ نے کہا جس وقت مصحف لکھے جانے کے بعد حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوئے تو ان میں سے کچھ الفاظ رابطہ فرق کتابت جیسے صلوة، صلاۃ دونوں طرح لکھا جاتا ہے۔ یا قدیم اردو میں ہی یائے معروف سے کہہ کر یے یائے مجہول سے آج کل کی طرح پڑھا جاتا ہے، غلط پائے گئے حضرت عثمانؓ نے کہا ان کو نہ بدلو۔ کیونکہ عرب کے لوگ ان کو خود بدل لیں گے۔ (یعنی صحیح پڑھیں گے) کاشش کہ اگر (مصحف کا) لکھنے والا قید ثقیف کا اور امدار کرانے و رقبیدہ بذیل کا شخص ہوتا تو اس مصحف میں یہ حروف (غلط) نہ پائے جاتے۔“ (جو الہ شیعہ مذہب حق ہے ص ۱۲۱) فرمایا اس میں کیا عیب کی بات ہے۔ یہ تو طریق کتابت میں فرق کا اظہار ہے کہ فلاں کتاب ہوتا تو ایسا نہ لکھتا۔ یہ کوئی عیب کی بات نہیں آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی کامب سیکڑوں غلطیاں کرتے ہیں اور طریق کتابت مختلف ہے مگر پڑھنے اور لکھنے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ محنت سے پر وف ریڈروں کی تصحیح کے بعد بھی کئی اغلاط چھپ جاتی ہیں۔ جیسے ایک شیعہ ادارہ چاند کمپنی لاہور کا مطبوعہ مصحف از امامیہ قرأت کالج کا نسخہ ۵۳۳ بیسیوں لفظی اغلاط پر مشاہدہ عدل ہے۔ مگر اس بے احتیاطی اور غلطی سے نفس قرآن کو غلط۔ محرف یا ناقابل اعتبار نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ عہد نبویؐ سے تا بنوز لاکھوں سلیبوں میں زیر زیر کی کمی بیشی کے بغیر قرآن محفوظ و صحیح چلا آ رہا ہے۔

سوال ۱۱۱ آپ حضرات کو امام مہدی کی غیبت پر اعتراض ہے۔ بتائیے شیطان غائب ہے یا ظاہر، اگر غائب ہے تو معلوم ہوا کہ وہ عالم غیبت میں گمراہی پھیلانا ہے۔ لہذا جواب دیجیے کہ جب عالم غیبت میں گمراہی پھیلانے جاسکتا ہے تو ہدایت کا سلسلہ کیوں جاری نہیں رہ سکتا؟ جواب۔ سبحان اللہ۔ یہ شیطانی قیاس بھی

سبب ہی کو زیب دیتا ہے۔ ایک مسلمان تو یہ تصور نہیں کر سکتا کہ امام کا قیاس شیطان پر کرے۔ کیا امام شیطان کا جانشین و فرمانبردار ہوتا ہے یا انبیاء کا؟ اگر انبیاء کا خصوصاً نبی آخر الزمان عیسیٰ مسیح کا ہے۔ تو وہ عداوت کا سلسلہ پھیلاتے تھے۔ عیروں میں اور غائبانہ چھپ چھپا کر ہدایت و تبلیغ نہیں کرتے تھے۔ بارہویں امام مہدی صاحب العصر و الخار اگر اس پیغمبر کے جانشین ہیں تو ان کو اپنے سابق ائمہ (عند الشیعہ) کی طرح غائب میں نہیں مگر علامہ عوام میں تبلیغ و ہدایت کرنی چاہیے۔ شیطان پر قیاس کئی لحاظ سے باطل ہے۔

۱۔ شیطان جن ہے۔ امام انسان ہوتا ہے۔ ۲۔ شیطان نار سی لطیف جسم ہے۔ جو نظر نہیں آسکتا۔ امام کا کثیف البدن انسان اور دکھائی دینا ضروری ہے۔ ۳۔ شیطان لاکھوں کروڑوں ہیں۔ امام غائب صرف ایک ہے۔ ۴۔ شیطان بعض قرآنی تیز نگاہ اور بدن میں سرایت والا ہے۔ اِنَّهٗ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ہ پ۔ کہ شیطان اور اس کی جماعت تم کو وہاں سے دیکھتی ہے جہاں تم کو نہیں دیکھ سکتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو بے ایمانوں کا دوست بنایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان میں ایسے سرایت کر کے چلتا ہے۔ جیسے خون انسان میں چلتا ہے۔ تو یہ تیز نگاہی و تصرف انبیاء و اولیاء کو بجز خاص موقع پر کرامت و معجزہ کے حاصل نہیں ہے۔ ۵۔ شیطان دل میں وسوسہ چوکا اور ابھار کے ساتھ گمراہی پھیلاتا ہے۔ جبکہ انبیاء کرام اور ائمہ دین زبانی تعلیم و تلقین اور مجاہدانہ تزکیہ نفوس سے فریضہ ہدایت سرانجام دیتے ہیں تو دونوں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ غائبانہ۔ قرآن و سنت کے علاوہ۔ ہدایت نہ پھیلنے کی عقلی وجہ یہ ہے کہ پھر دنیا میں اختلاف مذاہب نہ ہوتا جیسے عہد نبوی میں مسلمانوں میں نہ تھا اور شیعہ کے خیال میں عہد ائمہ میں نہ تھا۔ ایک ہی مذہب سب شیعوں کا تھا۔ مگر اب زمانے کے امام غائب کے دور میں شیعوں کے متعدد اصولی فرقے ہیں



امامت میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اگر امام ہدایت کر سکتے تو شیعوں کو ہی ایک مذہب پر جمع کر دیتے اور سفاک خلیفی سے تخت امامت چھین کر قرعینہ ہدایت خود سر انجام دیتے۔

حضرت امام مہدیؑ کے متعلق اہلسنت  
آمد مہدی اہل سنت کے عقیدہ میں | والجماعت کا متفقہ عقیدہ یہ ہے

کہ وہ علامات قیامت میں سے ہیں۔ وہ پیدا ہو کر بڑے ہوں گے۔ پھر خاص موقع پر حج میں ظاہر ہو جائیں گے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ وہ پیدا ہو کر دشمن کے خوف سے غار میں چھپ گئے ہیں اور تمام دنیا کا کارخانہ ان کی زیر نگرانی چل رہا ہے۔ گویا خدائے قیوم کی ڈیوٹی وہ دے رہے ہیں۔ رہا حضرت عیسیٰؑ سے تقابل تو وہ صرف انتظار و آمد کی حد تک ہے کہ دونوں کے آنے کی انتظار سے۔ حضرت عیسیٰؑ تو دور نبوت گزار کر آسمانوں پر زندہ بحیدہ عسکری اٹھائے گئے۔ پھر اگر خدمت اسلام محمدی کریں گے۔ چونکہ حضرت مہدیؑ نے عہد امامت ابھی نہیں پایا۔ نہ خلق خدا کی اصلاح و راہنمائی ان سے وابستہ ہوئی تو غار میں زندہ مبارک وجود ماننا ایک نوع عقیدہ ہوا۔ ہاں حضرت عیسیٰؑ کی طرح ان سے ہدایت یوں وابستہ ہے کہ جیسے آپ کے نزول پر تمام یہود و نصاریٰ یا ان سے لڑ کر مرجائیں گے۔ یا پھر عیسوی کلمہ چھوڑ کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اسلامی کلمہ نجات میں پناہ لیں گے۔ اسی طرح حضرت مہدیؑ کے منتظر و افض بناوٹی کلمہ ولایت چھوڑ کر یا سیدھے مسلمان ہو جائیں گے۔ یا پھر شیعہ روایات کے مطابق ۳۱۳ مومنین کو چھوڑ کر باقی سب آپ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوں گے۔ زندہ ہونے میں حضرت خضرؑ سے مشابہت دینا کوئی دلیل نہیں کیونکہ یہ قیاس محض ہے۔ پھر حضرت خضرؑ کی زندگی کوئی مخصوص اجتماعی یا متفقہ نہیں صرف بعض صوفیاء کا خیال ہے۔

مسئوال کیا آپ کسی متبر تاریخی حوالہ سے یہ بات ثابت کر سکتے ہیں کہ جب

حضرات شیخین نے جنازہ رسولِ بلا دین حبیب کر سقیفہ بنی ساعدہ روانہ ہونے کا ارادہ کیا تھا تو انہوں نے حضرت علیؑ یا حضرت عباس بن عبدالمطلب کو اپنے عزائم سے آگاہ کیا اگر جواب اثبات میں ہے تو ثبوت فراہم کریں۔

جواب۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت دوم مرتبہ ہوئی۔ ایک پیر کے دن جو اتفاقاً ہوئی۔ نہ اپنا ارادہ تھا نہ کسی کو بلایا تھا۔ دوسری بیعت عامہ جو منگل کے دن مسجدِ نبویؐ میں منبر پر ہوئی (دریاض النضرۃ ص ۲۰۸) اس میں حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، علیؓ، عباس رضی اللہ عنہم سب حضرات نے برضا و رغبت شرکت کی تھی۔ دونوں باتیں تاریخ سے ثابت ہیں۔ ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ سب صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھود رہے تھے۔ اچانک ایک شخص نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور حضرت عمرؓ کو بلایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ ہم تو کام میں مصروف ہیں تیرا کیا کام ہے۔ وہ کہنے لگا آپ فرور اٹھ کر آئیں۔ ان شاء اللہ جلدی ویرا جائیں گے۔ حضرت عمرؓ اس کے پاس آئے تو کہنے لگا انصار کا یہ قبیہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہے۔ سعد بن عبادہؓ اور ان کے سرکردہ لوگ موجود ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایک ہم میں سے امیر ہو ایک مہاجرین میں سے مجھے تو فتنہ اٹھنے کا اندیشہ ہے اسے عمرؓ بخوبی سوچ لو اپنے بھائیوں کو بتلا دو اور اپنی تدبیر کر لو۔ کیونکہ میں نے فتنہ کا دروازہ دیکھ رہا ہوں اگر اللہ اسے بند نہ کرے۔ حضرت عمرؓ گھبرا گئے اور اس خبر سے پریشان ہوئے۔ پھر آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ فوراً بنو ساعدہ کی طرف چل پڑے اور مہاجرین کی جماعت کو ساتھ نہ لیا جس میں حضرت علیؓ اور فضل بنے۔ عباسؓ حضورؐ کے رشتہ دار تھے جو (بحکم نبویؐ و صدیقؓ) غسل و تکفین کا بندوبست کر رہے تھے۔ (دریاض النضرۃ ج ۱ ص ۲۱۳) بخاری ج ۲ ص ۲۱۳ پر بھی دونوں بیعتوں کا ذکر ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ شیخین بھی کارِ تدفین میں مشغول تھے۔ سقیفہ میں جانے اور انتخابِ خلافت کا کوئی ارادہ و پروگرام نہ تھا۔ انصار کے اچانک اجتماع کی خبر سن کر آپؐ حالات کا جائزہ لینے اور پھر قابو پانے کے لیے گئے اس لیے اور



مہاجرین اور ذوی القربیٰ کو اجتماعی شکل میں ساتھ لے جاتے تو تصادم کا قوی  
 امکان تھا۔ شیخین نے چند منٹ میں حالات پر قابو پا لیا مگر انصار کی امید  
 قطع کرنے اور جڑ کاٹنے کے لیے یہ مناسب جانا کہ کسی مہاجر کے ہاتھ پر بیعت کر  
 لی جائے۔ حضرت عمرو ابو عبیدہؓ کا نام پیش کیا۔ وہ دونوں حضرات پیچھے ہٹ  
 گئے کہ جس قوم میں ابو بکرؓ موجود ہوں۔ جن کو حضورؐ نے اپنے مصلیٰ پر امام بنایا۔  
 عمرو ابو عبیدہؓ امام نہیں بن سکتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا عقیمنہ ی، بوشیاری  
 اور جرأت سے ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر ابو عبیدہؓ کے بعد تمام انصار نے  
 ٹوٹ کر بیعت کی۔ اور سعد بن عبادہؓ کو کسی نے نہ پوچھا۔ یہ بے مختصر قصہ جو پہلے  
 مذکور ہو چکا ہے شیخین کی حکمت عملی نے نہ صرف بڑے فتنے کو بند کر دیا بلکہ خلافت  
 کو انصار سے مہاجرین میں لا کر حضرت علیؓ تک پہنچایا۔ اگر آپؐ نہ جاتے تو مہاجرین  
 کو، پھر حضرت علیؓ کو کیسے خلافت ملتی؟ شیعہ کے بعض شیخین پر ہزار انوس ہوتا  
 ہے کہ اپنے محسن کے ناشکر سے ہیں۔

چشمِ حسود کہ بر کند ہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

اس ہنگامی محفل میں حضرت علیؓ و عباسؓ کو نہ بلانے کی مذوری واضح ہے  
 ہاں اعتراض تب ہوتا کہ منگل والی بیعت عامہ۔ جس میں تمام مہاجرین نے مسجد  
 میں آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میں آپؐ کو نہ بلایا جاتا۔ مگر تاریخ شاید سب سے ہم  
 نے ص ۲۴ پر سوال ۱۷ کے جواب میں یہی، مستدرک حاکم، کنز العمال وغیرہ کتب  
 حدیث کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ وغیرہ سب کو حاضر کیا گیا۔  
 انہوں نے کل کی غیر حاضری کا شکوہ بھی کیا۔ حضرت صدیقؓ نے مندرت کر کے  
 یہ اختیار بھی دے دیا کہ تم جس کو اب چاہو خلیفہ بن لو، مگر زبیرؓ و علیؓ نے بیک  
 آواز کہا ہم آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ یا رسول اللہؐ تالیٰ اثین۔

تذیم مصائب اور حضور کے بنائے ہوئے اہم ہیں۔ مراجعت کر لی جائے۔ اب  
 جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے بیعت نہیں کی یا ناخوشی سے کی وہ تمام صحابہ کے  
 اتفاق کے متبادل میں حضرت علیؑ کی شان اور بے لوث کردار کو داغدار کر رہا ہے کہ  
 آپؑ طالب اقتدار تھے مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کے مخالف تھے۔ (معاذ اللہ)  
 آخر میں شیعہ اصول پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت علیؑ و اہل بیتؑ باقاعدہ خلافت  
 کی فکر میں تھے۔ اگر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو اچانک کسی کے بلائے پر سقیفہ بنو ساعدہ  
 میں جانا پڑا اور فتنہ دب جانے کی نیت سے بادل نخواستہ حضرت ابو بکرؓ نے بعض  
 مہاجرین کے اصرار پر بیعت لی اور سب انصار بھی متفق ہو گئے۔ تو حضرت علیؑ اور  
 آپؑ کے حامی زبیرؓ عباسؓ بنو ہاشم جنازہ رسولؐ بیت عائشہؓ میں چھوڑ کر باقاعدہ  
 پروگرام سے بیت فاطمہؓ میں اکٹھے ہوئے۔ فتح الباری شرح بخاری میں حضرت  
 امام مالکؒ سے روایت ہے۔

وان علی و زبیر و من کان معہما تخلتوا فی بیت فاطمة بنت رسول اللہ  
 کہ حضرت علی و زبیرؓ بعد اپنے ساتھیوں کے حضرت فاطمہؓ کے گھر میں جمع ہوئے  
 اور تاریخ طبری ص ۱۲۲ میں ہے کہ حضرت علیؑ کچھ دیر پیچھے رہے تو حضرت زبیرؓ نے  
 تلوار سونت لی کہ جب تک علیؑ کی بیعت نہ کی جائے میں نیام میں نہ کروں گا۔  
 علامہ شبلیؒ الفاروق ص ۱۱۶ پر اسی بحث میں لکھتے ہیں۔ ”سقیفہ میں حضرت  
 علیؑ کا نہ جانا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ ان حضرت کے غم و اہم میں مصروف تھے اور  
 ان کو ایسے پروردگار پر خلافت کا خیال نہ آسکا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ سقیفہ  
 میں مہاجرین و انصاریہ جمع تھے اور ان دونوں گروہ میں سے کوئی حضرت علیؑ  
 کے دعویٰ کی تائید نہ کرتا۔ کیونکہ مہاجرین حضرت ابو بکرؓ کو پیشوا تسلیم کرتے تھے۔  
 اور انصار کے رئیس سعد بن عبادہؓ تھے۔“

راقم نے ان کو بطور الزام نقل کیا ہے ورنہ ان کو اتنا اہم نہیں جانتا منگل والی  
 بیعت صدیقی میں تمام مہاجرین بنو ہاشم بعد طلحہ و زبیرؓ اور انصار کی بخوشی بیعت



کر لینے پر یقین۔ کتنا بوجھ ہے اسی کتاب میں مفصل گزرا۔

**سوال ۹** قرآن مجید کے پانچویں پارے کی ابتدا میں آیت متعہ موجود ہے۔ آپ کا پرچار ہے کہ متعہ زنا ہے۔ مہربانی کر کے آیت میں مستعمل لفظ ”متعہ“ کا ترجمہ انہی معنوں میں کیجیے۔ جواب۔ پرچار۔ کا مفہوم تو آیات تمتع واستمتاع کی روشنی میں حاضر ہے۔ مگر لفظ ”متعہ“ کا ترجمہ زنا کسی سنی نے نہیں کیا۔ نہ دعویٰ کیا ہے۔ کیونکہ لفظ متعہ۔ استمتاع۔ تمتع کا لغوی معنی النفع اٹھانا ہے۔ بلا نکاح و گواہ وقت اور قیس مقرر کر کے مرد و عورت جو نفع اٹھائیں گے وہ عند الشیخ متعہ کا ثواب اور مسلمانوں کے نزدیک حکماً زنا ہوگا۔ اور سلیم الفطرت، غیر متعہ اس عارضی من پسند تعلق کو زنا ہی کہے گا۔ کیونکہ بیکاری کے اڈوں میں اسی قسم کا کاروبار ہوتا ہے۔ ہر قسم کے ناجائز تمتع اور استمتاع کرنے والوں کا انجام۔ زانیوں کی طرح۔ خدا نے یہ بیان فرمایا ہے۔

۱۔ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنْ مَحِثُّكُمْ إِلَى النَّارِ۔ پ

۲۔ قُلْ تَمَتَّعُوا بِكُفْرِكُمْ قَلِيلًا إِنَّكُمْ مِنْ أَهْلِ النَّارِ۔ پ

ہے۔

۳۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ۔ پ

۴۔ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخُلُقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ بِخُلُقِهِمْ... أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

آپ فرمائیے متعہ اصل کرلو۔ بیشک تمہارا ٹھکانا تودوزخ ہی ہے۔

فرمایئے۔ اپنے کفریہ مذہب کی وجہ سے تو تمتع مقہوری دیکرے۔ بیشک تودوزخی

اسے ہمارے پروردگار۔ ہم میں بعض نے بعض کے ذریعے نفع پایا۔ اور ہم اس مدت کو پہنچ گئے ہو تو نے ہمارے لیے

مقرر فرمائی تھی۔ خدائے تعالیٰ فرمائے گا۔ جہنم تمہارا ٹھکانا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

پس انہوں نے اپنے حصے سے نفع اٹھایا اور تم نے اپنے حصے سے ویسے ہی نفع اٹھایا جیسے کہ تم سے پہلے والوں نے اپنے حصے

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُوْنِيْلَكَ هُمْ  
الْخَسِرُوْنَ - پ ۱۵۶  
سے نفع اٹھایا تھا۔۔۔۔۔ انہی کے اعمال  
دنیا اور آخرت میں بیکار رہے۔ اور

وہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ (ترجمہ مقبول)  
۵۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ  
يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالْمَرْ  
مُتُوْنَ لَهُمْ - پ ۶۶  
اور جو لوگ کافر ہیں وہ تمتع کرتے ہیں  
اور جانوروں کی طرح کھاتے ہیں۔ آگ  
ان کا ٹھکانا ہے۔

پانچویں پارے کی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ عورات کے علاوہ عورتیں تمہارے  
لیے زنا ح دائمی، میں حلال ہیں۔ بشرطیکہ چاہو اپنے حق مہر کے بدلے دائمی قید میں  
رہتے ہوئے نہ صرف پانی نکالنے کے لیے پس پیو یوں کے جس عضو سے تم فائدہ  
اٹھاؤ تو ان کو مقررہ حق مہر ادا کر دو۔ تو اس میں لفظ استمتعتم کا ترجمہ وہی  
فائدہ اٹھانا ہے۔ جو آیت ۳۴ میں مولوی مقبول شیعہ نے کیا ہے۔ یا سب  
آیات میں لغوی معنی مہر ادا ہو یا سب جگہ اصطلاحی معنی سے کر جنہی ہونی کا نتیجہ نہ ہو۔

**سوال** قرآن کی اس آیت کا نشان بتائیے جس میں حکم ہو کہ ماتم شبیر کرنا حرام ہے۔  
**جواب**۔ قرآن میں شبیر کے والد ماجد کا ذکر صریح نہیں تو حضرت شبیر کی شہادت  
یا ماتم کا کیسہ؟ دلیل مدعی اور ثبوت سے مانگی جاتی ہے۔ تو آپ کو ماتم شبیر پر صریح  
دلیل دینی چاہیے۔ نفی کرنے والے سے نہیں مانگی جاتی۔ جب شبیر کی جماعت سے  
افضل جماعت نبی کے شہداء احد کے لیے حکم آگیا۔ **وَاصْبِرْ وَاصْبِرْكَ اِلَّا بِاللّٰهِ**  
**وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ**۔ آپ صبر کریں اللہ کی مدد سے ہی صبر حاصل ہوگا۔ اور شہداء احد  
پر غم نہ کریں۔ نیز فرمایا **وَلَا تَحْزَنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا**۔ نہ کمزور بنو نہ غم کھاؤ۔ تو شبیر پر  
ماتم کی حرمت اور صبر کا حکم بھی یہی ہوا۔ کیونکہ نزول خاص حکم عام کو فریقین نسیم  
کرتے ہیں۔ پھر اس کے مقابلے میں اشیاء میں اصل جواز کا عذر لنگ پیش نہیں  
کیا جاسکتا۔ حرمت ماتم پر تفصیل ۲۰۰ دلائل سے ”مسند عزا دار“ میں اور تعلیمات  
الہیت میں ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مہر محمد مبانہ اوی نو۔ باوا۔ گزہ۔



## مراجع کتب

کتب اهل السنة والجماعة

٢٢٠ - تاريخ ابن خلدون

٢٢١ - تاريخ الخلفاء للسيوطي

٢٢٢ - طبقات ابن سعد

٢٢٣ - تفسير ابن كثير

٢٢٤ - ابن الاثير

٢٢٥ - تفسير جلالين

٢٢٦ - تفسير معارف القرآن

از مولانا مفتي محمد شفيع رحمته الله عليه

٢٢٧ - تفسير آيات قرآني

٢٢٨ - تفسير الاثنان

٢٢٩ - تفسير منطهرى

٢٣٠ - بذل القوة في سنى النبوة

از علامه محمد باشم سندھی

٢٣١ - شرح مسلم للنووي

٢٣٢ - حلیة الاولیاء

٢٣٣ - اعلام الموقعين

٢٣٤ - مالا بد منه

٢٣٥ - فتاوى شامی

٢٣٦ - مبسوط بر خسی

٢٣٧ - فتاوى قاضی خان

٢٣٨ - تذکرة الحفاظ

٢٣٩ - میزان الاعتدال للذهبي

١ - قرآن کریم

٢ - صحیح بخاری

٣ - صحیح مسلم

٤ - جامع ترمذی

٥ - البوداؤد

٦ - نسائی

٧ - ابن ماجه

٨ - مؤطا امام مالک

٩ - مشکوة

١٠ - مرقاة

١١ - مستد احمد

١٢ - مستدرک حاکم

١٣ - نیل الاوطار شوکانی

١٤ - الریاض النضرة فی مناقب العشرة

١٥ - کنز العمال

١٦ - سیرت ابن هشام

١٧ - سیرت النبی علامه شبلی

١٨ - الفاروق

١٩ - تاریخ طبری

٢٠ - تاریخ اسلام الکبر خاں نجیب آبادی

٢١ - البدایہ والنہایہ

۵۱- حسن العقیده از شاه ولی الله

۵۲- زاد السعید

۵۳- فضائل درود شریف

۵۴- راه سنت

۵۵- بیاض ترمذی از علامه صفدر

۵۶- حدیث ثقلین

۵۷- مصباح اللغات

۵۸- فیروز اللغات

۵۹- افادات بنگشن

۴۲- تقریب التہذیب

۴۳- الوشیعة فی نقد الشیعة

۴۴- تحفه اثنا عشریہ

۴۵- ازالة الخفاء

۴۶- حقیقت مذہب شیعة

۴۷- عزت رسول

۴۸- عدالت حضرات صحابہ کرام

۴۹- سند الی بیت

۵۰- رسالہ تحریف القرآن

۶۰- بوستان سعدی

## کُتُب شیعہ

۱- کافی کلینی مکمل

۲- رجال کشی

۳- نہج البلاغہ

۴- تہذیب الاحکام

۵- الاستبصار

۶- من لا یحضرہ الفقیہ

۷- ترجمہ مقبول

۸- حیات القلوب

۹- بلاد الجیون

۱۰- مجالس المؤمنین

۱۱- کشف الغمہ

۱۲- صحیفہ کاملہ

۱۳- اصول الشریعہ فی عقاید الشیعہ

۱۴- میں شیعہ کیوں ہوا

۱۵- ہزار تمناری دس ہزاری

۱۶- تفسیر نہج الصادقین

۱۷- مفتی الآمال

۱۸- توضیح المسائل

۱۹- حق الباقین مجلسی

۲۰- تاریخ الخمیس بحوالہ عزت رسول

(فیض عالم صدیقی)

۲۱- نہج البلاغہ مع شرح فیض الاسلام نقوی

۲۲- سعادت الدارین

۲۳- کتاب خصال لابن بابویہ

۲۴- احتجاج طبرسی



# محافظ ایمان و سنت کتابیں

مؤلفہ: محقق اہلسنت مولانا مہر محمد صاحب

عظمت صحابہ کے متفقہ عقیدہ پر خاص علمی و تحقیقی کتاب مجلد	صفحات	قیمت	عدالت حضرات صحابہ کرامؓ
شیعہ کے ہزار سوال کا جواب	۵۶۰	۵۱/-	سیف اسلام
تحفہ اشاعہ شریعہ کے طرز پر جدید اسلوب میں جامع کتاب	۲۸۰	۵۱/-	تحفہ امامیہ
شیعہ کے ایک سو دس سوالات کے مسکت و مدلل جواب	۳۲۰	۳۳/-	ہم سنی کیوں نہیں؟
نگہ اسلام ماتم و عزرا پر ۵۷ دلائل سے مفید کن بحث	۱۶۰	۱۵/-	مسئلہ عزاداری اور تعلیم اہلبیت رض
حقانیت مذہب پر دلچسپ تحریری مناظرہ	۱۴۴	۱۳/۵۰	سنی مذہب سچا ہے
تبلیغ مذہب کے لیے زبردست ہتھیار		۲/۵۰	شیعہ عزائم سے ایک سو سوالات
مشہور چوبیس اعتراضات کا جواب		۳/۵۰	تحفہ الانبیاء شیعہ اعتراضات کا جواب

نوٹ: تحفہ الانبیاء کا سائز ۳۰x۲۰ ہے اور باقی کتابوں کا سائز ۲۲x۱۸ ہے۔

ردِ رقص و بدعت کے تمام  
مؤلفین کی کتابیں ملنے کا پتہ  
نور باد انبیا  
مکتبہ عثمانیہ  
گوجرانوالہ







